نحن نقص علیک احسن القصص

سیرۃ الشرف

از

سید ضمیر الدین احمد بہاری عظیم آبادی

عفی عنہ

Www.MadaariMedia.Com

دم مدار
بیڑا پار

MADAARI MEDIA

The Silsila e Aaliya Madaariya Social Platform

سلسلۂ مداریہ کے بزرگوں کی سیرت و سوانح
سلسلۂ عالیہ مداریہ سے متعلق کتابیں
سلسلۂ مداریہ کے علماء کے مضامین تحریرات
سلسلۂ مداریہ کے شعراء اکرام کے کلام

حاصل کرنے کے لئے اس ویب سائیٹ پر جایئے

www.MadaariMedia.com

@MadaariMedia

@MadaariMedia

@MadaariMedia

@MadaariMedia

Authority : Ghulam Farid Haidari Madaari

فہرست مضامین سیرت الشرف

مضمون	صفحہ
مقدمہ	•
تصوف مخالف ترقی انسان نہیں ہے	۱
دنیا مین جتنے علوم مدون ہوے کسی نہ کسی غرض سے	۲
آغاز زمانہ تہذیب مین تدوین علوم کا دائرہ	۳
فی زماننا علوم کا دائرہ کس کس چیز کو دائر ہے	"
تدوین تصوف کی ظاہرا تاریخ	۴
اول صوفی و اول خانقاہ	۷
تصوف کیون دقیق ہے۔	"
ایک یورپی فلسفی کا قول	۸
امام غزالی کا قول	۱۰
صوفی تصوف کی ابتدا کس سے بتاتے ہین	"
تصوف اور علم کلام کا مقابلہ	۱۱
تصوف و ابن صدر الدین	۱۴
ابوالخیر و تصوف	۱۵
امام قشیری و تصوف	۱۵
تصوف کی اصطلاح و صاحب کشف الظنون	۱۶
محمد بن محمد الغزالی و تصوف	"
مخدوم شرف الدین احمد بہاری و تصوف	"
صوفیون کا اصول	۱۷
تصوف کی بنیاد	"
اوصاف ذمیمہ و اخلاق ردیہ کی تفصیل گردش	۱۸
توبہ حقیقی و ایمان حقیقی	"
صوفیون کے مدارج	۱۹
مرید	"
متوسط	"
منتہی	۲۰
ریاضات و مجاہدات وغیرہ	۲۱
ذکر	۲۲
مراقبہ	۲۳
چلہ۔ استغفار۔ مرقع۔ سفر۔ خانقاہ	۲۴
مسائل تصوف کا ماخذ	۲۶

صفحہ	مضمون
۲۶	صوفیون کے کلام مین اختلاف
۲۷	صوفیون کے کلام مین کفر و شرک و بت و زنار سے کیا غرض ہوتی ہے
"	صوفی صور ظاہری سے صور معنوی مراد رکھتے ہین
۲۹	تصوف کے اکثر مسائل مین دقت ادراک ہو مگر وہ غلط نہین ہین
"	عالم فطرت و عالم اخلاق کے تطابق کا نتیجہ
۳۰	ساری فطرت انسانی نیکی کیطرف رہبری کرتی ہے
۳۱	نظام اخلاقی کا منشا
۳۲	تمدن کو تصوف سے واسطہ
۳۳	جزا و سزا ضروری ہے
"	"ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دون، این خیال ست و محال ست و جنون" کے کیا معنے ہین
۳۴	تصوف ترقی و بہبودی دنیا کیلئے مفید ہے
۳۷	قصبۂ بہار

حصہ اول

صفحہ	مضمون
۴۰	نام۔ لقب۔ خطاب
"	پیدایش
۴۱	مخدوم کے پدری و مادری دونون خاندان صاحب طریقت تھے
"	مخدوم کا پدری شجرۂ نسب
۴۲	مخدوم کا مادری شجرۂ نسب
"	مخدوم کا خاندان بیت المقدس سے ہند مین آیا
"	منیر
"	مخدوم کے خاندان کے ہند مین آنے کی وجہ کا پورا پتا چلنا مشکل ہے
۴۳	مولانا محمد تاج فقیہ کی ذات سے منیر اور اوسکے مضافات مین اسلام نے اشاعت پائی
۴۴	مخدوم چار بھائی تھے
"	مخدوم کی پیدایش کا مکان
"	مخدوم کے زمانہ مین ارضاع کا دستور
۴۵	سنین رضاعت مین مخدوم کا صوم
"	تعلیم

صفحہ	مضمون
۴۶	مولٰنا شرف الدین ابو توامہ
۴۷	سفر سنارگانون
۴۸	شوق علم
"	مکتب مین شوخی وطبیعت کی نقل
"	تکمیل تعلیم
"	شوق علم تصوف
۵۰	مخدوم کا ازدواج اور اوس پر ایک سرسری نظر
۵۱	مخدوم کی اولاد
۵۲	سونارگانون
۵۳	شیخ یحیٰی کی وفات
"	معاودت وطن
۵۴	طلب پیر کی خواہش اور وہان کی اجازت
۵۶	طلب پیر مین دہلی پہونچے اور مشائخین دہلی سے ملے
"	"اگر شیخی ہمین ست من ہم شیخم" پر اعتراض وجواب
۵۸	سلطان الاولیا سے ملاقات
"	شرف الدین پانی پتی سے ملاقات
"	شیخ نجیب الدین فردوسی سے ملاقات وبیعت

صفحہ	مضمون
۵۹	شیخ نجیب الدین فردوسی سے نے جو نصیحتین لکھکر مخدوم کو دین
۶۰	مخدوم اور سلطان الاولیا کی ملاقات کا جھگڑا
"	مولٰنا عبدالحق محدث دہلوی کی روایت
"	ابوالفضل کی روایت
"	محدث دہلوی اور ابوالفضل کی روایتین کہانتک قابل وثوق ہین
۶۱	حاجی نظام الدین غریب یمنی کی روایت
"	فرشتہ کی روایت
"	عدم ملاقات کی وجہ
۶۳	عدم ملاقات کی وجہ کی تردید مع دلائل
۶۴	مخدوم سے اور محبوب الٰہی سے ملاقات ہوئی
۶۵	بیعت کے بعد معاودت وطن
"	سالہا سال مختلف جنگلون مین بسر کی
۶۶	راجگیر
۷۰	راجگیر مین مخدوم کا حجرہ

صفحہ	مضمون
۷۱	بہار مین سکونت پذیر ہونے کے بعد بھی اکثر راجگیر مین بسر کرتے تھے
″	راجگیر کی سینری
۷۳	مخدوم کی تعلیم روح نبوی صلعم سے ہوئی
″	مولانا جامی کی راے
۷۴	مولانا شاہ ولی اللہ کی راے
۷۵	مخدوم نے تیس برس تک غذا نہ کی
″	ذوق کے متعلق مخدوم کی ایک نقل
۷۶	ذوق کے متعلق مخدوم کی دوسری نقل
۷۷	مخدوم کے ذوق کی وجہ
۷۸	چولھائی کی مخدوم سے ملاقات
۷۹	بربید خلق و عزلت گزینی سے مخدوم کی غرض
۸۳	مخدوم کی بہار مین سکونت
۸۵	سلطان محمد شاہ کا مخدوم کے لئے
	مصلاۓ سفار بھیجنا اور جاگیر دینا
۸۷	تعمیر خانقاہ
۸۸	مخدوم کے اعزہ کا بہار مین آکر سکونت پذیر ہونا
۸۹	مخدوم کی مجلسین
۹۲	مخدوم کی مجلسون کے ممیز اراکین
۹۳	زین بدر عربی کی بیعت
۹۴	مولنا مظفر بلخی کی بیعت
″	ایک جوگی کا مخدوم کے ہاتھ پر مسلمان ہونا
۹۵	مخدوم کا ظاہری طریقہ تعلیم
۹۶	طریقہ تعلیم باطنی
۱۰۰	تعلیم باطنی مین مخدوم کا اصول
۱۰۶	تصوف کے ۱۴ مختلف خاندان
″	زیدیان
۱۰۷	عیاضیان
″	ادہمیان
″	ہبیریان
۱۰۸	چشتیان
۱۰۹	حبیبیان

صفحہ	مضمون
۱۰۹	طیفوریان
"	کرخیان
"	سقطیان
۱۱۰	جنیدیان
"	گاذرونیان
"	طوسیان
۱۱۱	سہروردیان
"	فردوسیان
۱۱۲	قادریہ
"	کبرویہ
"	نقشبندیہ
۱۱۳	عیسویہ
"	نوریہ
"	خضریہ
"	انصاریہ
"	شطاریہ
"	اشرفیہ
"	ہمدانیہ
"	مداریہ
"	نظامیہ

صفحہ	مضمون
۱۱۴	صابریہ
"	مجددیہ
"	ابوالعلائیہ
"	مخدوم کی معاشرت
۱۱۶	دنیا اور اوسکی قسمین
۱۱۷	مخدوم کا مرید وغیر مرید کے ساتھ عام سلوک وبخشش
۱۱۸	مراسم دنیاوی کے مخدوم پابند نہ تھے
۱۱۹	ترک دنیا کے معنے
۱۲۰	قبول تحفہ
"	پابندی اوقات
"	مجلس سماع
۱۲۲	مخدوم اور علما کی تذکیر
۱۲۳	مخدوم کے جسم پر ریاضت کا اثر
"	مخدوم کا اپنے تلامذہ کے ساتھ برتاؤ
۱۲۴	مخدوم کے مرید
"	مخدوم کے ممیز مستفیدین
۱۲۷	تحصیل خوشنودی خدا کی ترغیب
"	طلب علم کی تاکید اور علمای دنیا سے بیزاری

صفحہ	مضمون
١٢٨	علم سے مخدوم کی کیا مراد تھی
١٣٠	حق العباد
١٣٣	علی العموم مسلمانوں کے ساتھ برتاؤ
١٣٤	شاہزادگان وحکام زمانہ کے ساتھ مخدوم کی مرابطت
١٣٦	مخدوم کا بنگالہ سے تعلق
"	ترک جاگیر کی غرض سے دوبارہ سفر دہلی
١٣٩	اظہار کرامت سے تنفر
١٤٠	شیخ حمید الدین ومخدوم کی نقل
"	شیخ منہاج الدین ومولانا مظفر کی نقل
١٤٢	الشیخ یحیی ویمیت
"	مشائخین ہمعصر کے ساتھ برتاؤ
١٤٤	احمد بہاری وعز کاکوی کا دلی میں قتل ہونا
١٤٥	فطرت کا مخدوم پر اثر
١٤٧	مخدوم کا حلیہ
١٤٨	لباس
"	تشرع واتباع سنت
١٤٩	اتباع سنت
١٥٠	بدعت سے نفرت
"	اخلاق واوصاف

صفحہ	مضمون
١٥١	یتیموں واقربا کے ساتھ برتاؤ
"	پردہ پوشی
١٥٢	دوسروں کے ساتھ حسن ظن
"	طمع وخود غرضی چھو نہ گئی تھی
١٥٣	آپ کا بذل وسخا
"	آپ حاضر وغائب کا یکساں خیال رکھتے تھے
	مدح وذم خلائق کی پرواہ نکرتے تھے
"	التعظیم لامر اللہ والشفقۃ علی خلق اللہ پر آپ کا عمل
١٥٤	دنیا کو آپ مزرع آخرت سمجھتے تھے۔
"	کسیکی دلشکنی آپ روا نہ رکھتے تھے
"	آپ کی بلند ہمتی
١٥٥	کشف وکرامات کو راہ سلوک کے امتحانات تصور کرتے تھے
١٥٦	مخدوم اپنے حال پر ہر وقت روتے رہتے
"	مخدوم کا تواضع
١٥٧	آپ کا رحم
١٥٩	حق کہنے یا لکھنے میں آپ ہرگز نہ ڈرتے تھے۔

صفحہ	مضمون
۱۵۹	آپ رسم وعادت کے پابند نہ تھے
"	اسرار توحید خواص وعلم حقیقت نے ہند مین آپ سے ظہور پایٔی
۱۶۰	رعایت حقوق کا خیال
۱۶۱	خلق اللہ کے ساتھ آپ کی ہمدردی
۱۶۲	مخدوم کا شجرۂ بیعت وخاندان طریقت
۱۶۴	مخدوم کا مذہب وملت
۱۶۵	مخدوم حنفی المذہب تھے
۱۶۶	مخدوم کی اولاد
۱۶۷	مخدوم کے معاصرین
۱۶۸	دوسرے بزرگونکی نسبت مخدوم کی رائین
"	عین القضاۃ ہمدانی رح
۱۶۹	شیخ الشیوخ صاحب عوارف رح
"	خواجہ بایزید بسطامی رح
۱۷۰	حضرت خواجہ جنید بغدادی رح
"	خواجہ منصور حلاج رح
"	شیخ نظام الدین اولیا رح
۱۷۱	مالک دینار رح

صفحہ	مضمون
۱۷۱	شیخ شرف الدین پانی پتی
"	مخدوم کی نسبت دوسرون کی رائین
"	شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی رای
۱۷۲	آپ کی شان مین مولنا مظفر بلخی کا قصیدہ
"	آپکی تعریف مین نوشۂ توحید کے اشعار
۱۷۳	آپ کی تعریف مین محمد بن محمد عیسے البلخی کے اشعار
۱۷۴	صاحب لطائف اشرفی آپ کی تعریف مین فرماتے ہین۔
۱۷۵	احمد لنگر دریا آپکی نسبت لکھتے ہین
"	آپ کے بارہ مین حضرت عبد اللہ شطاری کا قول
"	ابو الفضل آپ کی شان مین لکھتا ہے
۱۷۶	مخدوم کی عمر
"	سلطنت کے انقلابات اور مخدوم پر اونکا اثر
۱۷۸	مخدوم کی وفات
۱۸۰	سنہ ۷۸۲ھ مین شب پنجشنبہ ۶ شوال کو رحلت فرمائی

صفحہ	مضمون
۱۸۵	مخدوم اشرف جہانگیر نے نماز جنازہ پڑھائی۔
۱۸۵	"پر شرف" تاریخ انتقال
	حصۂ دوم
	باب اول
۱۸۷	مخدوم اور علوم
"	فن حدیث میں مخدوم کا کمال
۱۸۹	تفہیم احادیث کیلئے مخدوم کی شرطیں
"	مخدوم کے نزدیک مذہب روایت بالمعنے مرجح ہے۔
۱۹۰	ذات وصفات باری تعالےٰ کی معرفت میں خبر واحد سے تمسک کرسکتے ہیں یا نہیں؟
۱۹۱	تشریح معانی احادیث
۱۹۲	الفقر سواد الوجہ فی الدارین کی شرح
۱۹۳	طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم ومسلمۃ کی شرح
۱۹۵	من عرف اللہ کل لسانہ کی شرح

صفحہ	مضمون
۱۹۵	دعا
۱۹۶	دعا کی نسبت بزرگوں کے اقوال
۱۹۸	تفسیر میں مخدوم کا پایہ
"	تفسیر میں مخدوم کی شرطیں
۱۹۹	تفسیر زاہدی و تفسیر کبیر پر مخدوم کی رائے
۲۰۲	معانی والفاظ قرانی پر مخدوم کی رائے
۲۰۳	فقہ میں مخدوم کی دستگاہ اور اس میں آپکا اصول
۲۰۴	یتغیر الفتوی بتغیر الزمان
"	ارجع الی القران فی جمیع الاحکام کی شرح
۲۰۵	قضاء القاضی ینفذ ظاہرا وباطنا
"	ایک مذہب والا دوسرے مذہب والے کے احکام پر عمل کرسکتا ہے یا نہیں
۲۰۶	ایک مجتہد دوسرے مجتہد کے اجتہاد پر عمل کرسکتا ہے یا نہیں اور کرسکتا تو کونسی حالت میں؟

صفحه	مضمون
٢٠٧	تمامی اقوال مجتهدہ مختلفہ مین جمع نہین کر سکتے ہین۔
٫٫	جمع بین الاقوال
٢٠٨	کس وقت تک اجتہاد ہے
٢٠٩	مخدوم کے زمانہ مین ہندوستان مین علوم کی حالت
٢١٠	کون کون باتین مفتی کے لئے ضروری ہین
٢١١	نئے مسائل فقہی مین کیا کرنا چاہیئے
٢١٢	اداے فرائض مین رضاے ابوین
٢١٣	قرأت فاتحہ خلف الامام
٫٫	دعاے قنوت در نماز صبح
٢١٤	آمین بالجہر و یا بالسر
٫٫	سجدہ لغیر اللہ
٫٫	امامت مبتدع
٢١٥	کما صلیت علی ابراہیم کی تشریح
٢١٦	معمولات و وظائف
٫٫	مخدوم سحر کو مانتے تھے
٢١٧	فرق میان سحر و معجزہ
٢١٨	علم کلام

صفحه	مضمون
٢١٨	دولت از قابل نگزرد و بنا مستعد نرسد"
٢٢٠	انبیا پیش از اظہار نبوت کبائر سے معصوم ہین یا نہین؟
٫٫	معراج پر مخدوم کی راے
٢٢١	معراج مین دیدار خداوندی کی نسبت مخدوم کی راے
٫٫	کسی شخص کا بوجہ کرامت خدا کو دنیا مین بہ بصر یا بدل دیکھنا جائز ہے یا نہین
٢٢٢	مشیت و ارادت
٢٢٣	مسئلہ خوف و رجا
٢٢٥	مسئلہ جبر و اختیار
٢٢٦	متشابہات مضاف بحق
٢٣٣	ایمان کے اقسام اور اونکی بحث
٢٣٤	علم و معرفت مین کیا فرق ہے
٫٫	حکما اشیا کی معرفت کما ہی جانتے ہین یا نہین
٢٣٥	ذات و صفات کی معرفت سے کیا مراد ہے۔

صفحہ	مضمون
۲۳۶	ذات باریتعالٰے کیا ہے
۲۳۷	ذات سے کیا مراد ہے
۲۳۸	افعال واحکام باریتعالٰے معلل بعلت ہین یا نہین
۲۴۰	حق تعالٰے کی ساری صفتین ورائے ذات ہین
۲۴۱	باری تعالٰے کی جتنی صفتین ہین سب حقیقت ہین
۲۴۲	حق تعالٰے موجود ہے اور واحد
۲۴۳	عقل علت معرفت ہے یا نہین
۲۴۷	"عقل معذورست در مقابلہ خدا"
۲۴۸	"ادراک معنی ملکوتی وجبروتی تعلق بکسب داردیانہ"
۲۴۹	اللہ تعالٰے کا کاروبار بندونکی طاعت یا معصیت کا پابند نہین ہے
〃	مخدوم عالم جید تھے
۲۵	مشتغل درس وتدریس
	باب دوم
۲۵۲	مخدوم والتصوف
〃	صوفی کا مذہب

صفحہ	مضمون
۲۵۳	فقیر وصوفی مین فرق
۲۵۴	فقیر وصوفی وزاہد مین فرق
۲۵۵	صوفی اور ملامتی مین فرق
۲۵۶	شریعت وطریقت وحقیقت مین اختلاف نہین ہے۔
〃	شریعت
۲۵۸	طریقت
〃	شریعت وطریقت مین فرق
۲۶۰	شریعت وحقیقت مین فرق
۲۶۲	علم حقیقت کے ارکان
〃	علم شریعت کے ارکان
〃	علم حقیقت کا قیام بے علم شریعت کے اور علم شریعت کا قیام ہے بے علم حقیقت کے
۲۶۴	ترک فرائض وواجبات
۲۶۶	معنے تحریمہ وسلام
۲۶۷	شریعت فقر کے لئے ضروری ہی
〃	پیر کی ضرورت از روے سلوک
۲۶۸	پیر کیسا ہونا چاہیئے۔
۲۷۱	شرائط شیخی
۲۷۴	مریدی کی شرطین

صفحہ	مضمون
۲۷۲	سلوک کے مراحل
۲۷۳	شہودی و وجودی
۲۸۰	مسئلہ معیت خداوند تعالے با جمیع اشیاء
۲۸۱	مسئلہ معیت پر مخدوم کی راے
۲۸۳	مسئلہ معیت پر خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ کی راے
۲۸۵	مخدوم و خواجہ دونون نفس مسئلہ مین متفق ہین
"	انسان و معرفت اشیاء کماہی
"	نفس و روح
۲۸۶	نفس
"	روح
۲۸۸	روح کی نسبت ابو بکر قحطی کا قول اور اوسکی جانچ پڑتال
۲۹۳	روح کا تعلق جسم کے ساتھ قبل از موت و بعد از موت
۲۹۵	عروج و نزول ارواح
"	صفت روح
۲۹۹	نظام عالم کی تدریجی تخلیق و انسان کی تدریجی ترقی
۳۰۱	معنی اہل کمال
"	اہل کمال کی قسمین
"	کامل آزاد و کامل مجرد
۳۰۲	کامل الحال کو تغیر نہین ہوتا
"	سلوک کے مختلف مقامات
۳۰۳	فنا - وفناء الفنا و بقا
۳۰۴	فنا فی التوحید و بقا من الفنا
۳۰۶	وصول
۳۰۷	ولایت
۳۰۸	ولی
"	معصومیت انبیا و محفوظیت اولیا
۳۱۰	فرق میان انبیا و اولیا
"	الولایۃ افضل من النبوۃ کی تشریح
۳۱۱	اولیا کی دو قسمین ہین
"	ولی کو اپنی ولایت کی خبر ہوتی ہے یا نہین
۳۱۲	قوت کشفیہ
۳۱۳	کشف کی قسمین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۱۳	کشف نظری	۳۲۱	آداب سماع
"	کشف دلی	"	مناسبت اخوان و زمان و مکان
"	کشف الہامی	"	رقص اور اوسکی اصل
"	کشف روحی	۳۲۳	وجد اور اوسکے وجوہ
۳۱۴	کشف خفی	"	اداب جوارح
"	خرق عادت	۳۲۴	زن و فرزند وغیرہ کی محبت سے طالب کو
۳۱۵	افعال ولی جو بظاہر خلاف آیات		زیان کا خوف ہے یا نہیں
	وحدیث ہوں	۳۲۶	**حصۂ سوم**
۳۱۶	اولیا کو نوشتہ لوح محفوظ سے	۳۲۶	مخدوم کے دو ہے
	اطلاع	۳۲۸	مخدوم کی تصنیفات
۳۱۷	بلا علم ظاہری کے ولی ہونا ممکن	۳۲۹	مخدوم کی انشاپردازی
	ہے یا نہیں	۳۴۵	خاتمہ
"	سماع		
۳۱۹	سماع کی عادت		
"	اقسام سماع		
۳۲۰	بیگانہ عورت و امرد کا گانا سننا		
	حرام ہے		
"	مرید ونکو پیر کی ریس پر سماع		
	سننا نہیں چاہیئے		
"	مجلس سماع جو اہل دل سے خالی ہو		

كَلَّا إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ ذَكَرَهُ

سیرت الشرف

یعنی

مفصل و مکمل سوانح عمری مخدوم جہان منبع وجدان عرفان۔ تاج الاصفیا مروج شریعت غرا۔ قمر الاحرار۔ بدر الابرار۔ طالب وصال عشوۂ دلدار محرم راز الوہیت حضرت داداد۔ جلیس مجلس طریقت سرور کائنات صلوٰۃ اللہ و سلامہ علیہ مخدوم والاتبار۔ عالی منزلت معالی اقتدار۔ خلاصۂ دودمان وحدت۔ خدیو عالم شاہدت۔ دادار اقلیم مکاشفت۔ سلیمان سریر ولایت۔ داؤد ملک خلافت سرفراز ارباب تحقیق۔ سرگروہ ارباب تدقیق۔ عارف اسرار صمدانی۔ واقف کنوز حقائق و معانی۔ صاحب صدق الیقین۔ شارب بادۂ مقام اسرار رب العالمین قدوۃ السالکین۔ زبدۃ الواصلین۔ مربع نشین مقام تمکین۔ شمس العارفین سلطان المحققین۔ حقائق آگاہ۔ ارشاد پناہ۔ فضائل انتباہ۔ فانی فی اللہ۔ باقی باللہ یکہ تاز میدان تجرید۔ شہسوار فضاے تفرید۔ مروج قواعد سلسلۂ فردوسیہ قطب الاقطاب شیخ المشائخ مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری بہاری قدس اللہ سرہ العزیز

مرتبۂ

رئیس الاودودمان ذو المجد والاحسان عالی جناب سید ظفیر الدین احمد صاحب رئیس و آنریری مجسٹریٹ و ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ ...

در مطبعۂ النیر واقع بانکی پور پٹنہ محلہ ہتھوا حلیۂ طبع پوشید

١٢٨٥٣

معذرت

مین نے ہوش سنبھالا اور آنکھین کھولین تو یہ دیکھا کہ اپنا کنبہ کا کنبہ اسلاف کی علمی اور روحانی بادہ کے نشہ مین مخمور ہے۔ اونھین کی صحبتون مین بزرگان سلف کے حالات دریافت کرنے کا شوق مجھے بھی ہوا اور اوسی زمانہ مین یہ آرزو پیدا ہونی اور بیحد بے چین کرنے لگی کہ اپنے وطن کے اکمل و کمل مخدوم الملک کے واقعات زندگی کے بکھرے ہوئے موتیونکی ایک خوشنما لڑی بناؤن۔ مگر تحصیل علوم کے مشغلے اور یونیورسٹی کی سختیان جن کی گتھیون مین مین اولجھا ہوا تھا کم فرصتی کی زنجیرون مین جکڑے ہوئے تھین سانتی فرصت کہان کہ اسطرف توجہ کرسکتا۔ لیکن کچھ ہی ہوا یہان وہی دھن بندھی رہی کہ پس از خرابی بصرہ یہ مرقع مرتب کرپایا جسکو ملک کے سامنے پیش کرتا ہون

یہ بات میرے بیان کی محتاج نہین کہ مین نہ تو اہل زبان اور نہ زباندان۔ بہار مین پیدا ہوا۔ یہان ہی پلا اور پرورش پائی۔ میری تعلیم کی جولانگاہ پٹنہ سے کلکتہ تک

اس تالیف سے ہرگز اپنی جوہر کا اظہار یا انشاپردازی کی شہرت منظور نہین ؎

ز تحریرم غرض عرض ہنر نیست ؛ دماغم از این بو باخبر نیست ؛ طپیدن داری از دل می نگارم ؛ اصول رقص بسمل می نگارم ؛ ہمین خون گریم در بزم ساقی ست ؛ دگر از ہرچہ گویم اتفاقی ست ؛ خیال لن ترانی ہم ندارم ؛ دماغ قصہ خواہی ہم ندارم ؛ دلے دارم حریفے داد خواہے ؛ کنون سر میکنم حرفے و آہے ؛

الراجی من اللہ الصمد

سید ضمیر الدین احمد بہاری عظیم آبادی

مقدمہ

خطبۂ قدس ست بنام قدیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چہ زہرہ خاک مسکین را کہ توحید خدا گوید   بدین آلودگی ذات مقدس را ثنا گوید
عروج جان اوج قاب قوسینش بود ہر شب   اگر سالک طریق مصطفےٰ را اقتدا گوید

تصوف مخالف انسانی نہین

ایسے زمانہ مین جبکہ ہر جگہ دنیا دنیا کی پکار ہی۔ اور چارون طرف سے الدینار و اللہ ھو کی آواز بلند ہو رہی ہے۔ دنیا کے بندون اور اوسکے حسن و جمال پر مرنے والون کے شور و غل سے کان پڑی آواز سنائی نہین دیتی۔ میرا ایک صوفی اور تارک الدنیا کے احوال لکھنا لوگون کے نزدیک سرود بے ہنگام اور نغمۂ بے آہنگ ہوگا۔ زمانہ کا رخ دیکھکر یہ نہایت مناسب ہوتا کہ مین اون لوگون مین سے کسی کے سوانح لکھتا جو خاص دنیا کمانے یا دنیا کے نام و نمود حاصل کرنے مین آپ اپنا نمونہ ہو گئے۔ اس سے کچھ بحث نہین کہ وہ اہالیان یورپ سے ہون یا اہالیان ایشیا سے۔ یا اس سے

بھی درگزر کرکے کوئی رسالہ تجارت وحرفت۔ صنعت ودستکاری۔ اصول تمدن وتاریخ۔ فلسفہ یورپ ومنطق۔ زراعت وفلاحت۔ ازین قبیل ایسے مضمون پر لکھتا جو دنیا اور اہل دنیا کی دنیا کمانے مین مساعدت کرتا۔ یہ ایک صوفی کے سوانح لکھنا تو اور دنیا کی چلتی گاڑی کی راہ مین روڑے بچھانا ہے۔ اور مسلمانون کو نغمۂ دوشینہ یاد دلا کر اونکی ترقی معکوس کا دروازہ جو ابھی ابھی چند بہی خواہان قوم کی کوششون سے بند ہوا تھا پھر کھولنا۔ لیکن مین اون لوگون کی خدمت مین جو یہ خیال رکھتے ہین نہایت ادب سے ملتمس ہون کہ ایسے خیالات بالکل بے وجود ہین۔ تصوف پر حاشا وکلا ایسا اعتراض نہین ہوسکتا۔ اور واقعی جو اہل تصوف ہین اونکا دامن ایسے بدنما دھبون سے پاک وصاف ہے۔ "دوست ترین خلق خداوند تعالےٰ نافع ترین خلق بود مرعیال اورا۔" (اے ہمہ خلق عیال خداوند تعالےٰ اند ازبہر آنکہ ہمہ روزی اومی خورند)۔ یہ اونکا اصول ہے۔ اصل یہ ہے کہ لوگون نے تصوف اور اہل تصوف کے سمجھنے مین غلطیان کی ہین۔ اور اون کے اصول کو جو نہایت دقیق ہین نہ سمجھ سکے۔ اگر اونکو وہ سمجھتے تو ہرگز ایسی بدگمانیان تصوف اور اہل تصوف کے ساتھ نہ رکھتے۔

دنیامین جتنے علوم مدون ہوئے کسی غرض سے

دنیا مین جتنے علوم ایجاد ومدون ہوئے ضرور کسی نہ کسی غرض کیلئے۔ دینی ہو یا دنیاوی۔ آغاز آفرینش سے اسوقت تک اگر ادنٰے سے ادنٰے

علم کو بھی لو اور اوسکی ابتدا - اوسکی سلسلہ وار ترقی - اوسکی انتہا پر ایک غامض نظر دوڑاؤ تو تمکو ضرور اس بات کا پورا یقین ہو جائیگا کہ کوئی وجہ ضرور اوسکی ایجاد کی ہوئی اور کوئی غرض خاص ضرور اوس سے متعلق ہی - اس ایجاد مین کچھ تو خاص اوس زمانہ کے خیالات اور ضرورتون کو جس مین وہ علم ایجاد ہوا دخل ہوتا ہے اور کچھ غیر محسوس طریقہ سے اوس ملک کے طبائع کو جس مین وہ علم ایجاد کیا گیا دسترس ہوتا ہی - تہذیب عالم کی تاریخ جسکی نظر سے گزری ہوگی وہ ضرور میرے بیان کی تصدیق کریگا -

آغاز زمانہ تہذیب مین تدوین علوم کا دائرہ

ایک زمانہ وہ تھا کہ انسان کا ہر کام اس دنیا سے متعلق ہو یا عقبیٰ سے قواے ارضی سے بے سروکار اور قواے سماوی کے تحت تصرف مانا ہوا تھا - انسان مجبور محض سمجھا جاتا تھا - اور اوسکے جتنے قواے تھے وہ کالعدم اور محض بیکار تصور کیئے جاتے تھے - لوگ قدم قدم پر ذرا ذرا سی باتون کے لئے دیبیون اور دیوتاؤن کے محتاج تھے - اوس زمانہ مین جتنے علوم مدون ہوئے اونکا تعلق قریب قریب تمامتر سماوات ہی سے رہا -

فی زمانا علوم کا دائرہ کس کس چیز کو دائرہ

رفتہ رفتہ جیسے جیسے مخلوقات پھیلتی گئی اور اوسکے خیالات تجربات زمانی اور ضروریات زندگانی کیوجہ سے وسیع ہوتے گئے - اور تمدن و معاشرت کے لحاظ سے نت نئی ضرورتین پیدا ہوتی گئین ایجاد و تدوین مین بھی انقلابات ہوتے گئے - اور ضرورت کی مناسبت سے ایجاد و تدوین کا دائرہ وسیع ہوتا گیا -

یہانتک کہ آج علوم کا دائرہ ارضیات و فلکیات بلکہ غیر محسوسات کو بھی محیط ہے۔

تدوین تصوف کی ظاہرا تاریخ

علم تصوف کی تدوین کی ظاہرا تاریخ یہ ہے کہ جب خاندان بنی عباس کا خلیفہ منصور ۱۳۶ھ ہجری مین تخت نشین ہوا تب اوسنے اپنی علمیت اور فضل و کمال اور حوصلہ افزائی کے باعث علوم و فنون کا دریا بہادیا اور جسکی ابتدا خالد بن یزید نے کی تھی اوسکے پھولنے پھلنے کے سامان مہیا کردئیے۔ اسلامی علوم کی تدوین شروع ہوئی۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فقہ کی تدوین کی۔ ابن اسحٰق نے غزوات نبوی لکھے۔ امام مالک۔ اوزاعی اور سفیان ثوری وغیرہ نے حدیثون کو جمع کیا۔ ترجمہ کا سلسلہ بھی نہایت اولوالعزمی کے ساتھ شروع ہوا۔ مختلف مذاہب کی تحقیقات بھی شروع ہوئی۔ یونانی۔ ایرانی۔ مصری فلسفیونکی تصنیفین ترجمہ کے ذریعہ سے ممالک اسلامیہ مین شائع ہونے لگیں۔ اشاعت فلسفہ نے الحاد کے دروازے کھولدیئے۔ اور خلیفہ منصور کے زمانہ تک الحاد کی ہوا نہایت تند و تیز رہی۔ لیکن جب اوسکا بیٹا مہدی تخت نشین ہوا تو اوسنے اس آگ کو آب شمشیر سے بجھانا چاہا اور محکمہ تحقیقات زنادقہ قائم کرکے الحاد کے راستے مسدود کرنا چاہے مگر وہ اسمین کامیاب نہو سکا۔ تب اوسنے حکم دیا کہ علمائے اسلام تصنیفون کے ذریعہ سے انکی تردید کرین۔ ہمارے علمانے "آہن باآہن توان کرد نرم" کے

اصول کو پیش نظر رکھکر علم کلام کی بنیاد ڈالی جس نے خیالات ملحدانہ کی
پوری بیخ کنی کردی۔ مگر اسیکے ساتھ فلسفہ کی اشاعت اور علم کلام کی ایجاد
نے ہمارے دماغ کو اعلے اور دقیق مضامین کو سوچنے اور سمجھنے کیلئے مستعد و
آمادہ کردیا۔ قواے متخیلہ و ممیزہ اور دیگر دماغی قوے کو کام مین لانا اور اونکی مدد سے
ایک نتیجہ منطقی طور سے استخراج کرنا قوم کو آگیا۔ اب ایسے ایسے مسائل کہ "یہ
کائنات کیا ہے؟"۔ "اسکا صانع کون ہے؟"۔ "وہ اکیلا ہے یا اوسکا کوئی
شریک بھی ہے"؟۔ "اوسکے کیا اوصاف ہین؟"۔ "اس تخلیق کی علت غائی
کیا ہے"؟۔ "ہم کیا ہین؟"۔ "ہم مختار ہین یا مجبور؟"۔ "ہمکو باہم کیسا برتاؤ
رکھنا چاہیئے"؟۔ "نیک و بد کیا ہے؟"۔ "نیک و بد کی تمیز وہبی ہے یا کسبی؟"
"بے غرضی یا خود غرضی۔ نیک و بد کی تمیز یا خود پسندی ہمارے اعمال کی
جڑ ہے یا کیا؟"۔ "اعمال نیک کی کیا جانچ ہے۔ اور نیکی کی باضابطہ و باقاعدہ طور
سے کیونکر تشریح و توصیف کر سکتے ہین؟"۔ "اصول اخلاق بین ہین یا محتاج
ثبوت؟"۔ "اصول اخلاق کو من حیث ھو قوانین من اللہ انسان کے باہمی ارتباط
سے مستخرج کر سکتے ہین یا نہین؟"۔ "حشر و نشر۔ عقاب و ثواب۔ جزا و سزا
کیا ہے؟"۔ "ہماری روح کو ہماری دنیاوی زندگی ہی تک ہمارا ساتھ ہے یا
کیا؟" اور اسیطرح کے دوسرے مضامین پر فلسفیانہ طور سے غور ہونے لگا۔

۱۰ ارسطو کے فلسفہ نے ان مسائل کے حل مین بڑی مدد کی۔ اوسنے ثابت کر دیا کہ ثواب و عقاب

حشر و نشر اصلیت رکھتا ہے ۔ اللہ تعالےٰ ایکیلا ہے اور متصف بصفات
ہے۔ اور بہت سے عقائد جو مذہب اسلام کے ہین اونکا ثبوت فلسفیانہ طور
سے اسکی تحریرات مین پایا گیا۔ تھیاسوفطرسطس (Theosophreastus)
جو ارسطو کا شاگرد تھا اوسکی تحریرون نے اس خیال مین مدد دی کہ خدا
کی ذات وصفات مین کسی قسم کا تغیر نہین ہوسکتا۔ زینون (Zeno)
کی تحریرات نے وحدت وجود کے مسائل کی اشاعت کی ۔ غرض دقیق
سے دقیق اور اعلےٰ سے اعلےٰ مضامین۔ خالق سے متعلق ہون یا
مخلوق سے ۔ دین سے متعلق ہون یا دنیا سے ۔ اُن پر خوض و غور کرنا قوم نے
سیکھ لیا اور اُسکو اونمین ملکہ تامہ حاصل ہو چلا۔ علماء ربانی کو جو ایسے
ایسے مضامین سینہ بسینہ لئے آتے تھے اور قوم کی عدم لیاقت و قابلیت
کی وجہ سے عام طور سے اُنکی تعلیم علم کی حیثیت سے نہین کرتے تھے اور اسوقت تک
اونکی تدوین نہین کرسکے تھے پورا موقع ہاتھ آیا کہ اونکی تدوین کرین اور اونکو
علم کی حیثیت دین ۔ اگرچہ فلسفہ وکلام بھی انکے درک کی پورے طور سے دوا نہو سکے
اور یہی ہونا تھا کیونکہ وہ امور جو قواے ظاہری کے ادراک سے بہت ارفع و
اعلےٰ ہون اونکو ہماری عقل ناقص کہان تک درک کرسکتی ہے ۔ تاہم ان علوم نے
بڑی مدد کی اور اُنکو اظہار حقائق کی جرأت دلائی یہانتک کہ علم تصوف کا معجون مرکب تیار
ہوگیا جس سے ہمارے روحانی امراض کا پورا استیصال ہوگیا۔ اور جس سے ہماری

قوت نے زور پکڑ کر زندگی روحانی کو تازہ کر دیا۔

اول صوفی و
اول خانقاہ

اول شخص جو صوفی کے لقب سے ملقب ہوا۔ وہ ابوالقاسم الصوفی تھا۔ یہ دوسری صدی ہجری کی ابتدا مین گزرا ہے۔ اور امام اعظم رحمہ اللہ کا معاصر تھا۔ اسکا وطن کوفہ تھا۔ اور اسکا وصال ۱۵۰ھ ہجری مین ہوا۔ پہلی خانقاہ جو صوفیونکی بنی اوسکا بانی بھی یہی ہوا۔ یہہ خانقاہ شام کے ایک شہر رملہ مین بنی تھی۔

اب رہی یہ بات کہ لوگ اس تصوف کو جیسا سمجھنا چاہئے کیون نہین سمجھتے اور بعد فی اللہ اسکے گرد افترا کی دیوار قائم کر رکھی ہے اور اسکو نہایت ہی بھونڈے لباس مین عامہ خلائق کے سامنے پیش کرتے ہین؟ اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ سراسر دقیق و نازک امور سے مملو ہے۔ یہ ہر شخص کا کام نہین ہے کہ ہر علم کی کنہیات سے واقفیت حاصل کر لے۔ خاصکر کے اوس علم کی کنہیات سے جو قوائے ظاہری کے ادراک سے باوجود جہد بلیغ کے بہت کچھ پرے اور فلسفیانہ پہلو لئے ہوے ہو۔

اسکو یون سمجھو کہ ہمارے رجحانات جو افعال کی اعلےٰ ترین منبع ہین اپنے بیجا استعمال کی وجہ سے اکثر صریح غلطیونکا محل بنجاتے ہین۔ اور بادی النظر مین تہہ در تہہ پیچیدگیون کا عقدہ معلوم ہونے لگتے ہین۔ جن سے معمولی علم و لیاقت عاجز آکر انکے مرجع کو یا تو لغو یا سرے سے غلط سمجھنے لگتی ہے۔ یہہ ایک بڑے

پختہ دل و دماغ کا کام ہے کہ اپنی قوت دماغی سے جو تواتر عمل کی بدولت دقیق باتوں کی تہہ
کو بلا تھکن پہونچنے کی قابلیت حاصل کر چکی ہو نفس مضمون کو سوچے اور سمجھے جب
یہہ ہو تو البتہ دقیق سے دقیق مسئلہ کی تہہ کو آدمی اپنی بساط کے اندازہ سے
پہونچ سکتا ہے۔

پی فلسفی

یورپ کے ایک بڑے فلسفی کا قول ہے کہ۔ اگر ہم خوب ڈوب کر دیکھین تو
اپنے فطری رجحانات کو ہم تین قسم پر منقسم پائینگے۔ ایک تو وہ جسکا مرجع ذاتِ
خداوندی ہے اور یہی ہماری تمامی محبت کی جڑ ہے۔ دوسری وہ جسکو ہماری اپنی ذات
اور اپنی راحت سے تعلق ہی۔ تیسری وہ جو ہمارے دوسری مخلوق کے ساتھ انس رکھنے
سے پیدا ہوتی ہیں۔

اول قسم کی نسبت یہ ضرور کہا جائیگا کہ چونکہ یہ ہمارے وجود اور ہمارے خالق
کے ساتھ مستلزم ہے اسلئے یہ ہماری اعلےٰ فکر کی سزاوار ہی۔ یہ ایک اعلےٰ خواہش
اوسکے دماغ مین رکھی گئی ہے جو اوسکو ایسی تمنا کے ساتھ بیقرار کر رہی ہے جو بلا روحانی
بینائی کے جو اوسکی قدرت سے باہر ہے پوری نہین کیجا سکتی۔ اس پاکیزہ بجیری سے وہ
متاثر ہوتی ہے اور ابدی خیر کی تحصیل کی تحریک اوسکو گدگداتی رہتی ہے۔ اور وہ دماغ
کو ایسی چیز کے دریافت کرنیکی طرف ملتفت کرتی ہے جو اوس ابدی خیر پر دال ہو لیکن
جو چیز پیش کیجاتی ہے وہ آنی طرب خیز ہوتی ہے۔ اسیوجہ سے اوسکو اوس چیز
کے نقصان کا یقین ہو جاتا ہے۔ اور وہ اوسکو رد کرنے پر مجبور ہوتی ہے۔ اور

ایسی چیز کی تلاش اوسکو ہوتی ہے جو اوسکی اعلےٰ لیاقت کیے زیادہ تر مناسب ہو۔
پس خیر محض اور جگنوپنگی کی ڈھن میں ہماری خواہش بین الرجاء والیاس حرکت میں
رہتی ہے۔ اور اسکا یہہ عدم سکون ہمکو بہت سی غلطیون مین ڈالتا ہے۔

ہماری خواہش خیر ممکن کی دلدادہ ہوکر ہمارے تخیلات کو ایکدم سے
ایسی چیزونکا پابند کردیتی ہے جو ہماری ذات سے متعلق ہین اور یہہ خواہش بادی النظر
مین ایسی ذاتی خوشیون کا ہمکو مترصد بنا دیتی ہے جنکا عملی پلّہ راستی کی پلّہ
سے گران بار ہی۔ مگر ان احاطون مین بھی اسکو استقلال نہین۔ ابھی اسپر
دوڑی ابھی اوسپر۔ سچ ہے اونکو ہرگز اسکی قابلیت نہین ہوسکتی کہ ابدی خیر سے
جو اعلےٰ ہی مقابلہ کرسکے یا اوسکو روک سکے۔ اسی لئے اون چیزون سے جن
مین ہمکو دلچسپی نہین ہے نفرت پیدا ہوجاتی ہے۔ اور ہم مین سے بے غرضی کے خیالات
کی ناقابلیت اور لازمی طور سے اون چیزون سے جو ہم سے نہایت اعلےٰ ہین لیکن
نہایت غیر محسوس طریقہ سے ہمسے متعلق ہین جہالت پیدا ہوجاتی ہی۔ اسیواسطے
ایسے امور جو خالص افکار سے متعلق ہین ناپرسان ہوجاتے ہین۔ اور باوجود قدامت کے
ان میں نہایت حقارت آمیز تردیدات اور دھوکھے مضمر معلوم ہوتے ہین الخ۔ ٹھیک
یہی حال تصوف کا ہے۔ کیونکہ اسمین فلسفۂ حقہ کو بہت کچھ دخل ہے۔ اور اسیوجہ سے
تصوف جو تمامی فرائض اور زندگانی جاویدانی کو شامل ہی اور جو زیادہ تر افکار و مشاہدات
پر مبنی ہی عوام تو عوام خواص کی سمجھ مین بھی پورے طور سے نہ آیا اور اونکی توجہ کو اپنی

طرف بہت کم مائل کرسکا۔

امام غزالی کا قول ہو کہ: انسان کی زندگی علے العموم تین زمانون پر منقسم ہے

ایک تو ایام طفولیت جسمین بالکل محسوسات سے تعلق رہتا ہو۔ دوسرا وہ جو سات برس کی عمر کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اسمین قوت مدرکہ کے آثار ظاہر ہونے اور پرورش پانے لگتے ہین۔ تیسرا وہ زمانہ جس مین تفہم اور فیصلہ کی قوتونکا آغاز۔ پرورش۔ اور تکمیل ہوتی ہے۔ ان ہی قوتون کی مدد سے دماغ ضروریات۔ ممکنات۔ موہومات۔ وغیرہ۔ ازین قبیل ایسی اعلےٰ چیزون سے جو ادراک سے باہر ہین وقوف حاصل کرنے لگتا ہے۔ لیکن ان کے بعد ایک چوتھا زمانہ بھی ہے جسمین انسان کی دوسری آنکھ کھلتی ہے اور وہ اسرار غیبی پر حاوی ہونے لگتا ہو۔ اُسکو ایسی باتونکا جو ہونیوالی ہین اور ایسی چیزونکا جو فہم سے باہر ہین وقوف ہونے لگتا ہے۔ پھر چونکہ لازمی طور سے ایسی چیزین جو تفہم اور فیصلہ کی قوتون سے متعلق ہوتی ہین قوت ادراک کی وسعت سے باہر ہوتی ہین اور وہ چیزین جنکو قوت مُدرکہ سے تعلق ہے وہ قوت حسیہ کی طاقت سے زیادہ ہوتی ہین اسی لئے ضرور وہ چیزین جو چوتھی زمانہ سے متعلق ہین اول کے تینون زمانون کی قوتون سے زیادہ ہونگی۔ تصوف کو اسی چوتھے زمانے کی قوت سے تعلق ہے۔ پھر اسکا عام فہم ہونا کیونکر ممکن ہے۔ **بیت**۔ رہ دیوانگان عاقل چہ داند؛ صفائے صوفیان غافل چہ داند؛

متصوفین تصوف کی ابتدا حضرت آدم صفی اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

امام غزالی کا قول

(متصوفین) تصوف کی ابتدا (آدم) سے بتاتے ہین

سے بتاتے ہین اور یہہ کہتے ہین کہ بلا ظاہری تدوین کے یہہ سینہ بسینہ ہمارے پیغمبر آخر الزمان صلعم تک پہونچا۔ اور آنحضرت صلعم سے بذریعہ صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مسلمانون مین شائع ہوا۔ یہہ جسم اسلام کا گویا روح رواں ہے اور جیسا مغز کو پوست سے واسطہ ہے وہی تصوف کو اسلام کے ظاہری مسائل سے۔ مولٰنا روم فرماتے ہین۔ ؎ من ز قرآن مغز را برداشتم ٭ استخوان پیش سگان انداختم ٭

صوفیونکی تحقیقات متکلّمین کے مطالب سے برتر ہے۔ اور انکے کلام مین مغز اور لُب بہت ہے۔ انکا طریقہ حکماے اشراقیئین[له] کے مانند ہے۔ متکلمین گویا حاملان قرآن و احادیث و آثار نبوی صلعم کے رکاب گیر ہین۔ اور اہل تصوف اوّل الذکر کے جلو مین براق پر سوار۔ نعم المتبوع و نعم التابعون۔ اہل تصوف صرف تابع و الوش خوار حضرت سید الابرار ہین۔ دوسرے کی تبعیت و کاسہ لیسی سے کچھ کام نہین رکھتے۔ جس کسیکا سخن سلف و خلف سے انکے کلام کے مطابق ہو ہو۔ اور جس کسیکا بیان متقدمین و متاخرین سے ظاہراً و باطناً انکی تحقیق کے مخالف پڑے پڑے۔ انکی تحقیق تقلید سے بری اور محض القا و تائید ہے۔ انکے معلومات انکو اپنی مظنونات نہین ہوتے۔ اور انکے مکشوفات انکی اپنی موہومات

له وہ مرتاض گروہ حکما جو بذریعہ تصفیہ قلب و کشف باطن کے اپنے شاگردون کو دور بیٹھے ہوئے تعلیم دیا کرتے تھے۔ مثل مشائیئین کے ایک کو دوسرے کے پاس جانے کی ضرورت نہوتی تھی۔ منہ

نہین۔ انکی حقیقت بے آمیزش بطلان ہے۔ اور انکی محمدیت بلا غش نقصان۔ جو کچھ کہ خدا نے فرمایا یہ فرماتے ہین۔ اور جو کچھ کہ رسول برحق نے دکھایا ہے یہہ دکھاتے ہین۔ برعکس اسکے متکلمین کے کلام مین خطا و ثواب کو گنجایش ہے۔ کیونکہ یہہ اپنی جانب سے ایک امر محدث پیدا کرتے ہین۔ اور اعتقاد مین اپنی رایون سے اجتہاد کرتے ہین اور پھر بحسب اصول مشہورہ "المجتہد یخطی و یصیب" انکے کلام مین خطا و صواب جائز ہے۔ چنانچہ میر درد علیہ الرحمۃ اپنی علم الکتاب مین فرماتے ہین کہ:۔

"علماے متکلمین پہلے ایک امر اپنے ذہن مین قائم کرتے ہین اگرچہ وہ معقول اور مدلل ہویا نہو۔ پھر اپنے ادعا کے استحکام استقرار کے لئے اور امر مخدوشہ کے مسلم رکھنے کی غرض سے کوشش کر کے دلائل پیدا کرتے ہین گو اس امر کے اثبات کے لئے دلائل عقلی ہون یا نہون لیکن وہ اپنے زعم مین ادلۂ عقلیہ لاتے ہین۔ اور نفس الامر مین وہ ادلۂ عقلیہ نہین ہوتے اور دلالت وہم سے ناشی ہوتے ہین۔ کان الزعم ھو القول بلا دلیل۔ لیکن چونکہ وہ اُن دلائل کو اپنے زور عقل سے نکالتے ہین اسلئے اونکو دلائل عقلیہ سمجھتے ہین۔ بعض جگہ تو اتفاقاً یہ درست پڑتے ہین اور بعض جگہ ٹھیک نہین بیٹھتے۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ ان پر کوئی امر کشف نہین ہوتا ہے۔ برعکس اسکے عرفا و اہل حقیقت کہ اہل اللہ ہین شریعت کو عین حقیقت جانتے ہین اور اسلئے کاشف حقائق و دقائق ہین۔ اور ہر امر کے سر کو کما ہو جانتے ہین اور حاصل بیان کو ہر نہج سے معلوم کر کے اور اپنی ذات مین اطمینان پیدا کر کے

دوسرونکو ہر نہج سے جواب دیتے ہین - اب رہے حکما انکی بنیاد اسپر ہے کہ جو کچھ ادلۂ عقلیہ سے
ثابت ہو اوسکا اثبات کرین - اسی دعوے مین اکثر علماے جاہل طبیعت ہر حقیقت کے
اظہار کو اور ہر امر کے بیان کو کہ بطور معقول واقع ہوتا ہے سنکر کے بلا سمجھے کہدیتے ہین کہ یہہ
نہج حکماے اور مشرب حکیمانہ ہے - اور اس امر کی حقیقت کو نہین پہونچتے کہ اگر واقعی وہ حق ہے
تو پھر گفتۂ حکیم چہ حیثیت - جو کچھ کہ نفس الامری اور واقعی ہے حق ہے - اور جو کچھ کہ غیر واقعی ہے
وہ باطل و ناحق ہے کسیکا گفتہ و ناگفتہ کوئی شئے نہین - اون حکمانے کہ صرف عقل
کی تبعیت اختیار کر رکھی ہے حقیقت الامر سے بے نصیب ہین اور اپنی عقل کے پابند
اونکا اوس کوچہ مین کہ وراے عقل و فہم واقع ہے اور نور ایمان و اتباع پیغمبر سے منکشف
ہوتا ہے گذر نہین - اور اس سے بیخبر ہین کہ اونکے امور معقولہ کے سواے بھی ایک امر ہے کہ
نور رحمانی سے انبیا و اولیا اوسکو دیکھتے ہین - جسطور سے متکلمین اپنے اوہام مین گرفتار ہین
اوسی طور سے حکما بھی اپنی عقل کے سامنے بے اختیار ہین - کہ اونکی عقل کی روشنی نے
اون کے باطن کے نور نگاہ کو خیرہ بنا رکھا ہے - اور علما کی ظاہری آنکھ کی روشنی نے اونکی
نور عقل کو تیرہ کر ڈالا ہے کہ صرف ظاہری امور کو دیکھتے ہین اور ہرگز عقل کو کام مین نہین لاتے
حکما صرف عقل سے کام لیتے ہین اور وہ امور جو عقل سے برتر ہین باوجودیکہ اونکی بابت
ادلۂ معقولہ بھی ہون درک نہین کرتے - اسکی وجہ یہ ہے کہ نور حقیقت سے یہ بے بہرہ ہین
علما الفاظ کی زنجیر سے جکڑے ہوئے ہین اور حکما معانی کے چاہ مین مقید ہین - حالانکہ
الفاظ و معانی دونون صرف اعتبارات ہی ہین اور جو شئے حقیقت ہی وہ شئے دیگر ہے -

پہنچ ہے کہ وہ اولیاے اکملین و عرفاے محققین ہی ہین کہ حقیقت کو شرف شہود سے مشرف ہوئے ہین۔ انکا کلام عقلاً و نقلاً ثبوت کے درجہ کو پہونچتا ہے۔ اور ظاہراً و باطناً آیات و احادیث کے مطابق ہوتا ہے۔ مدلول قبل از دلیل اُن پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور دلیل کے بعد بھی وہی مدلول روشن ہوتا ہے اور دلیل کے ساتھ بھی وہی مدلول مشہود ہوتا ہے۔ اور درمیان دلیل بھی وہی مدلول دکھائی دیتا ہے کہ۔ ما رأیتُ شیئاً اِلّا و رأیتُ اللہ قبله و بعده و معه و فیه فهو الاول والاٰخر والظاهر والباطن وهو بکل شیٔ علیم۔ انکی حکمت حکمت الٰہی ہے اور انکا علم غیر متناہی معقول انکے حضور مین دست بستہ ہے۔ اور منقول معنعن ثبوت کو پہونچا ہوا۔ غرضکہ انکی تحریر و تقریر محض بالقاے حضرت عزت و افاضۂ جناب رسالت ہے"۔

صاحبِ کشف الظنون ابن صدر الدین سے تصوف کی تعریف یہہ بیان کرتے ہین کہ:۔

"یہ وہ علم ہے جس سے آدمی کو خدا کی راہ کے مدارج مین جو ترقی ہوتی ہے اور اوس مین جو باتین پیش آتی ہین اونکا بقدر طاقت بشری پتا ملے۔ مگر ان درجات و مقامات کا کما حقہ بیان کرنا محال ہے۔ اسلئے کہ الفاظ اون معانی کے لئے وضع کئے گئے ہین۔ جن تک اہل لغات کی فہم کی رسائی ہے۔ اور جو معانی ایسے ہین کہ اون تک سوای اوسکے کوئی نہین پہونچ سکتا جو خود اپنی ذات سے غائب ہے اون کے لئے الفاظ کیونکر وضع کئے جا سکتے ہین۔ اور جب سرے سے الفاظ اُنکے لئے وضع ہی نہین ہوئے تو بیان کیونکر کئے جا سکتے ہین۔ جیسے کہ معقولات کا در

اوہام سے اور موہومات کا خیالات سے اور تخیلات کا حواس سے نہیں ہوسکتا اوسیطرح جو چیز عین الیقین سے دیکھی جا سکتی ہے وہ علم الیقین سے نہیں جانی جا سکتی۔ جو شخص اسکا ارادہ کرے وہ خود اُن معانی تک پہونچنے کی کوشش کرے۔ نہ یہہ کہ یہہ خواہش کرے کہ کوئی بیان کردے۔ اسلیئے کہ اسکا درجہ عقل سے باہر ہے۔ **شعر**

علم التصوف علم لیس یعرفه ۔۔۔ الا اخو فطنة بالحق معروف،

ولیس یعرفه من لیس یشهده ۔۔۔ وکیف یشهد ضوء الشمس مکفوف،

یعنی۔ علم تصوف ایسا علم ہے کہ اُسکو سواے ایسے آدمی کے جو فطین اور اہل حق ہو کوئی نہیں جان سکتا اور جو اسکا مشاہدہ نہ کرے وہ نہیں جان سکتا۔ بھلا آفتاب کی روشنی اندھا دیکھہ سکتا ہے؟۔

پھر صاحب **کشف الظنون** لکھتے ہین کہ:۔ "ابوالخیر نے اپنی کتاب کے دوسرے حصہ مین اون علوم کو بیان کیا ہے جو عمل کے ثمرہ سے متعلق ہین۔ اور کہا ہے کہ اس علم کے لئے بھی ایک ثمرہ ہے جسکا نام علم مکاشفہ ہے۔ اسکو عبارۃ بیان نہین کرسکتی مگر اشارۃ جیساکہ رسول صلعم نے فرمایا کہ بعض علم ایسے چھپے ہوئے ہین جنکو سواے علماے ربانی کے کوئی نہین جانتا ہے۔ اور جب یہہ علما کچھہ بولتے ہین تو عام لوگ انکار کرتے ہین۔ اور ابوالخیر نے اس حصہ مین ایک مقدمہ اور ایک شجرہ مرتب کی ہے جسکی کئی شاخین ہین اور پھل۔ اور یہہ لکھا ہے کہ شجرہ علوم باطن ہے۔ اوسکی شاخین عبادات۔ عادات۔ مہلکات۔ اور منجیات ہین"۔

امام قشیری نے لکھا ہے کہ: رسول صلعم کے وقت کے مسلمان سواے

صحبت رسول صلعم کے کسی کمال کے ساتھ مشہور نہوئے اور انکو صحابہ کا خطاب دیا گیا اسلئے کہ
اس سے زیادہ کوئی فضیلت نہیں ہے۔ اور اصحاب کے دیکھنے والے تابعین کا لقب پائے۔ پھر لوگ
مختلف مراتب کے ہوئے اور خاص لوگونکو جو ہمہ تن دین مین محو تھے زہاد اور عباد کا لقب ملا۔ پھر
بدعتیں نکلنے لگین اور ہر فرقہ دعوے کرنے لگا کہ صرف ہم ہی مین زہاد ہین۔ تب اہل سنت کے
خاص لوگ جو ہمیشہ اللہ تعالےٰ کے ملاحظہ مین رہتے ہین اور غفلت سے اپنے دلکو محفوظ رکھتے ہین
متصوف کے نام سے موسوم ہوئے۔ اور یہہ نام ان حضرات کا قبل دوسری صدی ہجری کے مشہور ہو گیا۔

صاحب کشف الظنون لکھتے ہین کہ :۔" حکماے الٰہئین مین سے
اشراقیئین اور خصوصاً متاخرین جنکا مذہب اہل اسلام کے مخالف نہیں ہے وہ مشرب و
اصطلاح مین صوفیون کے مانند ہین۔ تو کیا تعجب ہے کہ یہہ اصطلاح ان ہی لوگونکی اصطلاح سے ماخوذ ہو
اور یہہ بات اوس شخص پر جسنے حکمت اشراقیئین کی کتابین دیکھی ہین مخفی نہین ہے۔"

امام حجۃ الاسلام محمد بن محمد الغزالی فرماتے ہین کہ :۔" تصوف
دو چیزست یکے راستی با خدا تعالےٰ و دیگرے نیکوئی با خلق۔ ہر کہ با خدا تعالےٰ راست کار است
و با خلق نیکو خوے و بردبار ست او صوفی ست۔ و راستی با خدا تعالےٰ این ست کہ حظ خود را
فدا ے امر وے کند۔ و نیکو خوئی با خلق آن ست کہ کس را از مراد خود نہ ارد۔ بلکہ خود را از مراد ایشان
دارد مادام کہ مراد ایشان موافق شرع باشد۔ زیرا کہ ہر کہ خلاف شرع کند و یا بخلاف شرع رضا
دہد۔ او صوفی نباشد۔ و اگر دعوی تصوف کند مدعی کذاب باشد۔" (خلاصۃ التصانیف)

حضرت مخدوم شرف الدین احمد بہاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ :۔

تصوف ماخوذ ہے صفا سے۔ اور صفا ہر زبان اور ہر زمان مین محمود سمجھا گیا ہے۔ اسکا ضد کدورت ہی اور یہہ ہر زبان اور ہر زمان مین مذموم مانا گیا ہی اسیلئے وہ شخص جسکا باطن صاف ہی اوسکو متصوف اور صوفی کہتے ہین اور اوسکی جماعت کو متصوفہ۔ مسلمانون مین اسکے وجود کی یہہ تاریخ ہی کہ قرن بعد صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کے ایک گروہ اہل بدعت کا ظاہر ہوا۔ ان مین کا ہر شخص اپنے کو زاہد و عابد کہتا تھا۔ خواص اہل سنت و جماعت ان سے الگ ہوگئے اور جادۂ اعتدال و راست پر رہ کر اپنے باطن کی صفائی مین مشغول ہوئے۔ لوگ انکو صوفی کہنے لگے۔

صوفیوں کا اصول

یہہ شریعت نبوی کا ادب ہر حال مین ملحوظ رکھتے تھے۔ اور اسکی پابندی کو اپنا جزو ایمان سمجھتے تھے۔ انکا اصول علم و عمل و بخشش پر مبنی تھا۔ تصوف کا اول علم ہے اسکا اوسط عمل۔ اور اسکا آخر بخشش۔ یہہ گروہ اول خالصاً للہ علم شریعت حاصل کرتا ہے۔ پھر خالصاً للہ اوسپر عمل کرتا ہے۔ پھر بخشش پاتا ہی جسکی وجہہ سے قرب حق کا سزاوار ہوتا ہے اور قرب حق سے تقرب صفتی مراد ہے نہ تقرب مکانی یعنی اوصاف محمودہ کہ لازمۂ ذات خداوندی ہین اوس مین آجاتے ہین جنپر سارے تمدن کا مدار ہے پس وہ شخص جو عالم تر اور پاک تر ہے حق سبحانہ تعالےٰ سے نزدیک تر ہے۔

تصوف کی بنیاد تہذیب صفات ذمیمہ اور تبدیل اخلاق ردیہ پر ہے جبتک یہہ باتین حاصل نہین ہوتی ہین کوئی درجہ یا کوئی مقام نہین ملسکتا ہے۔ بیت۔

اوصاف ذمیمہ چون بدل شد ✤ ہر عقدہ کہ در تو بود حل شد۔

اوصاف ذمیمہ اخلاق ردیہ کی تفصیل

ارباب تصوف نے اوصاف ذمیمہ اور اخلاق ردیہ کی تفصیل کی ہے۔ جیسے حقد
حسد۔ بغض۔ غضب۔ ایذا۔ بخل۔ غیبت۔ سخن چینی۔ نقل مجلس۔ القاے خصومت۔
نفس پرستی۔ شہوت رانی۔ کینہ پروری۔ حرص۔ طمع۔ دو آدمیونکے درمیان لڑائی ڈالدینی کسیکی
معزت سے خوش ہونا۔ دغا۔ خداع۔ کذب۔ نفاق۔ افترا۔ تہمت۔ دوسرے کے
عیوب کا اظہار۔ کسیکا دل دکھانا۔ سائل اور حاجتمند سے درشت کلامی کرنا۔ وغیرہ وغیرہ۔

گردشں

جب سالک کے صفات ذمیمہ صفات حمیدہ سے بدلجاتے ہین۔ اور وہ
ایک ایک صفت کا تزکیہ وتصفیہ کرلیتا ہے تب اوس مین گردشں ہوتی ہے صوفیونکی
اصطلاح مین گردشں کے معنے افعال بد کو افعال نیک سے بدلنا۔ ایک صفت سے
دوسری صفت پر پہونچنا۔ مذمومہ سے محمودہ تک رسائی حاصل کرنی ہے۔ اور صفات کی
گردش سے اوسکو گردش نہادی حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ ذات کا اعتبار صفات سے
ہے۔ ذات بذات خود کسی چیز کی محکوم نہین۔ صفات کی اضافت کے ساتھ محکوم ہے

توبہ حقیقی و ایمان حقیقی

اور جب تبدل اور تہذیب صفات ذمیمہ کی حاصل ہو جاتی ہے صفات حمیدہ
کا بھی تبدل اخلاق اللہ سے حاصل ہو جاتا ہے۔ اور درجات کی ترقی اور مقامات کا عبور
بھی ان ہی اوصاف و اخلاق کے تبدل کے ساتھ ظاہر ہونے لگتا ہے۔ اور
حاصل ہوتا ہے۔ اسیکو صوفی اپنی اصطلاح مین توبہ حقیقی و ایمان حقیقی کہتا ہے
جنکو یہہ باتین حاصل ہوئین وہ اہل اللہ مین سے ہوا اور خدا کا مظہر دمجری
بنا۔ خلاصئہ کلام یہہ ہے کہ تصوف کا مایہ صفات حمیدہ کا صفات کمال خدائے تعالے

اور اوسکے اخلاق کریمہ سے تبدل ہے۔

صوفیونکی مدارج اہل تصوف کے تین درجے ہین۔ مرید۔ متوسط۔ منتہی۔

مرید مرید طالب ہے اور صاحب وقت۔ اسکے متعلق طلب ظاہری معنی مین بولا جاتا ہی۔ جو کام کہ وقت مین اونے اور اہم ہو وہ اسکا کام ہوتا ہے۔ اسکو طلب مراد مین سختیون پر سختیان جھیلنی پڑتی ہین۔ اور رنج پر رنج سہنے ہوتے ہین۔ کیونکہ مرید جوینده ہوتا ہی اور جستجو مین سواے بلا و تعب کے کچھ نہین۔ اور قدر رنج مطابق قدر مطلوب کے ہوتا ہی۔ جتنا ہی مطلوب عزیز زیادہ ہوگا اوتنا ہی رنج طلب و شوق زیادہ۔ اور چونکہ کوئی چیز خدا سے زیادہ عزیز نہین ہے اسلئے یہہ محال ہی کہ اوسکے طالب کو آسانی ہو۔

متوسط متوسط رونده ہے اور صاحب حال۔ اسکے خصوص مین سیر کا استعمال دل کے متعلق ہی۔ یہہ ظاہری مقامات سے گزرا ہوا ہوتا ہے۔ اور احوال کی ترقی مین مشغول ہے۔ زمانہ بزمانہ ایک جگہ سے دوسری جگہ مین اسکا گزر ہوتا ہی۔ یہی وجہہ ہی کہ کہتے ہین۔ **بیت**۔ صوفیان در دمے دو عید کنند ٭ عنکبوتان مگس قدید کنند۔ ایک تو عید اسکی کہ جس حالت مین وہ تھا اوس سے نکلا اور دوسری عید اسکی کہ دوسری جگہ پہونچا۔ اس معنی مین ہر دم مین اسکو دو عیدین ہوتی ہین یعنی دوہری خوشی ہوتی ہے۔ یہہ طالب بھی ہے مگر منزلون کی ادب کے ساتھہ۔ اور یہ صاحب تلوین ہوتا ہے۔ کیونکہ یہہ ایک جگہ سے دوسری

جگہ اور ایک صفت سے دوسری صفت پر ترقی کرتا ہے۔ یہہ زیادتی پر ہوتا ہے
فروتر حال سے ترقی پر آتا ہے۔ کیونکہ تلوین ارباب احوال کی صفت ہی۔

منتہی — منتہی واصل ہے اور صاحب نَفَس۔ وصول کے دو طریقے ہین
ایک تو وہ جو علماے ظواہر سمجھتے ہین۔ اور وہ یہہ ہے کہ العلم باللہ
تعالیٰ وصولٌ الیہ۔ جسنے اوسکو جانا اور جو اوسپر ایمان لایا وہ اوس تک
پہونچا۔ اور دوسرا وہ جو یہہ گروہ کہتا ہے کہ "انفصال از غیر اتصال ست
بخداوند تعالیٰ۔ و اتصال بغیر انفصال ست از و"۔ کیونکہ بندہ اور خدا کی
درمیان شغل بہ غیر کے سوا دوسرا حجاب نہین۔ نحن اقرب الیہ من
حبل الورید اسپر شاہد ہے۔ وہ ہماری رگ گردن۔ ہماری بینائی چشم
ہماری شنوائی گوش۔ ہماری گویائی زبان سبسے نزدیک تر ہے۔ کیونکہ قرب
حق کی صفت ہے۔ اور حق کی صفت جز حقیقت کی نہین ہوتی۔ بُعد کا وہان
کسیطور سے گزر نہین کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ رباعی

اے در طلب گرہ کشائی مردہ — با وصل بزادہ وز جدائی مردہ
اے بر لب بحر تشنہ در خاک شدہ — وے بر سر گنج واز گدائی مردہ

دوسری بات یہہ ہے کہ جب سالک کو کمال مشاہدہ خداوند تعالیٰ حاصل
ہوتا ہی تو وہ اوسکے مشاہدہ مین اتنا مستغرق ہو جاتا ہے کہ لا یسع فیہ
غیرہٗ۔ دوسرے کی اُسکے سوا اوسکے دل مین جگہ نہین رہتی۔ یہانتک کہ

کہنے لگتا ہے انا من اھوی ومن اھوی انا - اور مستی مین آجاتا ہے۔

رباعی - معشوقہ عیان بود نمی دانستم ‏ ‏ ‏ ‏ با من بمیان بود نمی دانستم
گفتم بطلب مگر بجائے برسم ‏ ‏ ‏ ‏ خود نقص قہ آن بود نمی دانستم

اور چونکہ منتہی صاحب نفس ہوتا ہی اسلئے افضل اشیا اوسکے نزدیک شمار انفاس ہے کہ کسی دم خدا سے اوسکو غفلت نہو - صاحب وقت وقت کے مطابق چلتا ہے اور صاحب حال حال کے مطابق - اور منتہی اوس شخص کو کہتے ہین جو نفس پر مظفر ہو - اور جب نفس پر مظفر ہوا واصل ہوا - یعنی اوصاف بشری بیخ و بن سے اوکھڑ گئے اور حجاب سے باہر آگیا - اور ملک و ملکوت اوسپر کشف ہو گئے - وہ مختلف مقامات سے ترقی کرکے مقام تمکین مین پہونچ جاتا ہے جہان کوئی حال اوسکو بدل نہین سکتا اور احوال سے وہ ہرگز متاثر نہین ہوتا - عدم تبدل سے مراد یہ ہے کہ جو کچھ اوسپر کشف ہوا اوسکی حقیقت اوس سے پوشیدہ نہین ہوتی - اور اوسکے کشف مین نقصان نہین آتا - برعکس صاحب تلوین کے کہ صفات بشریت کے ظہور کے وقت وہ نقصان پذیر ہو سکتا ہی اور حقیقت اوس سے پوشیدہ ہو جا سکتی ہے -

ریاضات ومجاہدات وغیرہ

ریاضات ومجاہدات - ذکر و فکر وغیر ذلک سے صوفیون کی کیا غرض ہوتی ہے اسکا ذکر بھی خالی از فائدہ نہو گا - حضرت مخدوم شرف الدین احمد بہاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ :- چندین مجاہدات و ریاضات کہ وضع کردہ اندو

وتنہائی وگرسنگی وتشنگی کردہ اند مقصود ازان برداشتن این کافر (اے نفس) ہستی از راہ۔ تاکہ این کافر نمیرد۔ بیچارہ طالب بمطلوب نرسد وجمال الا اللہ نبیند۔ ازینجا کہ درویشان گفتہ اند۔ مصرعہ یک قدم برنفس نہ وآن دگر در کوے دوست ٭۔

ریاضات ومجاہدات اہل تصوف کے حصول مقصد کے ضروری آلے ہین۔ جسطورسے عالم اسباب مین ہر شخص کو آئے دن اسکا ثبوت ملتا رہتا ہے کہ کوئی چیز بلا کسی سبب کے جو اوسکی عقل کے نزدیک سبب ہونے کی حیثیت رکھتا ہو صورت پذیر نہین ہوسکتی۔ مثلاً۔ بلا کاغذ قلم و روشنائی کے کوئی کتاب لکھی نہین جاسکتی۔ جب تک سینے کے اسباب نہون کوئی کپڑا سِل نہین سکتا۔ جب تک تعمیر عمارت کے اسباب مہیا نہون کوئی عمارت بنائی نہین جاسکتی۔ وقس علی ہذا۔ اسیطورسے یہ مراقبے ذکر۔ وغیرہ جب تک نہون صوفی کا حصول مقصد قت خیز ہے۔ جتنی ریاضتین اور مجاہدے ہین ان سب کی غرض یہی ہے کہ نفس کا استیصال ہو۔ خودی جاتی رہے اور کمال تقوے حاصل ہو۔ اور یہی صوفی کے حصول مقصد کے اصلی اسباب ہین۔

ذکر — ذکر سے اوسکی یہ غرض ہوتی ہے کہ صیقل دل حاصل ہو اور حبس انفاس سے یہہ منشا رہوتا ہے کہ خطرات واہی اوسکے دل مین آنے نہ پائین جسوقت وہ لا آلہ کا دم اوپر کو کھینچتا ہے تو اوسیکے ساتھ وہ اپنے دلکو ایک قسم کی جنبش دیتا ہے جس سے اوسکا منشا یہہ ہوتا ہے کہ دنیا کو اپنے دل سے کھینچکر پھینکدے۔ اور دنیا کیا ہے وہی ضد اسے غفلت کا نام ہے۔ اور جب وہ الا اللہ کا دم دلپر ضرب کرتا ہے تو اوسکی مراد

یہ ہوتی ہے کہ اللہ کی محبت کو اپنے دل مین ثبات کرے اور اوسکا تقرب حاصل ہو
اور اللہ کے انوار اوسکے دل مین جمع ہوجائین۔ اسیلئے وہ صبح وشام اپنی زبان کو اللہ
کے ذکر مین مشغول رکھتا ہے۔ اور اپنے دل مین کسی خیال کو راہ نہین دیتا مگر بذکر اللہ
اور کوئی حرکت و سکنت نہین کرتا مگر لوجہ اللہ۔ کیونکہ وہ اپنی عمارت قالب کو متشکل
بشکل حق تصور کرتا ہے۔ اور اسلئے اپنے اقوال۔ افعال۔ احوال۔ حرکات۔ سکنات۔
خورد و نوش سب مین مع اللہ رہنا چاہتا ہے۔ وہ اپنے تمامی اعضا کو ہر دم اللہ
ہی کے ذکر مین مشغول رکھنا چاہتا ہے۔ زبان کو ذکر مین۔ دلکو طلب و احاطت حق تعالے
مین۔ روح کو تصورات تجلیات باریتعالے مین۔ وہ اپنے دل کو انوار معرفت حق سبحانہ
سے بیدار رکھتا ہے۔ اور اپنی بینائی کو مشاہدہ حق مین صرف کرتا ہے۔ اور ہمیشہ اوسی کے
مشاہدہ مین مشغول رہتا ہے۔ اور مشاہدہ کیا ہے؟۔ وہ یہی ہے کہ: المشاھدۃ
رؤیۃ المحبوب فی الحجاب الدقیق وھو المخلوقات کلھا کما
قال اللہ تعالی وکان اللہ بکل شئ محیطاً۔ اور دوسرے وما تشاؤن
الا ان یشاء اللہ رب العلمین۔ وہ اپنے دل کو علم موجودات سے
دانا اور بینا کرتا ہے۔ کیونکہ اسکا اوسکو یقین ہوتا ہے کہ۔ لا وجود الا
واجب الوجود۔ جتنی مخلوقات ہین وہ سب متجلی بہ تجلیات واجب الوجود
مین اور اوسی سے قائم ہین۔

مراقبہ — مراقبہ سے اوسکی غایت یہ ہوتی ہے کہ ہر آیت و کلام کو جو کلام مجید و

و فرقان حمید مین اللہ جل شانہ کی توحید پر دلالت کرتا ہے اپنے باطن مین دیکھے تاکہ اللہ تعالے اوسکو اپنے مقصد مین کامیاب کرے - کیونکہ مراقبہ کیا ہے ؟ - یہ اپنی نگہبانی ہے - وہ اپنے دلکو آب توحید سے خوب سینچتا ہے اور اپنی روح کو انوار ظہور حق سے منور کرتا ہے اور صانع کے دریاے تجلیات مین غواصی کرتا ہی کہ اس ذریعہ سے الانسان سری و صفتی وانا سرہ کا گوہر اوسکے ہاتھ لگے - وہ تمامی منظورات و معلومات کو اپنے ساتھ فانی کرکے اپنے کو اسرار الوہیت مین مستغرق کرتا ہے اور نہایت خلوص و حضور قلب سے عبودیتمندانہ عبادت و تقواے مین مشغول ہوتا ہی تاکہ ان وسائل سے مقام احدیت حاصل کرے - وہ شہر خودی کو غارت کرڈالتا ہے تاکہ شہر معبود مین اوسکا گزر ہو - کیونکہ شہر خودی کیا ہے وہ تو شہر نفسانیت ہی اور شہر معبود دوسرا نام شہر روحانی کا ہے اور یہی شہر معانی ہے - اسیلئے وہ شہر روحانی کی آبادی و آئینہ بندی کی فکر کرتا ہے تاکہ نفس و شیطان کی قید سے چھوٹے - اور تزکیہ نفس ہو اور دوئی کی نجاست قالب و قلب دونون سے جاتی رہے اور کسوت یگانگیت سے ہی متصف ہو کر سراپردہ محبت و دوستی مین باریاب ہو اور محبوب کا محرم راز و اسرار بنے

چلہ - استغفار - مرقع - سفر - خانقاہ

صوفیون کے درمیان - چلہ - استغفار - مرقع - سفر - خانقاہ - جو شائع ہین انکو وہ حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام کے حالات سے استخراج کرتے ہین - چنانچہ مخدوم الملک بہاری علیہ الرحمہ فوائد رکنی

میں تحریر فرماتے ہیں کہ :- " اول صوفی در عالم آدم پیغامبر علیہ السلام بودہ است حق تعالیٰ
اورا از خاک بیرون آورد و در مقام اجتبا و اصطفا رسانید و رقم خلافت بر وے کشید
اول میان مکہ و طائف چہل بداشت کہ مرید را در آغاز ارادت چہلہ فرمایند۔ چون چہلہ تجرید بداشت حق تعالیٰ
مائدہ روح بوے داد و چراغ عقل در دل او بیفروخت و نور حکمت اندر دل زبان آورد برخود بجنبید سجود
ملائکہ در اول خلافت یافت و برخاست مسافر وار قصد بہشت کرد گفتند حواس و اطراف را جملہ در قید
کن و باختیار خود حرکت مکن مرید را اختیار نبود بحکم جرأت و انبساط دست کشادگی نمود۔ از کمینگاہ غیب
زخم عتاب رسید و عَصٰى اٰدَمُ رَبَّهٗ شکستہ شد و باستغفار مشغول گشت۔ استغفار
صوفیان از اینجاست۔ گفت رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا۔ و ہر چہ اسباب خواجگی و خلافت
بود از وے برکشیدند۔ برہنہ بایستاد۔ باستغفار مشغول گشت۔ گفتند آدما بدین غرامت بدنیا سفر کن
کہ شرط مریدان است کہ چون زلتے بر وے رود سفر کند۔ مجرد و برہنہ سفر خاک کرد۔ تنش برہنہ بود گفتند
آدما دریوزہ کن۔ از ہر درختے برگے خواست۔ جملہ سہ برگ یافت۔ برہم دوخت۔ مرقع شد و خود را بپوشید
و روے بمسافرت خاک نہاد۔ سیصد سال آب حسرت از دیدگان می ریخت۔ تا آنگاہ کہ صفا شد کہ
اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ تصفیہ یافت۔ صوفی شد۔ آن جامہ کہ از درختان دریوزہ کردہ بود
مرقع ساختہ عزیز میداشت تا بآخر وقت بہ شیث پیغامبر علیہ السلام در پوشانید و خلافت بوے سپرد
و این طریق ممہد گشت۔ و دولت تصوف در اصلاب انبیا روان شد۔ صوفیان مسافر را مجمعے
میبایست در دنیا کہ ہر وقت آنجا بمصاحبت جمع آیند و ماجرا کنند صورت کعبہ در دنیا پدید آمد۔ اول
از خانقاہ ہا آن بود کہ در دنیا خانقاہے نبود۔ بعہد آدم کعبہ پدید آمد "۔

مسائل تصوف کا ماخذ

جس طور سے فقہا و مجتہدین مسائل فقہی کو قرآن و احادیث و آثار سے مستخرج کرتے ہین اوسی طور سے صوفی بھی علم تصوف کے مسائل قرآن و احادیث و آثار ہی سے مستنبط و مستخرج کرتے ہین ۔ چنانچہ مخدوم شرف الدین احمد بہاری رحمۃ اللہ علیہ آداب المریدین کی شرح مین فرماتے ہین کہ :- " مر صوفیان را نیز مستخرجات ہست ۔ الاستنباط الاخراج ۔ یعنی بیرون آوردہ شدہ ہست از علمہائے کہ مشکل ہست بر فقہا و ان ہمہ مستخرج ہست از نصوص قرآن و احادیث و آثار ۔ اہل بصیرت ادراک آن ہمہ کنند ۔ و اہل ظاہر ازان عاجز بوند ۔ لاجرم چون قاصر ہست عقل او ازان منکر شود و موید این قول خداوند ہست فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ ۔ ای من اسرارہٖ و کلماتہٖ ۔ و این دلیل ہست بر آنکہ اسرار حق تعالےٰ محدود و محصور نیست ۔"

صوفیوں کے کلام مین اختلاف

ارباب تصوف کے کلام مین جو ایک کو دوسرے سے ظاہرا اختلاف معلوم ہوتا ہے یا ایک ہی مسئلہ مین دو کی دو رائین یا ایک ہی شخص کی ایک ہی مسئلہ مین مختلف وقتون مین دو رائین پائی جاتی ہین اسکی وجہ یہ ہے کہ زیادہ تر انکے کلام کی بنیاد معرفت و مکاشفات پر ہے جو سلوک کی راہ مین وہ معائنہ کرتے ہین ۔ اسیلئے رسید اور حالتِ وقت کے لحاظ سے ضرور ہے کہ ایک کو دوسرے سے اپنی رسید یا حال کی نسبت سے اختلاف ہو ۔ اس سے نفس مسئلہ یا نفس علم تصوف مین جھول نہین آسکتا ۔ اور یہ اختلافات صرف ظاہر بینون ہی کو نظر آتے ہین ۔ اہل بصیرت کے نزدیک ان اختلافات کا وجود نہین ۔ کیونکہ اہل ادراک تصوف کو صرف فلسفی نظر سے دیکھتے ہین ۔ جو مسائل کہ صوفیون کے نزدیک بدیہی ہین

وہ انکے نزدیک ذہنی سے زیادہ پایہ نہین رکھتے۔ اور علوم ذہنی کو آجتک باوجود بڑے بڑے فلاسفہ کی جدوجہد کے ریاضی جیسی بنیاد حاصل نہین ہوسکی۔ اسلیے عوارض و قوادح جو انکے کلام مین پاے جاتے ہین اسکا سبب یہ ہی کہ انکی برابر یہ خواہش رہتی ہی کہ بیان مسائل تصوف مین جہانتک ممکن الفاظ و اقعات کی صحیح صحیح تجربے ہون اب جہان پر کہ ایک یہ کہتا ہی کہ اصل انسان روح ہی اور دوسرا یہ کہتا ہی کہ اصل انسان نفس یا قلب ہی۔ وقس علے ہذا یہ صرف اعتبارات مختلفہ ہین۔ نفس الامر مین سب کی غرض ایک ہی شے سے ہی۔ اب جسکو جو اعتبار پسند آیا اوسنے اوسی اعتبار سے اوسکو نامزد کیا۔

صوفیون کے کلام مین کفر و شرک و بت و زنار جو بار بار پاے جاتے ہین وہ صرف استعارے ہین جنکے ذریعے سے سلوک کے معانی جو اونکو پیش آتے ہین وہ اظہار کرتے ہین۔ **مخدوم الملک بہاری** علیہ الرحمۃ فرماتے ہین کہ:- "اصحاب سلوک را در راہ سلوک چندین معانی پیش می آیند و آن ہمہ از عالم ملکوت ست۔ چون خواہند دین عالم در عبارت آرند جز بعبارت کفر و شرک و بت و زنار نیاید۔ این خاصۂ ارباب بصیرت ست۔ نزبان گویان را اینجا راہ نیست"۔

صوفیون کے کلام مین کفر و شرک و بت و زنار سے کیا غرض ہوتی ہے

ارباب تصوف اکثر صور ظاہری سے صور معنوی مراد رکھتے ہین۔ ملکی سے ملکوتی غرض ہوتی ہے۔ اور اس طور سے بیرونی ڈھانچے کو خیالی وقعت دیتے ہین۔ وہ اشیاے لطیف کو اونکی اصلی حالت مین دیکھتے ہین اور اسی سبب سے اونکے

صوفی صور ظاہری سے صور معنوی مراد رکھتے ہین

الفاظ زیادہ تر معنوی اور استعاروی معنون مین مستعمل ہوتے ہین۔ مثلاً
جب **حافظ** کی طرح وہ مے کا ذکر کرتے ہین تو اوس سے اونکی غرض علم الٰہی سے
ہوتی ہے جو استعارتاً عشق خداوندی سے تاویل کیا گیا ہے۔ مے اگر استعارتاً
دیکھو تو عشق ہی ہے۔ عشق و محبت دونون کے یہان ایک ہی معنے ہین۔ میخانہ
سے اونکی غرض **مرشد کامل** سے ہوتی ہے۔ کیونکہ اوسکا دل عشق خدا کا خزانہ
ہے۔ **ساغر** سے اونکی مراد **تلقین**۔ یا تشہد کلمہ لا آلہ الا اللہ یا وہ الفاظ
ہین جو مرشد کی زبان سے خدا کی معرفت کے نکلتے ہین۔ اور جنکو سنکر
سالک کی روح مدہوش ہو جاتی ہے۔ اور اوسکے دل سے خواہشات نفسانی
کنارہ کر لیتے ہین اور اوسکو فرحت روحانی حاصل ہوتی ہے۔ معشوق
سے اونکی مراد مرشد برحق سے ہوتی ہے۔ کیونکہ جب آدمی اپنے معشوق کو دیکھتا ہے
تو وہ اوسکی مناسبات کاملہ پر محبت بھری دل سے عشق کرتا ہی۔ سالک اسرار
خداوندی کی جو اوسکے مرشد کامل کے دل مین بھرے ہوتے ہین معرفت
حاصل کرتا ہے۔ اور اوسکے وسیلے سے اوسکے مخزونہ پر جسطور سے کہ شاگرد اپنے استاد
سے تعلیم پاتا ہے دسترس حاصل کرتا ہے۔ اور جسطور سے عاشق معشوق کی صحبت
سے حظ اوٹھاتا ہے اوسیطور سے سالک مرشد کی صحبت مین لذت پاتا ہی
معشوق عشق مجازی کا مورد ہوتا ہے اور مرشد عشق حقیقی کا۔ زلف معشوق
پیر کی تعریف اچھا ملندی کے رو سے ہے جس سے مرید محبت مین پابزنجیر

ہوتا ہی۔ اوسکے چہرے پر کا خال یہ بات ظاہر کرتا ہے کہ جب مرید مرشد کو احتیاج و نیاز سے بری پاتا ہے تو وہ خود بھی دونون جہان کی خواہشات سے سبکدوش ہو جاتا ہی اور اپنے مرشد ہی کیطرح دنیا کی کوئی خواہش نہین رکھتا۔ چین جبین معشوق جسکو وہ آیاتِ قرآنی سے تشبیہ دیتا ہے اوس سے اوسکی غرض انوار دلِ مرشد ہوتی ہے۔ وہ اسکو آیات قرآنی سے اسلئے تشبیہ دیتا ہے کہ مرشد مین صفات باریتعالے مطابق اس حدیث کے کہ "تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ" پائی جاتی ہین۔

تصوف کے مسائل اکثر ایسی بھی ہین جن تک ہماری عقل ہرگز نہین پہونچتی ہے۔ اور جنکو استدلال منطقی سے ہم ہرگز نہین دریافت کر سکتے لیکن چاہئے کہ ان وجوہ سے ہم یہ کہنے کے مجاز ہون کہ ایسے امور بالکل لغو یا سرا پا غلط ہین ہرگز نہین۔ امام غزالی رح فرماتے ہین کہ:۔ "جن حقائق کو ہم عقل سے دریافت کرتے ہین صرف یہی حقائق عالم مین نہین ہین۔ بلکہ انکے سوا اور بھی حقائق ہین جن تک ہماری عقل مطلق نہین پہونچ سکتی۔ اگرچہ ہم ان حقائق کو استدلال منطقی سے نہین دریافت کر سکتے لیکن ہمین انکو مان لینا ضرور ہے۔ اسمین کوئی امر خلاف عقل نہین ہے کہ ہمارے دائرۂ فہم سے خارج ایک اور دائرہ ہو جسکو دائرہ مکاشفات ربانی کہین۔ اگرچہ ہم اس دائرہ کے اسرار سے ناواقف بھی ہون تاہم اسکے وجود کو مان لینے مین کوئی محال عقلی نہین لازم آتا۔"

اکثر حضرات تصوف کو سر تا سر لغو و محض بے ضرورت بتلاتے ہین۔ اگر اونکی نگاہ ذرا غامض ہوتی تو ہرگز اس تیزی و بیباکی سے ایسا نہ کہتے۔ عالم فطرت و عالم اخلاق

کے درمیان جو تطابق تامہ ہے وہ اوس سے کہین زیادہ ہے جتنا ہم سمجھتے ہین۔ انسان کا اندرونی ساز اوسکی بیرونی حالت کے مناسب ہی مختلف تمنائین۔ مختلف شہوتین۔ مختلف خواہشین جو ہمارے صانع نے ہمارے دلون مین رکھدی ہین وہ ٹھیک زندگی کے اون تعلقات کے مناسب ہین جنمین اوسنے ہمکو پیدا کیا ہے۔ اگر انسانکی اصل اندرونی ساز کو اوسکی بیرونی حالت سے مقابلہ کرین تو ہمکو اسکا پتا ملجائیگا کہ از روے خلقت ہم افعال و اعمال کے کس جادہ پر چلنے کے لئے موضوع ہین اور بلحاظ ہماری حالت کے ہمارے کیا فرائض ہین اور انکے برتنے کے کیا کیا ادلہ مستحکمہ ہین۔

انسان کا اندرونی ڈھانچہ اور اوسکی اندرونی ساخت کیا ہے۔ یہ متعلق واقعات ہے اور اسکا پتا جسطور سے دوسرے واقعات کا پتا تجربہ۔ اندرونی جذبات اور بیرونی حواس اور دوسری شہادتون سے ملتا ہے ملسکتا ہے۔

حواس جسمانی اور قواے ما یتعلق بہا پر غور کرنے سے یہہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آنکھین ہمکو اسلئے دی گئی ہین کہ اون سے دیکھین۔ کان اسلئے دے گئے ہین کہ اون سے سنین۔ علی ہذا اندرونی رغبتون اور اونکے اسباب تامہ پر غور کرنے سے یہہ مستخرج ہوتا ہی کہ شلت مثلاً ندامت کا مادہ اسلئے دیا گیا ہے کہ شرم کی باتون سے احتراز کرین۔ رحم کا مادہ اسلئے دیا گیا ہی کہ دوسرونکی مصیبت مین آڑے آئین۔ غصہ کا مادہ اسلئے دیا گیا ہے کہ ناگہانی جبر کو روکین۔ اگر ہم اپنی تحقیقات کے سلسلہ کو اسی طور سے جاری رکھین تو آخرش یہہ ظاہر ہوجائیگا کہ فطرت یعنی ساری انسانی

فطرت ہمکو نیکی کیطرف رہبری کرتی ہے اور انسان اسی کیلئے موضوع ہوا ہے بلکہ یہ امر مستنبط ہوتا ہی کہ نیکی ہی قانون ہے جسکے ماتحت ہم پیدا ہوئے ہین اور ہمارے خالق کی یہی علت غائی ہے اور ہم بلحاظ اپنے فائدہ وراحت کی اندرونی مجبوریون سے پابند ہین کہ ساری حالتون اور افتادون مین اوسکی اتباع کرین۔

فطرت انسانی سادی اور یکسان نہین ہی۔ بلکہ اجزاے چند در چند سے مرکب ہی اور ہم اونکا بحیثیت نقشہ یا ضابطہ کے بغیر اون روابط و وسائط کے مد نظر رکھے جو اوسکے اجزاے کے درمیان سائر ہین ٹھیک اندازہ نہین کرسکتے ہین۔ جسطور سے جسم عضو منفرد نہین ہی بلکہ مرکب ہے اسی طور سے ہماری اندرونی ساخت مختلف عقول حیوانی۔ خواہشات اور رغبتون سے مرکب ہے۔ اسمین انسان و حیوان دونون برابر ہین۔ لیکن ان معمولی شہوات اور ولولون کی علاوہ ایک دوسری اصل بھی ہے جو انسان کے ساتھ مخصوص ہی یعنی قوت ممیزہ و قوت اخلاقیہ و تفکرات ۔ یہ اوسکو اس قابل بناتے ہین کہ وہ اپنے تمامی افعال کا احتساب کرسکے۔ اس اصل کا اگر اکثر نہین تو کبھی کبھی توضرور انسانکی چال چلن پر اثر پڑتا ہے۔ مگر وہ اثر خاص یعنی ٹھیک مقدار اختیار کی جو خالق نے ہمارے اندرونی ساز کے روسے ہمارے ساتھ مختص کی ہے وہ نہایت مہتم بالشان مسئلہ ہی اور اسی کے تعین کے اوپر ہمارے خالق کے نظام اخلاق کا مدار ہے۔

امور بالا کو مد نظر رکھکر اگر تصوف کی تعریف اور اوسکے مسائل پر خوب

غور کرو تو تمکو اوسکی حقیقت اور ضرورت پورے طور سے معلوم ہو جائیگی اور ظاہر ہو جائے گا کہ عالم فطرت و عالم اخلاق مین جو تطابق تامہ ہی اوسکی علت غائی کے پورا کرنے مین یہہ کہانتک معین ہے۔

تمدن کو تصوف سے واسطہ

اوپر کے صفحون مین مین نے تصوف کے مذہبی اخلاقی اور فلسفی پہلوؤن سے دکھلایا ہے۔ اب اگر اسکو تمدن کی عینک لگاکر دیکھو تو تم پر پورے طور سے یہ ہویدا ہو جائیگا کہ تمدن مین بھی اسکو بڑا دخل ہی اور سیاست عالم اور مدنیت کے لئے یہ ایک جزو لاینفک ہے۔ ساری دنیا کے کامونکا مدار صفات محمودہ پر ہی۔ تہذیب کے یہی معنی ہین کہ لوگ صفات ذمیمہ کو چھوڑکر خصائل محمودہ اختیار کرین۔ جتنے جرگے دنیا کے ہین۔ کیا مہذب کیا نامہذب سب ان ہی کی تحصیل کیطرف مائل ہین۔ اگرچہ نتیجہ سب کا یکسان نہین۔ ہر ایک کی کوشش کا نتیجہ اوسکی حالت کے موافق ہوتا ہی۔ تمدن کا بالکل دارومدار ان ہی پر ہی کیونکہ علت غائی ان سب خوبیونکی یہ ہی کہ انسان ان وسائل کے ذریعہ سے اس قابل ہو جائے کہ اپنے افعال کو ایسے مجرے کی جانب رجوع کر سکے جس سے اپنے بنی نوع کی آسایش کی صورت حتی الامکان پیدا کر سکے۔ ہر قرن و ہر ملک مین ضوابط و قوانین ان ہی کو پیدا کرنے کے لئے جاری ہین۔ ان مین کچھ تو مذہبی پہلو لئے ہوئے ہین اور کچھ سلطنتی۔ سولن کے قوانین سے لیکر آجتک جتنے قوانین حکام زمانہ کی جانب سے جاری کئے گئے سب کی علت غائی وہی ہے جو حضرات صوفیہ اپنے ریاضات و مجاہدات کے ذریعہ سے حاصل کرتے ہین۔ بلکہ کہین کمتر۔ کیونکہ قوانین

سلطنت کے ذریعہ سے جو باتین حاصل ہوتی ہین وہ زیادہ تر اسی دنیا تک محدود رہتی ہین ۔ برخلاف اسکے ارباب تصوف جو حاصل کرتے ہین وہ دوسری زندگی کو بھی شامل ہے ۔ اور یہی اصل چیز ہے ۔ دنیا اور دنیا کی سب چیزین چندروزہ ہین ہمیشہ رہنے والی جو چیز ہے وہ عاقبت ہے ۔ اسلام اور دین مسیحی دونون مین دنیا محض دار الامتحان ہے اور اسمین رہکر انسان کو عقبےٰ کا سامان کرنا ضرور ہے ۔ حافظ نے کیا خوب کہا ہے

ابیات

"ہر کہ آمد در جہان پُر ز شور | عاقبت می بایدش رفتن بگور
درہ عشق است دنیا چون پلے | بے بقا جائے و ویران منزلے
دل منہ برین پل پُر شر و بیم | برگذر عازم شو اے جان مقیم
داستان در حقیقت سفتہ اند | عارفان این خانہ فانی گفتہ اند"

قریب قریب دنیا مین جتنے مذاہب ہین سب اسپر متفق ہین کہ اِس زندگانی کے علاوہ ایک دوسری زندگی بھی ہے جو جاودانی ہے ۔ یہ زندگی اوس آنیوالی زندگانی کیلئے انسان کو آمادہ و مستعد کرتی ہے ۔ پھر جسکی جیسی تیاری اوسیکے مطابق اوسکا آیندہ نتیجہ ۔ یہہ ہماری شامت ہے اور غفلت کا پردہ ہماری آنکھونپر پڑا ہے کہ ہم خبر تک نہیں ہوتے ۔ اور عاقبت کا ذرہ بھر بھی خیال نہین کرتے ۔

جو لوگ تصوف کو ہماری دنیاوی بہبودی مین مخل ٹھہراتے ہین وہ غلطی العموم مولانا روم کے اس شعر سے کہ ؎ "ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دون ٭ این ...

جزاو سزا ضروری ہے

"ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دون ٭ این خیال است و محال است و جنون" کے کیا سمجھے ہین

این خیال ست ومحال ست وجنون" ۔ استدلال کرتے ہین اسلئے مناسب
معلوم ہوتا ہے کہ اسکی بھی کچھ قلعی کھولی جاوے۔ مجھے اس تمسک پر اوس رند کی
حکایت یاد پڑتی ہے جو کہا کرتا تھا کہ قرآن مین خود آیا ہے۔ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ
پھر نماز پر اصرار کیسا اور یہہ خبر ہی نہین کہ اس جملہ کے ساتھ ہی وَاَنْتُمْ سُکَارٰی بھی لگا ہوا
یہی مثال ان مستدلونکی ہے۔ ایک شعر تو لیا جاتا ہے اور دوسرا ہضم دیکھو مولانا دنیا
کی کیا تعریف کرتے ہین۔ اور دنیا سے اونکی کیا عبارت ہے۔ وہ فرماتے ہین شعر

"چیست دنیا از خدا غافل بُدن ۔ نے قماش و نقرہ و فرزند و زن"

اگر تم ایسی ہی دنیا کی بہبود چاہتے ہو تو البتہ تصوف ایسی دنیا مین مخل ہے۔ بلکہ تصوف
کیا سر سے اسلام ہی اسکا دشمن ہے۔ تم اسلام ہی کو چھوڑ دو اور اسلام ہی کو مخل ترقی
دنیا ٹھہراؤ۔ نہین نہین صرف اسلام ہی نہین بلکہ دنیا کے سارے مذاہب کو
خیر باد کہو۔ ایسے لوگون سے جنکا یہہ خیال ہے اور جنکا یہہ اصول ہے تصوف کو کچھ
شکایت نہین۔ اور نہ اونکو تصوف سے کچھ شکایت ہونی چاہئے۔ ان دونون کے
بیچ مین ایک بحر زخار حائل ہے۔ ان مین رشتۂ یگانگیت نہ کبھی تھا اور نہ ہے اور
نہ کبھی ہوگا۔ ان سے تصوف یہی کہتا ہے کہ چشم ما روشن دل ما شاد۔ تم الگ مین
الگ۔ نہ از من بردشت بارے و نہ مرا از تو کارے۔ مین بھی ایسے لوگون سے یہی
کہونگا کہ بھیا مین ہارا تم جیتے۔

حق یہہ ہے کہ تصوف اور اہل تصوف ہماری ترقی و بہبودی دینی و دنیاوی

تصوف ترقی و بہبودی دنیا کیلئے مفید ہے

دونون کیلئے نہایت ضروری اور مفید ہین - مگر ہان اہل تصوف اہل تصوف ہون -
نہ نام کنندہ نکونامے چند ہمکا اعتبار نہین - ورنا تو اسقدر ہے کہ اس زمانہ مین ایسے
لوگونکی گران بازاری ہے - چراغ لیکر ڈھونڈھنے سے بھی نہین ملتے - سچ ہے کہ "خَیْرُ
الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قصبۂ بہار

بعض جگہون کو ایک زمانۂ دراز تک کسی خاص کمال کے ساتھ انتساب رہنے کی وجہہ سے غضب کی الفت اوس کمال کے ساتھ ہو جاتی ہے کہ سالہا سال کی عدم مزاولت بھی اوسکو کالعدم نہین کرسکتی۔ اور پھر وہ جگہہ اوس خاص کمال کیلئے اسم ثانی کا کام دینے لگتی ہے۔ دور دور کے لوگ جنکو اوس کمال سے انتساب ہوتا ہی۔ گویا برقی قوت کے زور سے اوس جگہہ کھنچے چلے آتے ہین۔ اور ہر زمانہ مین کوئی نہ کوئی اوس کمال کا جاننے والا وہان ضرور موجود رہتا ہے۔

بہار ایسی ہی جگہون مین سے ہی۔ اوس زمانہ سے جو تاریخ ہند مین اولیت کا فخر رکھتا ہے اس زمانہ تک فقر کو ایک نہ ایک صورت مین ضرور بہار سے توسل رہا ہندو بودھ مسلمان۔ کسیکے عہد کو لو ضرور ایک نہ ایک مشاہیر فقرا مین سے ایسا ملیگا جسکی زندگی کا ایک آدھ صفحہ کسی نہ کسی طور سے بہار کی تاریخ سے متعلق ہوگا۔ فقرا سے میرا منشا وہ لوگ نہین ہین جو آئے دن بازارون اور گلی کوچون مین ذلیل و خوار مارے پھرتے ہین

فقیر سے میری مراد وہ ہے جو ہندؤن کی زبان مین سِدھ اور مسلمانونکی زبان مین مرد کامل
کہلاتا ہے۔ دیکھو بودھ گوتما[1] اسوکا کی زندگانی مین بھی ایک صفحہ بہار کی متعلق
موجود ہے۔

یہہ کچھ ضرور نہین کہ ایسے لوگ ایسی ہی جگہون مین پیدا بھی ہون۔ انکی پیدائش
سے کوئی بحث نہین۔ وہ قوت جو ایسی جگہون کو ایسے لوگونکی کشش کی حاصل ہو جاتی ہے
وہ انمین سے ایک نہ ایک کو ضرور کھینچکر اپنے ہان لے آتی ہے۔

چونکہ ہندو فقرا سے مجھے اپنے برار مقصد مین سردست بحث نہین اسلئے مین
انکی افراد سے بحث نہین کرتا۔ اور مسلمانونکی طرف رجوع کرتا ہون۔ جس زمانہ سے کہ بہار
مسلمانون کے قبضہ مین آیا ایک نہ ایک مشہور فقیر کو ضرور بہار سے انتساب رہا ہے۔ ان مین
سے کچھ تو خاص بہار کے رہنے والے ہین اور کچھ وہ جو کسی نہ کسی طور سے کھنچ کھنچا کر بہار سے
منسوب ہو گئے۔ مخدوم شرف الدین احمد ایسے ہی فقرا مین سے ہین جو
دوسری جگہون سے آکر بہار مین بسے اور پھر بہار کی آغوش مین لیٹے۔

موجودہ قصبہ بہار موجودہ شہر عظیم آباد کے دکھن پورب گوشہ کے

---

[1] بودھا کی نسبت مسٹر ام اے براؤلی اپنی تحقیقات مین لکھتے ہین کہ بہار مین ہم پہاڑی ہو اوسمین ایک
کھوہ جو بلو ہے۔ بودھا اسمین اکثر رہا کرتا تھا۔ ایکبار وہ اس کھوہ کے وسط مین بیٹھا تھا کہ سیکرا
اپنے جلیس موسیقی دانون کے ساتھ جنکے ہاتھون مین بچشری بانسریان تھین وہان پہونچا اور ان سے
ایک بول کہلوایا۔ اسکے بعد بیالیس سوالات اوسنے بودھا سے کئے اور ہر سوال کو اپنی انگلی سے
پتھر پر لکھکر بودھا کو پڑھنے دیا۔ ۱۲ منہ

کوئی چھتیس اڑتیس میل کے فاصلہ سے آباد ہی - یہہ قصبہ جو پُرانے زمانے مین ایک شہر غدار اور سلطنت مگدھ کا پایہ تخت رہا تھا - ہندؤن کے زمانہ مین **وہار** اسکے نام سے موسوم تھا - **وہار** اسنسکرت کا لفظ ہی اور اسکے معنی دار العلوم کے ہین تاریخ کے دیکھنے اور آثار الصنادیہ کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہی کہ یہہ مختلف زمانون مین تمدنی مذہبی واقعات کا مطمح رہا ہی - اور ہندو مسلمان دونو نکے زمانون مین ایک با اقتدار شہر تھا - غلامون خلجیون پٹھانون کی فرمانروائی ہندوستان کے زمانہ مین بھی شہریت کی سب علامتین موجود تھین - قاضی - مفتی - مقطع - ازین قبیل سارے ایسے حکام جو بڑے بڑے شہرون مین رہتے ہین یہان موجود تھے - ہندؤن نے جو اسکا نام **وہار** رکھا تھا حق یہہ ہی کہ نہایت برجا تھا - بڑے بڑے علمأ ہندوؤن کے اور مسلمانون کے اس جگہ مین ہوئے ہین - فطرت نے بھی پہاڑ اور جنگل کے قرب کی وجہ سے یا آب و ہوا کے لحاظ سے اس جگہ کو جسمانی اور دماغی صحت کیلئے ازبس موزون بنایا ہے - پھر ایسی جگہ کو **مخدوم** کے توطن کا شرف کیون نہ حاصل ہوتا -

حصہ اوّل

نام۔ لقب۔ پیدائش۔ خاندان۔ وطن۔ رضاعت۔ سن رشد۔ ابتدائی تعلیم۔ سفر سنارگاؤن۔ تعلیم وتکمیل۔ ازدواج :۔

نام لقب خطاب

احمد نام۔ شرف الحق والملۃ والدین۔ لقب۔ سید المتکلمین سلطان المحققین۔ برہان العاشقین۔ شیخ الاسلام والمسلمین۔ مخدوم جہان۔ مخدوم الملک خطاب

پیدائش

شعبان کے آخری جمعہ سنہ ۶۶۱ ہجری مین اپنے آبائی مکان واقع قصبہ منیر مین پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش کا سال ان دو لفظون "شرف آگین" سے نکلتا ہے۔

یہہ زمانہ سلطان ناصر الدین محمود بن سلطان شمس الدین التمش بادشاہ دہلی کا تھا۔ اور بغداد کی تخت خلافت پر الحاکم بامر اللہ متمکن تھا۔

سلطان ناصر الدین محمود نہایت شجاع اور عابد اور سخی تھا۔ اگرچہ اوسکا دربار تکلفات سے معمور تھا۔ مگر گھر اوسکا سادگی کا گھر تھا۔ زہد تقویٰ عبادت چارون پہر اوسکا کام تھا۔ قرآن شریف کی کتابت سے اوسکی بسر اوقات تھی۔ کبھی خزانہ شاہی سے پیسا نہین لیا۔ غرض ساری عمر فقیرانہ بسر کی۔ طبقات ناصری جو ایک مشہور تاریخ ہے وہ اسی بادشاہ کے عہد مین تصنیف ہوئی۔ الغرض مخدوم کی پیدائش بھی ایسے ہی زمانہ مین ہوئی کہ جب ملک کی حکومت ایک باخدا و فقیر دوست

بادشاہ سے فخر حاصل تھا۔

مخدوم کے پدری و مادری دونوں خاندان صاحب طریقت تھے - پدری خاندان کا سلسلہ عبد المطلب جد امجد رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے - اس اعتبار سے آپ قریشی ہاشمی شیخ ہیں لیکن مادری خاندان کی وجہ سے آپکو شرف سیادت بھی حاصل ہے۔

مخدوم کے پدری و مادری دونوں خاندان صاحب طریقت تھے

آپ کے والد شیخ یحیی نہایت متاض و متقی و ولی کامل تھے - اور آپکی ماں بی بی رضیہ بھی بسبب زہد و اتقا کے اپنے وقت کی رابعہ بصریہ سمجھی جاتی تھیں -

مخدوم کے پدری خاندان کا شجرہ نسب یہ ہے:۔

مخدوم کا پدری شجرہ نسب

مخدوم شرف الدین احمد - بن شیخ یحیی - بن اسرائیل - بن مولانا محمد تاج فقیہ - بن ابی بکر - بن ابی الفتح - بن ابی القاسم - بن ابی الصائم - بن ابی دہر - بن ابی لیث - بن ابی سہمہ - بن ابی الدین - بن ابی سعید - بن ابی ذر - بن زبیر المسکنی بالی الصعب - بن عبد المطلب - بن ہاشم - بن عبد مناف -

ایک دوسری روایت میں مابین ابوبکر و ابوالفتح کے دو واسطے زاید ہیں - یعنی مولانا محمد سعید بن مولانا محمد زکی - اور مولانا شاہ محمد آمون جونپوری اپنی کتاب مطلوب المبارک میں بجائے محمد سعید کے سعید احمد - اور بجائے ابوالصائم کے ابوالقائم اور بجائے ابو سعید کے ابو مسعود لکھتے ہیں -

اورشاہ **فیض اللہ** الملقب شاہ **قاضن شطاری** جو مولانا محمد تاج فقیہ کے پوتون مین ہین اپنی کتاب **معدن الاسرار** مین دونون اندراسقون کو محذوف کرتے ہین۔ اور **ابوالصائم** اور **ابوسعید** مین ہی اختلاف بالاقائم رکھتے ہین

آپکو مادری خاندان کا شجرۂ نسب یہہ ہے :-

بی بی رضیہ بنت سید شہاب الدین پیر جگجوت بن سلطان سید شاہ محمدؒ۔ بن سید سلطان احمدؒ بن سید شاہ ناصر الدینؒ۔ بن سید یوسفؒ۔ بن سید حسنؒ۔ بن سید قاسمؒ۔ بن سید موسےؒ بن سید حمزہؒ۔ بن سید داؤدؒ۔ بن سید رکن الدینؒ۔ بن سید قطب الدینؒ۔ بن سید اسحاقؒ۔ بن سید اسمعیلؒ۔ بن امام جعفر صادقؓ۔ بن امام محمد باقرؓ۔ بن امام زین العابدینؓ۔ بن امام حسینؓ۔ بن علی کرم اللہ وجہہٗ۔

مخدوم کا مادری شجرۂ نسب

مولانا **محمد تاج فقیہ** جو ہند مین **مخدوم** کے خاندان کے بانی ہین قدس خلیل سے جو **بیت المقدس** کا ایک محلہ ہے ہندوستان آئے اور قصبہ **منیر** مین ہوکر سکونت گزین ہوئے۔

مخدوم کا خاندان بیت المقدس سے ہند مین آیا

یہہ قصبہ بہار سے ساٹھ میل پچھم واقع ہے۔ تاریخ سے جو کچھ پتا چلتا ہے وہ یہہ ہے کہ منوچہر شاہ ایران کے عہد مین **فیروز** راے سلطان ہند نے اسکو آباد کیا تھا اور ایک زمانے مین یہ منیر ہندوون کا دار الحکومت رہا ہے۔

منیر

اسقدر تو مسلم ہے۔ کوئی گفتگو اسمین نہین ہے۔ اب رہی یہ بات کہ وطن چھوڑنے اور اتنے دور و دراز سفر کا باعث کیا ہوا اسکا پتا چلتا نظر نہین آتا۔ کیونکہ **مولانا** ضیا الدین

مخدوم کے خاندان کے ہند مین آنے کی وجہ کا پورا پتا چلنا مشکل ہے

حیثیت سے کوئی ایسے بڑے اور نامور لوگون مین سے نہین تھے کہ جنکے کارنامے اور سوانحات تاریخ کے صفحون پر بادشاہون اور امرا کے پہلو بہ پہلو جگہ پا سکتے۔ اسلئے کوئی قابل اعتبار اس امر بارے مین ہاتھ آنا قریب قریب ناممکن ہے۔ ناقلین نے جو نقلین لکھی ہین وہ نہایت مختلف و مخدوش ہین۔ ہرگز قابل وثوق ولائق تسلیم نہین۔ کیونکہ جتنی تحریرین اس امر مین ہوئی ہین وہ مولانا کے بہت بعد کی ہین۔ مخدوم کے قبل اگرچہ خاندان بنو ہے منیر تھا مگر اسکی ایسی حالت نہ تھی کہ ایک گروہ اسکا گرویدہ ہو اور اسکے حالات کو قلمبند کرنے کی تحریک پیدا ہو۔ جب ہمارے مخدوم کی شہرت عام تمام پھیلی تو آپ کے خاندانی حالات کے دریافت کرنے کی طرف لوگون کا رجحان ہوا۔ اور خال خال لوگون نے جو روایتین اوسوقت بہم پہونچین بلا چھان بین کے قلمبند کرلین۔ میرے نزدیک اونکا اعادہ کرنا اور سوانح کے صفحات کو ان سے سیاہ کرنا محض بےسود ہوگا۔ اسلئے مین انکو نظرانداز کرتا ہون صرف اتنا لکھدینا کافی ہے کہ ایک قطعہ جو مسلمانونکی فتح منیر کی تاریخ ہے اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۵۷۶ ہجری مین منیر مسلمانون کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ اور وہ قطعہ یہ ہے۔ **قطعہ**

یافت چون براجہ منیر ظفر داد امام از دین جہانرا زینت
ہست منقول از بزرگان سلف سال آن۔ دین محمد شد قوی
۵۷۶

مولانا محمد تاج فقیہ کی ذات سے منیر اور مضافات منیر مین اسلام نے بہت کچھ اشاعت پائی۔ شاید ہی کوئی گھر ایسا ہو جہان اذان اور تکبیر کی آواز سنائی نہ دیتی ہو۔ مولانا کے باعث منیر مین ایک باوقعت اور باقوت جماعت مسلمانونکی پیدا ہوگئی۔ مگر مولانا تھوڑے ہی دن

مولانا محمد تاج فقیہ کی ذات سے منیر اور اسکے مضافات مین اسلام نے اشاعت پائی

مدت یہان رہنے پائے تھے کہ آپ کی اہلیہ نے رحلت فرمائی۔ اسی سبب مین اگرچہ آپکی اولاد نا تھی پھر بھی وطن اصلی یاد آیا بیٹو کو منیر ہی مین چھوڑکر آپ بیت المقدس کو لوٹ گئے۔ وطن پہونچکر اپنی سالی کو حبالۂ نکاح مین لائے۔ اس نکاح سے ایک فرزند شاہ عبد العزیز پیدا ہوئے۔ مولانا نے اپنی عمر کا بقیہ حصہ قدس خلیل ہی مین بسر کیا۔ مولانا کی وفات کے بعد شاہ عبد العزیز اپنے علاتی بھائیون سے ملنے کیلئے منیر آئے اور یہان پہونچکر سکونت اختیار کرلی صاحب مناقب الاصفیا آپ ہی کے پوتے ہین۔

مخدوم چار بھائی تھے

مخدوم چار بھائی تھے۔ یعنی شیخ جلیل الدین۔ وشیخ شرف الدین احمد۔ وشیخ خلیل الدین وشیخ حبیب الدین۔

مخدوم کی پیدائش کا مکان

مخدوم جس مکان مین پیدا ہوئے تھے اسوقت تک منیر مین قائم ہے۔ اگرچہ ضرور ہے کہ امتداد زمانہ اور اختلاف حالت خاندانی کیوجہ سے اوسکی طرز و وضع مین رد و بدل ہوا ہو لیکن یہہ نہین کہا جاسکتا ہی کہ اسکا ہونا ناممکن الوقوع ہے۔ کیونکہ مسلمانان ہند مین پیشوایان مذہب اور مشائخان طریقت کے ساتھ جو شغف برتا جاتا ہے وہ خوب ظاہر ہے۔ انکی ہر چیز تبرکاً نہایت معتقدانہ طریقہ سے نگاہ رکھی جاتی ہی اور اوسکا ضائع کرنا معصیت سمجھا جاتا ہے۔

مخدوم کے زمانہ مین ارضاع کا دستور

مخدوم کے زمانہ مین ارضاع کا دستور جاری تھا۔ اسمین فقرا اور اہل اللہ اور دولتمند سب یکسان تھے لیکن اسکا پتا نہین ملتا کہ مخدوم نے بھی کسی مرضعہ کا دودھ پیا یا نہین۔ مگر زمانہ کے دستور کے مطابق البتہ یہہ مستنبط ہوسکتا ہی کہ ضرور آپ نے بھی کسی مرضعہ کا دودھ پیا ہوگا لیکن مخدوم شاہ شعیب علیہ الرحمۃ کا یہہ فقرہ کہ "مادر شیخ شرف الدین منیری ایشان را در آوان طفلگی

ایسے وقتی بے وضو شیر دادہ نیست" ہرگز کوئی جگہ اس خیال کی مساعدت کیلئے نہین چھوڑتا۔ جہان یہہ احتیاط برتی جاتی ہو وہان کیونکر ممکن ہے کہ مخدوم مرضعہ پر جو خود مین علی العموم غیر محتاط اور اجہل ہوتی ہین چھوڑ دئے گئے ہون۔ اسلئے مین ضرور کہونگا کہ مخدوم نے سوا اپنی مان کے کسی مرضعہ کا دودھ نہین پیا۔

سنین رضاعت مین مخدوم کا صوم

موہبت یزدانی نے آپکو یہہ خصوصیت بخشی تھی کہ سنین رضاعت مین ہر سال رمضان کے مہینہ مین دن بھر آپ دودھ نہ پیتے تھے۔ ارباب وقوف کیلئے یہہ کوئی تعجب کی بات نہین ہے کہ صبح سے شام تک دودھ نہ پینے سے بچہ کا مرجانا لازم و ضرور نہین۔ باقی رہا شعور و ادراک انبیاء کا۔ جب حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا آغوش مریم علیہا السلام مین اپنی ولادت کے دن خدا کی وحدانیت اور اپنی رسالت کا اقرار تکلم لسانی سے صحیح ہے اور (اولیٰ) نہین تو مخدوم کا شعور بھی من حیث ہو من امۃ محمد علیہ السلام۔ بعید نہین کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ ہو سکتا ہے کہ موہبت یزدانی بعض مولود کی ربوبیت مین تتمۃً لارہاص الانبیاء ایسے امور ظاہر کرائے جنمین تعظیم شعائر اللہ پائی جاتی ہو۔ تاکہ وہ برگزیدہ شخص جس نے ایسی رحمت مخصوصہ مین پرورش پائی ہو بلوغ کے بعد مقرب بارگاہ الٰہی ہو۔ اور عُلَمَاءُ اُمَّتِی کَاَنْبِیَاءِ بَنِی اِسْرَائِیْلَ کی تحت مین آئے۔

تعلیم

جب مخدوم سن رشد کو پہونچے مکتب مین بیٹھے اور رواج زمانہ کے موافق تعلیم شروع ہوئی جو چندان قابل ستائش نہ تھی۔ کیونکہ معدن المعانی کے باب ششم

مخدومؒ فرماتے ہین کہ "در ایام خوردگی چندین کتابہا مارا یاد کرانیدند۔ چنانکہ مصادر و مفتاح اللغات و جز آن در کتابہا۔ و مفتاح اللغات جزوے بہستے خواہد بود۔ مقدار یک تہلیہ یاد کرانیدند۔ و ہر بار یاد تمام می شنیدند۔ یالیت بجاے آن قرآن یاد می کرانیدند" اور یہی طرز تعلیم ایک زمانہ دراز تک رہا۔ مگر ابتدائی اوستاد آپکے کون تھے اسکا پتا نہین ملتا ہے۔

مولنا شرف الدین ابو توامہ

اسی قرن مین خاندان التمش کا دہلی مین خاتمہ ہوا۔ اور غلامونکا خاندان سریر آرائے سلطنت ہوا۔ تبدیل خاندان نے دار الخلافت اور اوسکے مضافات مین ایک ہلچل سی ڈالدی۔ نئے لوگ آباد اور پرانے رخصت ہونے لگے۔ شیخ شرف الدین ابو توامہ بھی ایسے ہی لوگون مین سے تھے۔ جنکو دلی کو خیرباد کہنا پڑا۔ یہہ دلی سے سنارگانون جاتے ہوئے منیر مین ٹھہرے۔ شیخ یحییٰؒ مخدوم کے والد نے آپکی خوب خوب مداراتین کین۔ مولنا انکی مہمان نوازیون سے چند منیر مین ٹھہر گئے۔ مخدوم نے مولانا کی صحبت جو پائی تو مولانا کو جامع و متبحر۔ ہر علم مین کامل۔ ہر فن مین ماہر پاکر انکی صحبت کے گرویدہ ہوگئے۔ چنانچہ اپنی خوان پرنعمت کی مجلس ششم مین فرماتے ہین۔

"مولنا شرف الدین ابو توامہ این چنین دانشمندے کہ در تمام ہندوستان مشار الیہ بود و ہیچکس را در علم ایشان شبہہ نبود" رسالہ منظومہ نام حق آپ ہی کی تصنیفات سے ہے۔ دلی سے انکے نکلنے کیوجہ یہ بیان کیجاتی ہے کہ بوجہ کمال علم و فضل کے دلی مین ہجوم جمیع طلاب ہند ہو رہے تھے۔ انکا چشمۂ فیض ایسے زورون پر تھا کہ دور دور شہر دکن کے طلبا گروہ گروہ اور جوق جوق انکے پاس آتے اور سیراب ہوتے۔ اوسوقت مین الشیانی

طلبا کا گروہ بھی اسوقت کے جماعت طلبا جامع ازہر سے کم نہ تھا۔ اسوقت تک مصر مین اسکا نمونہ موجود ہے۔ مستفیداون ورمریدون کے مجمع اور متعلمین وعلماے دین کے ہجوم سے سلطان کے دل مین مولانا کی جانب سے انتزاع سلطنت کا خوف پیدا ہوا۔ کم بینون اور نااہلون کی سخن چینیون نے سلطان کو مولانا کے اخراج پر مجبور کیا۔ آخر سلطان نے بحیلہ بعض حوادث بنگالہ کی جانب جانے کا حکم دیا۔ مولانا نے مصلحتاً للوقت وامتثالاً لامر اللہ تعالیٰ واولی الامر طوعاً وکرہاً حکم سلطان کو مان لیا۔ اور دلی سے اپنے اہل وعیال و برادر عینی مولانا حافظ زین الدین کو ہمراہ لیکر ممالک شرقیہ کیطرف شہر سنارگانون کو روانہ ہوئے۔ یہہ ہی سفر تھا جس مین مولانا کو منیر مین ٹھہرنیکا اتفاق ہوا۔

سفر سنارگانون

مخدوم کا شوق تحصیل علم موجزن ہوا۔ صاحب مناقب الاصفیاء لکھتے ہین کہ جب مولانا منیر سے روانہ ہونے لگے تو مخدوم نے اپنے والد بزرگوار شیخ یحییٰ سے اجازت چاہی کہ مولانا کی معیت مین سنارگانون جائین اور انکی خدمت مین تحصیل علوم کرین۔ بڑونکی بڑی بات۔ اگلے زمانہ کے لوگ علوم کے دلدادہ ہوتے تھے۔ باپ نے بیٹے مین جو یہہ شوق دیکھا فوراً منظور کرلیا۔ مولانا نے بھی ایک جوہر قابل پاکر ہاتھون ہاتھ لیا۔ اور دامن تربیت مین رکھکر سنارگانون لے گئے۔ سنارگانون پہونچکر تعلیم مین مشغول ہوئے۔ مخدوم کے شوق کا یہہ حال تھا کہ اس زمانہ مین گھر سے جو خطوط جاتے تھے وہ بھی کھلنے نہ پاتے تھے کہ مبادا کوئی خبر موحش ہو جو خیالات کو منتشر کردے

جتنے خطوط تحصیل کے زمانہ مین پہونچے نذر خریطہ ہوئے۔

شوق علم

صاحب مناقب الاصفیاء لکھتے ہین کہ جب مولانا نے آپکے شوق کا یہ حال دیکھا تو آپکا کھانا بھی الگ کر دیا کہ ہمدسترخوان ہونے مین جو تضیع اوقات کا خیال تھا وہ بھی ساقط ہو جائے۔

مکتب مین شوخی وطبیعت کی نقل

مخدوم اپنے درس کے زمانہ کی ایک نقل بیان فرماتے ہین جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اوس زمانہ کے طلبا بھی شوخی اور طبیعت مین جو مکتبون مین اوستادون کے ساتھ برتی جاتی ہے اس زمانہ کے شاگردون سے کبھی پیچھے نہ تھے۔ **معدن المعانی** مین مخدوم سے روایت ہی کہ۔ "در سنارگانون برادر مولانا مولانا زین الدین نام داشت - اورا قرآن نیکو یاد بود - در وقت سبق خواندن اگر در سبق کسے آیتے برائے تمسک گفتی آمدے در محل سوال مولانا محتاج این می شدند کہ در کدام سورہ است - مولانا زین الدین نشستہ بودے دریافتے کہ مولانا تتبع میکنند کہ این آیت در کدام سورہ است - برائے طیبت ہم کرت زمانے خاموش ماندے ودم نزدے و یاران چشمک دادندے کہ اکنون کہ خواہد گفت - بعدہ مولانا روے بہ یکے سہاد می آوردند و می گفتند کہ بس کنید بگو کہ در کدام سورہ است - بعدہ گفتے کہ در فلان سورہ است۔"

تکمیل تعلیم

مخدوم نے ایک زمانہ دراز تک **مولانا شرف الدین ابو توامہ** کی صحبت مین تفسیر۔ فقہ۔ حدیث۔ اصول کلام۔ منطق۔ فلسفیات۔ ریاضیات۔ تمام علوم متداولہ کی تحصیل کی اور اچھی طرح کی۔ مخدوم کی تصنیفات اسکی شاہد ناطق ہین۔

شوق علم تصوف

جب مخدوم نے تحصیل سے فراغت کی تو اوستاد کی یہہ خواہش ہوئی کہ اور بھی

جتنے علوم وہ جانتے ہین مخدوم کو پڑھائین - وہ علوم یہہ تھے۔ کیمیا۔ سیمیا ہیمیا۔ ریمیا۔ مولانا ان علوم کے ذریعہ سے لوگونکو عجائبات دکھلایا کرتے تھے مگر یہان تو دھن ہی دوسری تھی۔ وہ سودا جو پیدائیش کیوقت دماغ مین ودیعت رکھا گیا تھا کب ان خرافات کیطرف مشغول ہونے دیتا تھا۔ سچ ہی "الولد سر لابیہ"۔ باپ اور مان دونون ہی خدا رسیدہ تھے - اون ہی نیک بزرگون کا یہہ اثر تھا کہ جذبۂ عشق الٰہی اپنی طرف کھینچ رہا تھا - بھلا اوس شاہد ازل کو رقابت کہان گوارا ہوتی ہے ؎ رشتۂ در گردنم افگندہ دوست ٭ می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست ٭ اس شیدائی کے گلے مین ایسا مضبوط رشتہ ڈالا تھا کہ جدھر اوسکی خواہش ہوتی وہی راہ یہ چلیتا - بیت - ؎ چنگ در حضرت خدائے زدہ ٭ ہر چہ آن نیست پشت پا زدہ ٭

یہہ دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی کسی کا دلدادہ ہوتا ہی تو سوای اوسکی بات کے دوسری چیز سے دلبستگی نہین ہوتی - نوشۂ توحید نے کیا خوب کہا ہے۔ ابیات

عاشقان محو تماشاے حبیب ٭ از رخ گل مست ہمچون عندلیب ٭ چشم را بر روے جانان دوختہ ٭ ہمچو پروانہ سراپا سوختہ ٭

یہان تو بچپن ہی سے سودا دوسرا تھا - پھر ماسوی اللہ کیطرف مائل ہونا یعنی حق۔ صاحب مناقب الاصفیا کا بیان ہے کہ :- "در تحصیل علوم دین باقصی الغایۃ کوشید - شب و روز در علم مشغول می بود - دوران مشغولی ریاضت و مجاہدہ داشت - روزہا بصوم داشتے" - اللہ بس باقی ہوس - مخدوم نے اوستاد کی خواہش پر تڑپ سے یہہ جواب دیا

کہ "یکفینی ھذا القدر" بس ظاہری تعلیم و تعلم کا باب مسدود ہو گیا لیکن آپ نے ارباب تصوف کی تصنیفات کا برسون مطالعہ کیا ہے اور فائدہ کثیر اوٹھاتے ہین۔ **مکتوبات صدی** کے مکتوب ہشتاد و یکم مین فرماتے ہین۔ "احکام مذہب این طائفہ (صوفیہ) در کتب و تصانیف ایشان سالہا باز مطالعہ کردہ شدہ است"

تعلیم ہی کے زمانہ مین اوستاد نے اپنی لڑکی کو مخدوم کے ساتھ منسوب کرنا چاہا تھا مخدوم نے تحصیل علوم مین غایت انہماک کیوجہ سے تاہل سے انکار کیا تھا مگر اس انکار سے ترک سنت لازم آتا تھا۔ دوسرے اوستاد سے سرتابی ہوتی تھی۔ مشیت ازدی نے یہہ حیلہ کیا کہ آپ ایک مرض صعب مین مبتلا ہو گئے۔ اطبا کی راے اسپر متفق ہوئی کہ سوا ازدواج کے دوسرا علاج نہین تھا۔ اس طور سے زمانہ درس ہی مین ادای سنت بھی ہو گئی اور اوستاد کی خواہش پوری ہو گئی۔ بعض ناقلین نے جن کو مہمل روایتون کے بیان مین مزا آتا ہے لکھا ہے کہ مولانا **شرف الدین ابو توامہ** نے ایک کنیز سے مخدوم کی شادی کر دی تھی مگر اکثر کا اسپر اتفاق ہے کہ مولانا نے اپنی صاحبزادی کو مخدوم کی عروسی مین دیا اور قرینہ غالب بھی یہی ہے کہ خود مولانا نے اپنی فرزندی مین لیا کیونکہ آپ صرف مصلحۃً للوقت و ہمتاً للامر اللہ **سنار گانون** گئے تھے۔ دوسری جگہ جو دین متین شرفا کو رشتہ پیوندی قائم کرنے مین ہوتی ہین وہ ہر شریف پر خوب ظاہر ہے۔ اسکے علاوہ بنگالہ مین اوس زمانہ مین مسلمانونکی جو حالت تھی وہ تاریخ سے خوب ظاہر ہے مسلمان شرفا شاید ڈھونڈھے سے ملتے تو ملتے ورنہ اوس زمانہ مین اس جنس کی جو ہان

مخدوم کا ازدواج

Pooj-14561

پیدا داری دیکھی۔ برعکس اسکے مولانا نے اثنای سفر مین مصر مین چند دن
ٹھہر چکے تھے۔ انکو مخدوم کے حالات خاندانی کے دریافت کرنیکا پورا موقع مل چکا تھا۔
اسپر طرہ یہہ کہ جواہر ذاتی سے بھی مالامال۔ پھر ایسے شخص کو دامادی مین لینا تو مولانا
کیلئے عین فخر کا باعث تھا۔ عقل صایب ہرگز اسکی مساعدت نہین کرتی کہ مولانا نے
اپنی صاحبزادی کے بدلے اپنی کنیز کو مخدوم کے ازدواج مین دیا ہو۔ اور اگر
ہم اسکو مان بھی لین کہ مخدوم نے حرہ سے شادی نہین کی بلکہ حسب الحکم شرع کنیز کو اپنی خدمت
مین قبول کیا تو آپ کی اولاد مین کسر شان کی کیا بات ہے۔ زمانہ نے سادات اور بنی اسمٰعیل کو
بھی اس سے بری نرکھا ہمارے علما حضرت ہاجرہ کو کنیز تسلیم کرتے ہین گو نقل روایت سے
ثابت نہین۔ اور حضرت شہر بانو کا جہاد مین قید ہوکر آنا تو متفق علیہ ہے۔
علاوہ برین حنفی فقہ کا یہ مسئلہ ہے کہ جب آزاد لونڈی سے نکاح کرلیتا ہے تو وہ اگر اسکی
ملک ہو تو فوراً آزاد ہو جاتی ہے۔ لیکن یہان پر یہہ کہا جائیگا کہ ایسی صورت مین ملک
کی قید ہے۔ اور وہ کنیز مولانا شرف الدین ابو توامہ کی ملک تھی۔ اسکا جواب
یہہ ہے کہ اول تو ایسی مناکحت مکروہ ہے۔ دوسرے ایسی مناکحت سے جو اولاد ہوتی ہے
مالک کنیز کی ملک ہوتی ہے۔ پھر اگر وہ کنیز تھی تو مخدوم کا اپنے بیٹے کو اپنے ساتھ
دہلی لانا بعید ہے۔ حق یہہ ہے کہ مخدوم مولانا کی صاحبزادی ہی کو حبالہ نکاح مین لائے تھے
اس کو خدا نے مخدوم سے تین اولاد ہوئی۔ ان مین سے ایک صاحبزادے (مخدوم کی اولاد)
شاہ ذکی الدین زندہ رہے۔ باقی دو ایام طفولیت ہی مین قبل آنے مصر کے

سُنارگانوُن مین انتقال کر گئے۔ اور اپنی مان کے ساتھ زمین بنگالہ کی
آغوش مین جا لیٹے

مخدوم کی تعلیم کے تذکرہ مین **سونارگانون** کا بار بار ذکر آیا ہی اسلئے سونارگانون
اس بات کا بتادینا بیمحل نہوگا کہ اس شہر کی مخدوم کے زمانہ مین کیا حالت تھی۔ اور اب
کیا حال ہی۔ یہہ شہر مسلمانون کے زمانہ مین شرقی بنگالہ کا دارالحکومت تھا لیکن اب ایک
بالکل ہی نا پرسان جگہ ہے اور **پینام** (Painam) کے نام سے ضلع **ڈھاکہ**
مین شامل ہے۔ یہہ دریاے **برھماپتر** (Brahemaputra)
سے دو کوس کے فاصلہ پر واقع ہی۔ اور اشجار نارجیل اور دوسرے درختون مین چھپا ہوا ہے۔ اور اسکے گرد ایک عمیق
پکی کھائی ہے جو اصل مین خندق تھی۔ سونارگانون کے حوالی مین بہتیری ویران
مسجدونکے نشان پائے جاتے ہین۔ مگر یہہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ اس شہر کو
ہرگز کسی زمانہ مین عمارتی شان و شکوہ کا فخر حاصل نہ تھا۔ البتہ چونکہ یہہ مسلمان صوبہ دارون
کا مسکن تھا اور وہ اکثر حکمران بادشاہون کے بیٹے ہوتے تھے اسلئے یہان اکثر بغاوت کی
آگ سلگا کرتی تھی۔ یہین **عظیم شاہ پسر سکندر** نے عَلَم خودسری بلند کیا۔
اور **حافظ شیرازی** کو اپنے دربار مین طلب کیا تھا۔ سنہ ۱۳۳۰ع مین جب **محمد شاہ**
تغلق نے شرقی بنگالہ کو تین صوبون پر منقسم کیا تو ایک صوبہ کا نام اسی شہر پر رکھا
جب تک سونارگانون دارالحکومت رہا تجارت کی یہان ایک بہت بھاری
منڈی تھی۔ اور اوس بڑی سڑک کا جسکو **شیرشاہ** نے بنایا تھا یہہ شہر منتہے تھا۔

شیخ یحییٰ کی وفات۔ معاودت وطن۔ طلب پیر کی خواہش اور مان کی اجازت۔ طلب پیر مین دلی پہونچنا۔ اور مشائخین دلی سے ملنا۔ بیعت۔ معاودت وطن۔ اثنائے راہ مین جنگل مین غائب ہوجانا اور سالہاسال وہان مفقود الخبر رہنا۔ رجوع آبادی

شیخ یحییٰ کی وفات

بعد فراغ کے مخدوم نے خطون کا خریطہ کھولا۔ پہلا خط جو کھلا مشعر خبر انتقال شیخ یحییٰ پدر مخدوم تھا۔ شیخ یحییٰ نے بتاریخ یازدہم شعبان سنہ ۶۹۰ ہجری انتقال فرمایا۔ اس سن انتقال پر صاحب وسیلہ شرف و صاحب تاریخ کملا دونون ہی کا اتفاق ہے۔ وسیلہ شرف کی تاریخ ہے۔ "؎ شد دو تاریخش ز القاب شریفش خود عیان کان یکے مخدوم و دیگر تارک دنیا ہیم گفت" ÷ صاحب تاریخ کملا لکھتے ہین۔ ؎

"حیرت حیران چو دید در کتب این واقعہ ÷ گفت سن وصل او آہ گل خندہ دل"

معاودت وطن

مخدوم کو باپ کی خبر انتقال سے مان کا خیال آیا۔ محبت فرزندی نے جوش مارا دل ہاتھ سے جاتا رہا۔ تحصیل سے فراغت ہو ہی چکی تھی۔ وطن کی سوجھی۔ مولانا شرف الدین ابو توامہ سے رخصت چاہی۔ مولانا نے بھی مخدوم کی حالت پر خیال فرماکر بطیب خاطر اجازت دی۔ مخدوم مع شہزادہ ذکی الدین وطن کیجانب روانہ ہوئے۔ یہہ معاودت منیر کیجانب

سنہ ۶۹۰ یا آغاز سنہ ۶۹۱ ہجری میں واقع ہوئی۔ کیونکہ حضرت نجیب الدین فردوسی رح نے جو مخدوم کے پیر بیعت ہیں سنہ ۶۹۱ ہجری میں رحلت فرمائی جیسا کہ ان اشعار تاریخ سے ظاہر ہے۔

ع شیخ ہر دو جہان نجیب الدین * گفت ہاتف کہ خواجہ دین بود ع

ع نجیب الدین کہ اخص الخواص بود بجا است * کہ سال رحلت او ہم "او اخص آمد"

اس لئے ضرور ہے کہ درمیان زمانۂ وصال شیخ یحییٰ و شیخ نجیب الدین فردوسی کے مخدوم وطن کو لوٹے۔

وطن پہونچکر ماں سے ملے۔ ماں اور بیٹے دونوں کو خوشی ہوئی۔ خاندان میں شیخ یحییٰ کی رحلت سے جو ایک جگہ ممبر ذکور کی خالی ہوئی تھی وہ شیخ ذکی الدین نے لی۔ دادا کی جگہ پر پوتا آیا۔

طلب پیر کی خواہش اور ماں کی اجازت

معاودت کے بعد تھوڑے دنوں تک ماں کے امن شفقت میں بتمام راحت و آسایش بسر کی۔ مگر وہ آتش عشق الٰہی جو اندر ہی اندر سلگ رہی تھی یکایک بھڑک اٹھی اور وہ جذبۂ حق جو ریاضات و مجاہدات کے ذریعہ سے برسوں تکمیل پذیر ہوتا تھا تحریک ہوا۔ مخدوم نے اپنے صاحبزادہ شاہ ذکی الدین کا ہاتھ اپنی مادر مہربان کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا کہ ذکی الدین کو شرف الدین کی جگہ پر سمجھئے اور شرف الدین کو اللہ کی راہ میں آزاد فرمائیے۔ آپ کی والدہ ماجدہ خود باخدا و خدا رسیدہ تھیں۔ دنیا کو مزرعۂ آخرت سمجھتی تھیں اور علی العموم اوس زمانہ کے لوگ۔ "اول دین بعدہ دنیا" پر عامل تھے آج کل جیسا زمانہ تو تھا نہیں کہ بالکل دنیا میں انہماک۔ کہیں غلطی سے ذرا کا خیال [illegible]

مخلصاً للّٰہ نہین بلکہ دنیا ہی کمانے اور اپنی نمود و ہوا پرستی کا آلہ بنانے کیلئے۔ اگر کوئی اللہ کا بندہ طالب خدا ہوا بھی تو دوست و اقربا کے طعن و تشنیع کا نشانہ بنا طرح طرح کے آوازے کسے جانے لگے لوگ اوسکے پیچھے ہاتھ جھاڑ کر ایسا پڑے کہ اوس غریب کو اپنے خیال سے درگذر کرتے ہی بنی۔ افسوس صد افسوس لیکن اوسوقت مین بہت ہی کم لوگ ایسے نکل سکتے تھے جو پورے طور سے عبد الدینار یا عبد الدرہم کے القاب سے ملقب کئے جاسکتے ہون۔

آپ کی والدہ ماجدہ بھی اون ہی لوگون مین سے تھین جو صدق دل سے اس وعدہ ربانی کے دلدادہ تھے کہ "تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۚ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ" وہ اون پاک بی بیون مین تھین جو کہ راسخ کیطرح سے اسیر ایمان لائے ہوئے تھین کہ "حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ وَبَلِيَّةٍ" اور "مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ" اور جبکا یہ خیال تھا کہ وہ دل کیا جو عرش اللہ نہین۔ اور وہ سر کیا جسمین اوسکا سودا نہین۔ بیت

دل یکے منظر ست ربانی ۔ خانۂ دیو را چہ دل خوانی

ابیات

هر رنج که آید ز تو اے جان بر دل ۔ حقا که عزیز ست چو احسان بر دل

تقصیر مکن در غم من خوش می نه ۔ هر درد که آن کشیده بتوان بر دل

آپ کی والدہ ماجدہ نے الحمد للہ کہا اور بیٹے کو خوش خوش اللہ کی جستجو مین

چھوڑا۔ مخدوم اس خیال سے کہ ؎ "آفتابے باید انجم سوز ÷ بی چراغ تو شب نگردد روز"

ابیات

"راہ دور است و پر آفت ای پسر — راہ رو را می بباید راہبر"
"کور ہرگز کے تواند رفت راست — بے عصاکش کور را رفتن خطاست"

ابیات

"خواہی کہ شود مراد حاصل — پیرے طلب اے جوان عاقل"
"تا چند بہرزہ راہ رفتن — در مسجد و خانقاہ رفتن"

اور بحکم یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ طلب پیر مین مشغول ہوئے۔

وطن سے نکلکر دہلی پہونچے۔ آپکے بڑے بھائی شیخ جلیل الدین بھی ہمراہ تھے۔ دہلی پہونچکر مشائخین دہلی سے ملے۔ علمای دہلی کی تذکیرون اور درس مین حاضر ہوئے۔ انکے حالات خوب دریافت کئے۔ مگر اکثر مشائخین دہلی سے ملکر آپ بہت محظوظ ہوئے۔ کیونکہ صاحب مناقب الاصفیا لکھتے ہین "کہ آپ نے ان لوگون سے ملکر جو رائے قائم کی وہ یہہ تھی کہ "اگر شیخی این ست من ہم شیخم"

لیکن مناقب الاصفیا کی اس تحریر پر اکثر اعتراض وارد کیا جاتا ہی اور کہا جاتا ہے کہ اس سے ادعاے محض و خود بینی ظاہر ہوتی ہی جو ہر گز شایان شان

طلب پیر مین دہلی پہونچے اور مشائخین دہلی سے ملے

اگر شیخی این ست من ہم شیخم پر اعتراض و جواب

مخدوم نہین ۔مگر افسوس ہے جن لوگون نے یہہ اعتراض وارد کیا ہو وہ مقتضای احوال و ازمنہ
پر خیال نہین کرتے ۔جس زمانہ مین یہہ کلام مخدوم کی جانب منسوب کیا جاتا ہی ۔اوس زمانہ
کو پیش نظر رکھکر دیکھنا چاہیے کہ ایسے کلام کا مخدوم کی زبان سے نکلنا ممکن تھا یا نہین
وہ ابتدائی زمانہ تھا ۔ابھی اوستاد کی درس سے اوٹھکر آرہے تھے ۔عنفوان جوانی تھا ۔
علوم و فنون کو ولولے آپ کے دل و دماغ مین زور ورون پر تھے ۔ ایسے وقت مین غایت
ہضم نفس کی امید رکھنی ہرگز قرین عقل و انصاف نہین ۔اکثر ایسا ہوتا ہی کہ انسان ایک
غلط نمونہ اپنی دماغ کے سامنے رکھکر اوسکے اندازہ پر واقعات کو جانچنے لگتا ہی اور اوسکو اپنی غلطی
کی اطلاع نہین ہوتی ۔اور جب نتیجہ حسب خواہ نہین ہوتا تو اصل واقعات ہی کو غلط کہنے لگتا ہی
یہی صورت حال یہان بھی ہی ۔لوگون نے مخدوم کی اوس حالت مین جسمین یہ کلام اونکی طرف منسوب کیا جاتا ہے
اور جو تصوف کی راہ مین محض ابتدائی تھی اور اوس حالت مین جسمین مخدوم بعد تمکین کے بہار مین اپنی سجادہ
پر بیٹھے ہوئے اپنے مریدین اور مسترشدین کو فائدہ پہونچا رہے تھے تفرقہ نہین کیا ۔وہ اسکو نہین جانتے کہ
ان دونون حالتون کے درمیان کوئی حد فاصل بھی ہوسکتی ہے یا نہین ۔اگر یہہ اونکو معلوم ہوتا
تو ہرگز اس قسم کا اعتراض وارد نہین کرتے ۔بہر حال مخدوم نے اوسوقت مین اپنی ایسی رائے
قائم کی تھی مگر ہمیشہ اونکی یہہ رائے قائم نہین رہی ۔زین بدر عربی کو جو آپ نے اونکے
استفسار پر جواب دیا ہے اوس سے صاف میرے کلام کی تصدیق ہوتی ہے ۔ آپ
فرماتے ہین کہ "در دہلی از ہر چہ پرسی ہمہ بسیار ۔ عابدان و زاہدان بسیار ۔ بزرگان دین بسیار
صاحبان سجادہ و صاحبان کرامت بسیار"

سلطان الاولیا سے ملاقات

مشاہیر دہلی سے ملنے کے بعد مخدوم حضرت نظام الدین اولیاؒ کے یہان جو اوسوقت مین قطب دہلی تھے حصول بیعت کی نیت سے حاضر ہوئے۔ اوسوقت شیخ کی مجلس مین کچھ مذاکرہ علمی تھا۔ مخدوم بھی اوس مین شریک ہوئے۔ اور تقریر پسندیدہ کی۔ شیخ نے آپ کا اعزاز و اکرام کیا۔ مگر یہہ کہکر کہ "سیمرغ است کہ نصیب دام ما نیست" بیعت نہین لی۔ اور ایک بیڑا پان کا دے کر رخصت کیا۔

شرف الدین پانی پتی سے ملاقات

مخدوم دل برداشتہ پانی پت آئے۔ شرف الدین پانی پتی سے ملے اور فرمایا کہ شیخ ہو مگر مغلوب الحال۔ دوسرے کی تربیت نہین کرسکتا۔ آپ کے بڑے بھائی شیخ جلیل الدین نے جو آپ کے ہمراہ تھے پھر دہلی لوٹ چلنے اور شیخ نجیب الدین فردوسیؒ سے ملنے کی تحریص کی۔ اور اون کے مناقب و اوصاف بیان فرماکر اون سے ملنے پر اصرار کیا۔ مخدوم نے فرمایا کہ جو قطب دہلی تھا اوسنے تو مجھے لوٹا دیا۔ اب ان سے ملنے کا کوئی فائدہ نہین معلوم ہوتا۔ لیکن جب بھائی بہت مصر ہوئے تو شیخ سے ملنے کی نیت سے چلے۔ شیخ کے مکان کے قریب پہونچکر آپ پر ایک دہشت طاری ہوئی۔ آپ نہایت متردد ہوئے کہ یہہ نئی بات کیون پیدا ہوئی۔ سچ ہے۔ بیت ؎ "ہیبت حق است این از خلق نیست * ہیبت این مرد صاحب دلق نیست"۔

شیخ نجیب الدین فردوسی سے ملاقات و بیعت

جب مخدوم شیخ نجیب الدین فردوسی کے سامنے پہونچے۔ دہشت کے مارے پسینے پسینے تھے۔ بعد ادائے مراسم سلام کے بیٹھ گئے۔ اور بیعت کی ملتجی ہوئے

شیخ نے بیعت لی اور ایک اجازت نامہ لاکر دیا۔ مخدوم نے عرض کی کہ مین نے تو ابھی شیخ کی خدمت تک نہین کی ہے۔ اور روش طریقت تک نہین سیکھی بجا آوری حکم کی کیونکر ممکن ہے۔ شیخ نے جواب دیا کہ بارہ برس قبل مین نے بحکم ختمی مآب صلی اللہ علیہ وسلم یہہ اجازت نامہ تمھارے لئے لکھکر رکھا تھا۔ تمکو اسکا اندیشہ نہین کرنا چاہئے۔ نبوت تمھاری تعلیم کریگی اور پیرونکی ولایت حامی رہیگی۔ پھر طریقت کی روش تلقین فرمائی۔ اور چند نصیحتین لکھکر مخدوم کو دین اور رخصت کیا۔ اور فرمایا کہ اگر راہ مین تمکو کوئی خبر ملے تو نہ لوٹنا۔ مخدوم دو تین ہی منزل گئے ہونگے کہ شیخ نجیب الدین فردوسی کی وفات کی خبر ملی۔ یہہ واقعہ حصول بیعت کا ۶۹۱ہجری مین ہوا۔ کیونکہ اسی سن مین جیساکہ اوپر لکھا جاچکا ہے شیخ نجیب الدین فردوسی نے رحلت کی۔ اور وہ نصیحتین جو شیخ نجیب الدین فردوسی نے مخدوم کو لکھکر دی تھین یہہ ہین:۔

شیخ نجیب الدین فردوسی نے جو نصیحتین لکھکر مخدوم کو دین

"بعد از تامل و تفکر بسیار روشن شد کہ مشغول شدن بہرچہ باشد گو خطا است جز مشغول شدن بحق تعالے کہ بترک بت از جملہ۔ واصلا والبتہ چپ و راست نہ بیند و ہوشیار باشد تا بہ غفلت چپ و راست نظر نکند۔ واصلا والبتہ سخن کسے گوش نکند۔ البتہ قصد شنیدن آن نکند کہ چیزی گوید۔ وقصد دل بچیزے مشغول نکند تا اگر سخن ضروری در گوش می افتد نافتد و فہم نشود۔ وجز نان خشک وآب کہ وقت ضرورت مقرر و معہود کردہ است اصلا والبتہ نخورد کہ آن محض اتباع ہوا است و محض خود پرستی است۔ وہر روز یکبار میانۂ روز متوضئ رود سواگر بسبب قلت طعام ہر روز احتیاج نشود خود بہتر باشد۔ اما ازین زیادہ نرود و وقت بگرداند اگرچہ تقاضا پیدا شود و وضو مشوش باشد تا بدین عادۃ شود۔

ا؎ جاے ضرور ۱۲

ا؎ بتکلف دم کشیدہ ۱۲

دہمہ وقت جز یک خرقہ گلیم ہیچ نہ پوشد۔ مگر در سرما باخرقہ کہنہ بپوشد بالاے خرقہ قمیص برین زیادہ نکند۔ و اصلا و البتہ نہ در روز و نہ در شب از آمدن کسے و سخن کسے و کار کسے ناخوش نشود و بوقت اعتراض نکند۔ و نہ گزارد کہ در ظاہر و باطن بر ہیچ کس و در ہیچ چیز انکارے و اعتراضے و چون و چرائے یلم و کیفے بگزرد۔ اگرچہ ہمہ آتش بر سر بارد۔ تا مقام وحدت باکمال الذوق حاصل شود و در وقت سماع تا آنگہ کہ تواند و ممکن باشد اصلا و البتہ نگزارد کہ آب از چشم و یا حرکت در وجود آید۔ بقدر المقدور درین باب بکوشد۔ مگر آنگہ کہ مغلوب شود و نگاہ نتواند داشت۔ زیراچہ در ظاہر شدن احوال آفات بسیار ہست و کتمان آن از جملہ مہماست "

مخدوم اور سلطان الاولیا کی ملاقات کا جھگڑا

مخدوم کا شیخ نجیب الدین فردوسی کے ہاتھ پر بیعت کرنا متفق علیہ ہے۔ مگر خال خال لوگون نے مخدوم اور شیخ نظام الدین اولیا کی ملاقات مین اختلاف کیا ہے۔

مولنا عبدالحق محدث دہلوی کی روایت

مولنا عبدالحق محدث دہلوی اپنی اخبار الاخیار مین فرماتے ہین کہ "گویند کہ شیخ شرف الدین بشوق بندگی شیخ نظام الدین اولیا بدہلی آمد۔ قضا را پیش از انکہ او بدہلی برسد شیخ نظام الدین بریاض رضوان خرامیدہ بود"

ابوالفضل کی روایت

ابوالفضل اکبرنامہ مین مخدوم کی حالت مین لکھتا ہے:۔

"... و بآرزوے دیدن شیخ نظام الدین اولیا باہمین برادر خود شیخ جلیل الدین محمد بدہلی آمد چہ شیخ در گزشتہ بود"

حضرت دہلوی اور ابوالفضل کی روایتیں کیون قابل وثوق نہین

یہہ دونون حضرات مخدوم کے بہت بعد ہوئے ہین اسلئے انکے اقوال

زیادہ قابل اعتبار نہین۔ صاحب مناقب الاصفیا جو پہری روایت کے ماخذ ہین وہ مخدوم کے چچیرے بھائی ہین یا ور مخدوم کے زمانہ مین موجود تھے اور مخدوم ہی اونکے پیر بیعت بھی ہین۔ انکی روایت بدرجہا قابل وثوق ہے۔ "صاحب البیت ادرےٰ بمافیہ"۔

حاجی نظام الدین غریب یمنی کی روایت

علاوہ برین حاجی نظام الدین غریب یمنی جامع لطائف اشرفی اور فرشتہ بھی ان ہی کی تائید کرتے ہین۔ صاحب لطائف اشرفی جو اشرف جہانگیر کے مریدون مین سے ہین اور جنکو مخدوم سے تقرب زمانی حاصل ہے لکھتے ہین کہ:- "حضرت شیخ شرف الدین بعد از تحصیل علوم شرعیہ و تکمیل ریاضات اصلیہ و فرعیہ بشرف ملازمت حضرت سلطان المشائخ بہ دھلی تشریف بردند و استدعاے ارادت و ارشاد کردند۔ استفسار از عالم غیبی و تقضاے لاریبی کردند۔ و سر بجیب استغراق کشیدہ برآوردند و فرمودند برادر شرف الدین نصیب ارادت و حصول سلوک شما از برادرم نجیب الدین فردوسی است"۔

فرشتہ کی روایت

فرشتہ لکھتا ہے کہ:- "درہمان ایام شیخ شرف الدین منیری و برادر بزرگ او شیخ جلیل الدین بقصد ارادت بہ دھلی آمدند و شیخ (نظام الدین اولیا) را دریافتہ خواستند کہ مرید شوند۔ لیکن شیخ فرمود حوالہ شما بخانوادہ فردوسیان است الخ"۔

عدم ملاقات کی وجہ

عدم ملاقات کی وجہ جو بیان کیجاتی ہے وہ حضرت نظام الدین اولیا اور شیخ نجیب الدین فردوسی کی رحلت کے زمانہ سے متعلق ہے۔ کہا جاتا ہے کہ

مخدوم کا دہلی جانا ایک بار سے زیادہ ثابت نہین اور وہ بھی بیعت کی غرض سے۔ مخدوم کی بیعت اور شیخ نجیب الدین فردوسی کی رحلت ایک ہی سال مین واقع ہوئی ہے اور چونکہ شیخ نجیب الدین نے حضرت سلطان جی کے بہت دنون بعد قضا کی ہے اسلئے مخدوم کا حضرت سلطان الاولیا سے ملنا غیر ممکن ہے۔

عدم ملاقات کی وجہ کی تردید مع دلائل

مین کہتا ہون کہ یہہ بہت ٹھیک ہو کہ مخدوم کی بیعت اور شیخ نجیب الدین فردوسی کی رحلت ایک ہی سن مین واقع ہوئی۔ مگر معترض کے دوسرے دعوی بے دلیل ہین۔ یہہ قطعی طور سے ثابت نہین ہوتا کہ شیخ نجیب الدین فردوسی نے حضرت سلطانجی کے بعد رحلت کی۔ بلکہ جو تاریخ رحلت مجھے ملی ہے اوس سی معلوم ہوتا ہے کہ کوئی تینتیس چونتیس ۳۳ ۳۴ برس قبل شیخ نجیب الدین فردوسی نے انتقال فرمایا۔ اب رہا مخدوم کا صرف ایک بار دھلی جانا۔ یہہ بھی محض غلط ہے۔ مونس القلوب سے بروایت حسین نوشۂ توحید جو دست گرفتہ و تربیت یافتہ مخدوم کے تھے ثابت ہے کہ فیروزشاہ کے زمانہ مین بھی مخدوم دہلی تشریف لیگئے تھے۔ قس علی ہذا مخدوم اور نظام اولیا کی عدم ملاقات پر صرف مولنا عبدالحق و ابوالفضل کی مجہول روایتون سے استدلال کرنا سراسر غلط ہے۔ کبھی عقل صائب اسکو جائز نہین رکھتی۔ علاوہ برین یہہ دیکھنا چاہیئے کہ کون کون سی وجوہ اونکے باور کرنے کے ہو سکتے ہین۔ میرے نزدیک کوئی وجہہ اسکی نہین ملتی کہ مین اسکو مان لون کہ جو کچھ انھون نے لکھا ہی

صحیح و درست ہی۔ نہ تو تقرب زمانی ہی ہے اور نہ واسطہ خاندانی۔ ان مین سے
ابوالفضل تو وہ ہے کہ سر سنے سے یہہ بھی نہین جانا کہ مخدوم کو صوفیون
کے کس خاندان سے تعلق تھا اور وہ کس کے خرمن فیض کے خوشہ چین تھے۔
وہ لکھتا ہی: "شرف الدین یحیےٰ منیری۔ پور یحیےٰ بن اسرائیل کہ سرآمد چشتیان بود از
گنج شکر فیضی برگرفت"۔ ؎ چہ خوش گفت ہست سعدی در زلیخا ؞
الا یا ایہا الساقی ادر کاسًا و ناولہا ؞ حاشا و کلّا مخدوم کو حضرت گنج شکرؒ کے خوان فیض
کی زلہ ربائی کا کبھی اتفاق نہین ہوا۔ برخلاف ان روایتون کے میرے پاس اسکا کافی
ثبوت موجود ہے کہ جسوقت مخدومؒ دہلی گئے تھے حضرت سلطان الاولیاؒ
دہلی مین جی و قائم تھے۔ پھر جبکہ نظام اولیا زندہ ہون اور مخدوم وہان
تشریف لیجائین اور زیارت مشائخان طریقت کے مشتاق بھی ہون تو یہہ کیونکر
ممکن ہے کہ حضرت سلطان جیؒ سے نہ ملے ہون۔

معدن المعانی کے باب واز دہم مین مخدوم سے مروی ہے:
"مولنا ضیاء الدین سنامی ہم محدث بود و ہم مفسر۔ روزے من در تذکیر ایشان حاضر بودم"
مولانا ضیاء الدین سنامی مشاہیر علمائے دہلی مین سے تھے۔
اخبار الاخیار مین مولنا عبدالحق لکھتے ہین کہ "مولنا ضیاء الدین
سنامی معاصر شیخ نظام الدین اولیا بود۔ و دائم الشیخ از جہت سماع احتساب کردے و شیخ
با وے جز بمعذرت و انقیاد پیش نہ آمدے۔ و در تعظیم مولانا دقیقہ نامرعی نگذاشتے"۔ پھر تھوڑی

عبارت کے بعد فرماتے ہین کہ :" شیخ نظام الدین اولیاد درمرض موت مولانا ضیاء الدین سنامی بعیادت رفت۔ مولانا دستار خود را بپای از شیخ انداخت۔ شیخ دستار برچید و برچشم نہاد و چون پیش مولانا بہ نشست مولانا چشم باز کرد و چار نکرد و چون برخاست و بیرون آمد آواز فوت مولانا برخاست۔ شیخ میگریست و تاسف می کرد کہ یک ذات بود حامی شرع حیف کہ آن نیز نماند"۔

عبارت بالا سے تین امور مستنبط ہوتے ہین۔ اول یہہ کہ **مخدوم** سے اور مولانا ضیاء الدین **سنامی** سے جو مشاہیر علماے دہلی سے تھے ملاقات ہوئی۔ دوسرے یہہ کہ مولانا ضیاء الدین سنامی حضرت **سلطانجی** کے معاصر تھے۔ تیسرے یہہ کہ مولانا ضیاء الدین سنامی سلطانجی کے حین حیات قضا کر گئے۔

اب کوئی صاحب عقل سلیم امور بالا کو تین قضیے قائم کر کے نتیجہ نکالنا چاہیں تو اسکے سوا دوسرا نتیجہ ہرگز نہین نکل سکتا کہ **مخدوم** کے دہلی پہونچنے کے زمانہ مین سلطانجی حیات تھے۔ پھر ایسی حالت مین جبکہ سلطان جی دلی مین موجود بھی ہون اور **مخدوم** اون ہی کے اشتیاق مین وہان جائین بھی سلطانجی سے نہ ملنا یعنی چہ؟۔

مخدوم سے اور محبوب الٰہی سے ملاقات ہوئی

مین نہایت زور سے یہہ کہونگا کہ **مخدوم** سے اور **محبوب الٰہی** سے ملاقات ہوئی۔ لیکن مشیت ایزدی نہ تھی اسلئے مخدوم کی بیعت سلطانجی کے ہاتھ پر نہوئی۔ اور **مخدوم** حضرت **نجیب الدین فردوسی** کے حلقہ ارادت

میں داخل ہوئے۔

بیعت کے بعد معاودت وطن

بعد بیعت کے مخدوم حسب الحکم شیخ نجیب الدین فردوسیؒ وطن کیجانب لوٹے مگر مست ومخمور۔ آپ فرماتے ہین کہ "من چون بخواجہ نجیب الدین فردوسی پیوستم آتش تحسر در دل من نہادہ شد کہ ہر روز آن حرقت زیادہ می شد" بہیا پہونچتے ہی یارائے ضبط و اختیار باقی نہ رہا۔ مور کی جھنکار سے دل مین ہوک اوٹھی۔ گریبان چاک جنگل کی راہ لی۔ بھائی جو ہمراہ ورفیق تھے مُنہ تکتے کے تکتے رہ گئے۔ کچھ نہ بنی۔ وہ اللہ کا شیدائی۔ خدائی مجنون تلاش یار مین نکلا۔ شجر و حجر مین جمال یار کا مشاہدہ تھا۔ اور بن بن مین خیال دلدار کا جلوہ پیچ ہے **بیت**

گرت ہواست کہ با خضر ہمنشین باشی ۔ نہان ز چشم سکندر چو آب حیوان باش

بھائی نے بہت ڈھونڈھا۔ کچھ پتا نہ ملا۔ مجبور فی امان اللہ کہکر وطن کو لوٹ آئے اور خرقہ وشجرہ اور دوسری تبرکات جو شیخ نے مخدوم کو دئے تھے ماں کے حوالہ کئے

سالہا سال مختلف جنگلون مین بسر کی

صاحب **مناقب الاصفیا** فرماتے ہین کہ مخدوم بارہ برس بہیا کے جنگل مین رہے۔ اسکے بعد راجگیر کے جنگل اور دوسرے دوسرے جنگلونمین بسر کی۔ اس زمانے کے حالات ملنے قریب قریب ناممکن ہین۔ البتہ چند وہ روایتین جو مخدوم نے کسی مجلس مین فرمائین یا کسی دوسرے صحرانورد بادیہ گرد نے بیان کین معلوم ہین۔ بارہ برس تک بہیا کے جنگل مین مخدوم سے کسی شخص سے ملاقات نہوئی۔ اسکے بعد راجگیر کے جنگل مین کسی نے آپ کو

دیکھا اگرچہ اوسی جنگل مین آپ غائب ہو گئے - بہت دنون کے بعد ایک شخص نے آپکو ایک جنگل مین دیکھا کہ ایک درخت کی ٹہنی پکڑے عالم حیرت مین کھڑے ہین - چیونٹیان حلق مین آتی جاتی ہین اور آپ کو اصلا خبر نہین ہوتی - راسخ نے کیا خوب کہا ہے - **ابیات**

وے گئے گذرے ادہر جو آئے — لاگو اسکے سنجیر پاٹے
جوگ لینے گئے جوگی ہوئے لوگ — لاگ سے اسکی بروگی ہوئی لوگ

راجگیر

راجگیر کا نام مخدوم کے ساتھ اس بادیہ گردی کے زمانہ مین خصوصیت کے ساتھ لیا جاتا ہے - اسکی وجہ اول تو یہہ ہے کہ مخدوم کے ریاضات و مجاہدات کے آثار اب تک وہان موجود ہین - دوسرے یہہ کہ اوسی جنگل سے نکلکر آپنے بہار مین سکونت اختیار کی - اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پھر سکونت پذیر ہونے کے بعد بھی مخدوم اکثر ادہر نکل جاتے تھے -

ڈاکٹر ہنٹر اپنی کتاب گزیٹیر مین لکھتے ہین کہ: "راجگیر کے پہاڑ دو قطعہ متوازی الخطکی صورت مین جنوبی غربی سمت کو چلے گئے ہین - جنکے درمیان ایک تنگ وادی ہے جسکو جگہ جگہ نالے اور درے قطع کرتے ہین - یہہ پہاڑ جو کسی جگہ ہزار فیٹ سے زیادہ بلند نہیین ہین - اور عظیم الشان چٹانون سے مرکب - اور گھنی گھنی جھاڑیون سے ڈہکے ہین اور ایک خاص قدیمی دلچسپی رکھتے ہین - کیونکہ ان پر اکثر مذہب بودھ کے آثار قدیمہ موجود ہین - انکے اوتر جانب ایک علحدہ پہاڑی ہے - یہہ بھی اول الذکر پہاڑون کی ہم مادہ ہے اور اونکی بیرونی شاخ کہی جاسکتی ہے - جنرل کننگھم کہتے ہین کہ چینی سیاح ہیون سیانگ (Hiuen Tsiang) نے جو کپوٹیکا

اگرچہ رناجگیر مین اب وہ پہلا سا جنگل تو رہا نہین - تاہم اب تک بہت
کچھ ہے - بہیا جیسا نہین کہ گویا بالکل جنگل کٹ کر مزروعہ ہوگیا - یہان کا پہاڑ
بلندی مین کچھ ایسا زیادہ نہین ہے - مگر چونکہ یہہ ہر فرقہ و ملت کے
تارک الدنیا لوگون کا گوشۂ عزلت رہا ہے - بودھ گوتما جو بودھ

(Kapotika) پہاڑی کا ذکر کیا ہے وہ یہی ہے - گرم جھرنے یہان بہت ہین - ان پہاڑون
پر بھال - چیتے - اور بھیڑیئے اکثر پائے جاتے ہین - شیر بھی کبھی کبھی دکھائی دیتے ہین - اور
چھوٹی چھوٹی ہندوستانی لومڑیان بھی یہان موجود ہین" -

ڈاکٹر بچنن ہملٹن (Dr. Buchanen Hemilton)
کہتے ہین کہ یہ راجگیر وہی راجگیرہا ہے جو بودھ گوتما کا مسکن اور قدیمی مگدھ
کا پایۂ تخت تھا - اور جنرل کننگھم کہتے ہین کہ یہ کوساناگرا پور
(Kusanagrapur) ہے - جسکے معنے کوسا کا شہر یعنی گھانس کا شہر ہے -
کوس کے معنی گھانس کے ہین - اور جسکو ہیوئن سیانگ چینی سیاح نے
دیکھا تھا اور جسکو وہ کیشو شی کی لو پو لو (Ktushe-Kte lo-pu-lo)
بتاتا ہے - راجگیرہا جسکے معنی شاہی مسکن کے ہین گریب راجا یعنی کوہ محصور
کے نام سے بھی معروف تھا - اور اسی نام سے جراسندھو (Jarasin-dhu)
شاہ مگدھ کا پایۂ تخت رامائن اور مہابھارت مین معروف ہے - اور اسکا
مذکور فاہین (Fa-Hian) اور ہیونین سیانگ چینی سیاحون
نے بھی کیا ہے - بلکہ آخر الذکر سیاح نے یہان کے گرم جھرنون کے حالات بھی
لکھے ہین - پانچ پہاڑیان جو شہر کے گرد تھین اور جنکا ذکر مہابھارت اور پالی قصص مین ہے

مذہب کا بانی تھا اوس نے برسون یہین بیٹھکر دھیان جمایا ہے۔ اور اوسکے بہت سے مقامات یہین طے ہوئے ہین۔ ہندو جوگیون کا بھی یہہ زاویہ عبادت

جنرل کننگھم نے انکی تحقیقات کی ہے۔ وہ کہتے ہین کہ پہلی پہاڑی سنئے بہار (Baibhar) بلاشبہ وہی پہاڑی ہے جسکا ویبھار پہاڑ (Wobhara Mountain) کے نام سے پالی قصص مین مذکور ہے۔ اور جسکے جنب مین غارِ ستاپانی (Sattapanni Cave) تھا۔ جہان پیشوایان مذہب بودھ نے ایک مجلس سن پانچسو تینتالیس ۵۴۳ قبل مسیح مین ترتیب دی تھی۔ دوسری پہاڑی رتناگیری (Ratnagiri) وہی ہے جسکو فاھین (Fa-Hian) غار شجر التین (The Tigeree Cave) کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ اور جہان بودھا طعام کے بعد مراقب ہوتا تھا۔ اور جسکو مہابھارت مین ریشی گیری (Reshigiri) کہتے ہین۔ اور پالی قصص مین پنڈاو (Pandao)۔ ایک پختہ مگر کچھ دکا واک راہ اس پہاڑ کی چوٹی کو چلی گئی ہے۔ جہان اسوقت تک ایک چھوٹا سا مندر موجود ہے۔ اور جسمین جین مذہب کے لوگ پوجا کرتے ہین۔ تیسری پہاڑی بیپولا (Bipula) وہی ہے جو پالی قصص مین وی پولو (Wepullo) کے نام سے۔ اور مہابھارت مین چیت یاکا (Chait-yaka) کے نام سے مذکور ہے۔ باقی دو پہاڑیان وہ ہین جن پر جین کے معبد ہین شہر پناہ کی دیوارون کے آثار اب تک نظر آتے ہین۔

رہا ہے۔ اسلئے اسوقت بھی مسلمان ہندوستانیون کا گوشۂ عزلت ہے فطرتی
طور سے یہہ جگہہ یاد خدا کے لئے نہایت موزون ہے جس زمانہ مین مخدوم
یہان اپنی تکمیل مین مشغول تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندو فقرا بھی ادہر ادہر
پہاڑ کے کہوہون مین اپنی دہونیان رمائے موجود تھے چنانچہ مناقب الاصفیا
مین روایت ہے کہ راجگیر مین ایک جوگی مخدوم سے ملا اور اوسنے یہہ سوال کیا
کہ "سدہا را چون بشناسند" سدہا جوگیون کی اصطلاح مین مرد کامل کو کہتے ہین۔
مخدوم نے فرمایا کہ "اگر او این جنگل را گوید زر شو زر شود" فوراً وہ جنگل زر ہو گیا۔ آپنے
جنگل کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ "تو بر جاے خویش باش من حکایت می کنم"

اسکا دائرہ تقریباً ۴ میل ہوگا۔

نیا راجگیر دو ڈھائی میل پرانے شہر سے واقع ہے۔ تواریخ بودھ سے یہہ بات معلوم ہوتی ہے
کہ اس شہر کو سری نیکا (Sre-Nika) یا اجاتا ساترو
(Ajata-Satru) کے باپ بمبسارا (Bimbisara)
نے جو بودھا کا ہمعصر تھا آباد کیا تھا۔ اور اسلئے لازمی طور سے سنہ ۵۶۰ پانچسو ساٹھ
قبل مسیح مین بنا۔ ڈاکٹر بچنن ہملٹن (Dr. Buchanen Hamil-ton)
کہتے ہین کہ یہہ شہر ضرور شمالی غربی گوشہ پر ایک قلعہ کے تھا جو ایک بے نظام مخمس کی صورت کا ہے
اور ظاہرا نہایت قدیم معلوم ہوتا ہے۔

راجگیر مین مخدوم کا حجرہ

دامن کوہ مین ایک گرم جھرنے کے متصل مخدومؒ کا حجرہ ہے جو دیکھنے
کے قابل ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صانع قدرت نے اپنے ہاتھون سے بنایا ہے۔
چارون طرف سے بڑے بڑے پتھر دیوار کی صورت مین آکر مل گئے ہین اور اوپر بھی ایک
مستطیل پتھر معلق رکھا ہوا ہے جو چھت کا کام دیتا ہے۔ اسکی سنگی دیوارین اسطور
سے واقع ہوئی ہین کہ ایک چھوٹا سا دروازہ بھی آمد و رفت کے لئے پیدا ہو گیا ہے۔
یہ پتھر معلق رکھے ہوئے ہین اور اتنے بڑے اور بوجھل ہین کہ طاقت بشری
سے بالکل باہر ہے کہ جس وضع سے وہ رکھے ہوئے ہین کوئی انسان اون کو
رکھ سکے۔ بغیر کسی مصنوعی اسباب کے سات سو برس سے وہ اسوقت تک اپنی
حالت پر قائم ہین۔ سنہ ۱۱۵۴ھ گیارہ سے چون ہجری مین چار صدیون کے بعد گوشہ سے
ملحق دروازہ کی جانب ایک چھوٹی سی کوٹھری پختہ بنا دی گئی ہے۔ ہان اون ہی
دیوارون کے پتھر کی نشست مین صانع قدرت نے یہ حکمت بھی خرچ کی ہے کہ
پورب کی جانب ایک دریچہ پیدا ہو گیا ہے۔ جس سے شعاع آفتاب پورے
طور سے اندر آتی ہے اور حجرہ کو کافی طور سے روشن رکھتی ہے۔ اندر سے اسکی
بلندی اسقدر نہین ہے کہ ایک میانہ قد آدمی کھڑا ہو کر نماز ادا کر سکے۔ اسی گوشہ
سے ملحق تھوڑی دور پہاڑ کے اوپر جا کر تھوڑی سی مسطح جگہ ہے۔ اوسکے سامنے پچھم
جانب لوگون نے ایک پختہ دیوار قائم کر دی ہے۔ اور وہ جگہ اسطور پر ایک فضائی
مسجد کی صورت بن گئی ہے۔ جسمین تین صفین تین تین یا چار چار نمازیون کی قائم ہو سکتی ہین

مخدوم اکثر شب کو اوسی جگہ تسبیح و تہلیل مین مشغول رہا کرتے تھے اس قدرتی مسجد کا فرش بالکل سنگی ہے جسکی وجہ سے کبھی گھانس وغیرہ اوس جگہ نہین اوگتی۔ اور وہ جگہ ہر فصل مین نہایت صاف اور ستھری رہتی ہے۔ اوس جگہ سے آدمی جنگل کا بہت دور تک نظارہ کر سکتا ہے۔

بہار مین سکونت پذیر ہونے کے بعد بھی اکثر راجگیر مین بسر کرنے تھے۔

بہار مین سکونت پذیر ہونے کے بعد بھی مخدوم اکثر یہان بسر اوقات کیا کرتے تھے۔ کیونکہ اوس حجرہ کے قریب جو جھرنا ہے اور **مخدوم کنڈ** کے نام سے مشہور ہے اوسکی متصل ایک دوسرا حجرہ ہے جو **مولانا مظفر** کے حجرہ کے نام سے مشہور ہے۔ **مولانا مظفر کا مخدوم** کے ساتھ ہونا قبل اسکے کہ مخدوم سجادہ ارشاد و تلقین پر بیٹھین نہین پایا جاتا ہے۔ اور **مخدوم کا بہار** مین سکونت اختیار کرنے کے بعد بھی اکثر باہر چلا جانا **مناقب الاصفیا** سے ثابت ہے۔ صاحب **مناقب الاصفیا** لکھتے ہین "تا در پاے قوت بود بیرون میرفت۔ یکان دو کان ماہے بیرون می ماند۔ مدتے برین طریق گزشت۔"

راجگیر کی سینری

الحق **راجگیر** مین وہ جگہ بھی جو مخدوم کے چلہ کے نام سے مشہور ہے عجب دلچسپ جگہ ہے۔ اسکا منظر و سینری عجب و دلکش و دل آویز ہے۔ یہان پہونچکر جو روح کو فرحت اور قلب کو اطمینان و انبساط حاصل ہوتا ہے اوسی شخص سے پوچھئے جو چندے یہان رہا ہو۔ مین چند بار وہان گیا ہون

جو فرحت وانبساط - اور طمانینت قلب حاصل ہوتی ہے وہ احاطۂ تحریر مین نہین آسکتی - وہانکی خلوت مین بھی جلوت کا لطف ملتا ہے - ہرگز دل نہین گھبراتا - اسکے علاوہ وہانکی آب وہوا بھی صحت کے حق مین اکسیر کا حکم رکھتی ہے - پانی ایسا شیرین اور مقوی - ہوا ایسی لطیف وصاف کہ دوسری جگہ مشکلون سے نصیب ہوسکے - چھوٹے چھوٹے درختون کی قطار - سبز سبز پتون کی بہار - جنگلی پرندون کے چہچہے - عجب سہانا اور دلکش سمان پیدا کرتے ہین - صاحب گل فنس دوس راجگیر کی تعریف مین لکھتے ہین

ابیات

راجگیر آنکہ بفرحت دل کشمیر بود ؎ گلشن بہ فزاک دل خلق چو نخچیر بود
زآب حیوان لطافت خضرش شوئیدست ... جاے سبزہ ہمہ جا جوہر گیاہ روئیدست
بارک اللہ چہ جاے ومقامے اشگرف ... بے زبانان ہمہ گویند سخن حرف بحرف
سبزہ زارش ہمہ در دیدہ ضیاے بصرست ... مرغزارش تو بگوئی ہمہ باغ نظرست
نکہت تازہ ریاحینش نیاید بہ بیان ... ہر گیاہش تو شمیم ست یہ از عنبر دبان
برگ ریزش چو شود نخل ز باد صرصر ... قوت نامیہ استادہ بود بستہ کمر
کشت او سنبلہ آرد ہمہ پروین وپرن ... تریش گل بدماند ہمہ نسرین و ترن
ہر نہالش کہ بصحراست چو شاخ ست و چہ برگ ... از صباہ ست بہر برگ بدافتادہ تگرگ
ہر سحر نالہ کنان بلبل بستانی ہا ؎ بلبل آن گل رعنا ز پر افشانی ہا

کوہ و ہامونش چو انباغ ارم دید ممو	شد ثنا خوانش گہے جامی و گاہے خسرو
قمری و بلبل و دراج بہ نستانی باہم	بر شجر زمزمہ خوان مرغ خوش الحان باہم
پیش او در کمر سنگ بزیر ہر کوہ	چشمہ ہا چشمۂ حیوان صفت و بحر شکوہ

مخدوم کی رُوحانی تعلیم ریاضات چولھائی سے ملاقات ۔ اور مرید خلق سے غرض

مخدوم کی تعلیم روح نبوی صلعم سے ہوئی

الغرض مخدوم نے ایسی ہی جگہون مین عمر کا ایک معتدبہ حصہ ریاضات و مجاہدات مین بسر کیا اور پایا جو کچھ کہ پایا ۔ آپ نے جتنے ارباب تصوف اوسوقت مین موجود تھے کسی کا بار منت نہین اوٹھایا ۔ آپ کی تربیت خاص روح نبوی صلعم سے ہوئی ۔ اور اسطرح سے پیر کے کلام کی تصدیق ہوگئی ۔ سچ ہے ۔ بیت

"گفتۂ او گفتۂ اللہ بود ؛ گرچہ از حلقوم عبداللہ بود"

مولانا جامی کی راے

اس قسم کی تعلیم کا ہونا ارباب صفا کے نزدیک بعید از قیاس نہین مولانا جامی نفحات الانس مین لکھتے ہین کہ ایک گروہ اولیاء اللہ کا وہ ہے جسکو مشائخان طریقت اُوَیسی کہتے ہین ۔ انکو ظاہر مین پیر کی ضرورت نہین ہوتی ۔ کیونکہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم بلا واسطہ غیر کے اپنی حجر عنایت مین انکی پرورش فرماتے ہین جیسا کہ حضرت اویس رضی اللہ عنہ کی تعلیم آپ نے فرمائی ۔ یہ مقام بہت عظیم و اعلےٰ ہے ۔ اور بہت کم لوگونکو نصیب ہوتا ہے ۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ ۔

مولانا شاہ ولی اللہ کی راے

مولانا شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ بھی اپنی کتاب فیوض الحرمین مین اسی مضمون کے لگ بھگ لکھتے ہین کہ:- "سَلَّكَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِنَفْسِہٖ وَرَبَّانِیْ بِیَدِہٖ فَاَنَا اُوَیْسِیَّہٗ وَتِلْمِیْذُہٗ بِلَا وَاسِطَۃٍ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ۔ ذٰلِكَ اَنَّہٗ اَرَانِیْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رُوْحَہُ الْمُكَرَّمَۃَ۔ فَعَرَّفَنِیْ بِھَا اِذْ مَعْرِفَۃُ الْمُفِیْضِ قَبْلَ الْاِفَاضَۃِ فَعِنْدِیْ رُوْحُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْرَفُ الْاَشْیَاۗءِ حَتّٰی الْمَحْسُوْسَاتِ"۔ ترجمہ

مجھکو سالک بنایا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور خود میری تربیت فرمائی پس مین اویسی ہون اور شاگرد ہون رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بلا کسی واسطہ کے۔ اور یہ بات یون ہے کہ آپ نے اپنی روح مکرم مجھے دکھائی اور اوس سے مجھے عارف بنایا۔ کیونکہ معرفت مفیض کی افاضہ سے پہلے ہے۔ پس میرے نزدیک آپ کی روح مکرم اعرف الاشیاء ہے۔ یہانتک کہ محسوسات سے بھی۔

پھر اوسی فیوض الحرمین مین تھوڑی دور آگے چلکر فرماتے ہین:-

اَعْطَانِی اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ شَبَحًا مِّنْ طَرِیْقَۃٍ فِی السُّلُوْكِ بِوَاسِطَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَبَاشَرَتْ اِعْطَاۗءَ رُوْحِہِ الْكَرِیْمَۃُ وَاَطْلَعَنِیْ عَلٰی حَقِیْقَۃِ ھٰذَا الشَّیْءِ الَّذِیْ اَعْطَانِیْ فَعَرَفْتُھَا حَتّٰی مَعْرِفَتِھَا وَعَرَفْتُ اَنَّہٗ شَبَحٌ مِّنْھَا لَا عَیْنُھَا۔ ترجمہ

عنایت کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے رابستہ کے سلوک کا کالبد بواسطہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور باعث عطا کی ہوئی نعمت آپ کی روح مکرم اور مجھکو اطلاع دی اوس شئے کی حقیقت - پر جو مجھکو عنایت ہوئی - پس مین نے پہچانا جسقدر حق تھا اوسکے پہچاننے کا اور مین نے جانا کہ یہ کالبد ہے اوسکے طریق فی السلوک کا زمین -

مخدوم نے تیس برس تک غذا نہ کی

ایک مرتبہ قاضی زاہد نے آپ سے اِس زمانہ کے ریاضات اور یافت کے متعلق سوال کیا - آپ نے فرمایا کہ مین نے تیس برس کھانا نہ کھایا لیکن حاجت کے وقت کبھی کبھی جنگل کی پتیان توڑکر کھا لیا کرتا تھا - بول و براز سب بند تھے - برسون کے بعد ایک روز مین محتلم ہوا - جلے کا جاڑا تھا نہانے کی نیت سے پانی کے قریب گیا - دل مین آیا کہ تیمم کرکے نماز پڑھ لون - معاً دوسرا خیال دل مین گزرا کہ نفس رخصت شرعی کی ٹٹی کے آڑ مین پناہ ڈھونڈھتا ہے - بہتر ہے کہ نہا لون - فوراً پانی مین کودا - پانی نہایت سرد تھا - غشی آگئی - جب آفتاب طلوع ہوا - تمازت آفتاب کی وجہ سے حواس درست ہوئے - خلعت یہ ملا کہ اوس دن فجر کی نماز قضا ہوگئی - حیف مین نے جو ریاضتین کی ہین اگر فی المثل پہاڑ کرتا پانی ہوجاتا لیکن شرف الدین کچھ نہوا -

ذوق کو متعلق مخدوم کی ایک نقل

اسی زمانہ کے متعلق مولانا مظفر بلخی نے آپ سے کچھ استفسار کیا آپ نے فرمایا کہ جسوقت مین راجگیر کے پہاڑ پر تھا ایک دن مجھے مخمصہ ہوا

یعنی اضطرار کی حالت مین کسی مباح چیز کی تلاش مین چلا۔ دامن کوہ مین ایک مرد کو دیکھا کہ کھانا کھا رہا ہے اور اوسکے ملازم دودھ اور حلوا چل ہلا رہے ہین مین اوسکے نزدیک گیا اور مین نے کہا اَلتَّوْفِیْقُ شَیْءٌ عَزِیْزٌ۔ اوسنے کہا آؤ اور کھانا کھاؤ۔ مین بیٹھ گیا اور بقدر حاجت لقمہ اوٹھانے لگا۔ جب اوسکے ملازمون نے اسطرحسے دیکھا اپنے آقا کو ملامت کی اور میرے ساتھ کھانے سے اوسکو شرمایا۔ مخدوم فرماتے ہین کہ مجھکو اس کلام مین نہایت مزہ ملا اور پہاڑ پر چڑھ گیا۔ تین شبانہ روز اسی خوشی مین پہاڑ پر مجھے تواجد رہا۔

اسی ذوق کے متعلق قاضی زاہد سے مخدومؒ نے اپنی ایک دوسری نقل بیان فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہین کہ ایک دن بادیہ گردی کے زمانہ مین مین ایک مقام پر پہونچا۔ وہان ایک گؤسالہ تھا۔ اوسکے گرد و پیش چند مکانات تھے اور چند گائین اوس جگہ چر رہی تھین۔ ایک گاے مجھے اچھی معلوم ہوئی۔ مین اوسکو ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا۔ اور چرواہا پڑا سوتا تھا۔ اتفاقاً اوسطرف سے چند ہندو عورتین گزرین۔ ان مین ایک ڈائن تھی۔ اوسنے ایک گاے پر چوٹ کی اور چلی گئی۔ گاے زمین پر گری اور لوٹنے لگی۔ چرواہا جو جاگا اوسنے صرف مجھے پایا۔ عورتین چلی گئی تھین۔ پھر آؤ دیکھا نہ تاؤ مجھپر ایک لاٹھی رسید کردی۔ مین چلایا کہ از برائے خدا مجھے کیون مارے ڈالتا ہے۔ وہ بولا میری گاے تو نے ماری ہے اوسکا یہ عوض ہے۔

ذوق کی متعلق مخدوم کی دوسری نقل

تب مین نے کہا کہ اگر تیری گا سے اچھی ہو جائے تو تجھے چھوڑ دیگا یا نہین؟ ۔ اوسنے کہا کہ یہ بھی پوچھنے کی بات ہے؟ ۔ یہان پر مین عجب کشمکش مین پڑا ۔ اگر چپ رہتا ہون تو چرواہے سے جان بچانی مشکل اور اگر اصل حال اوس سے کہتا ہون تو اوس عورت کا راز فاش ہوتا ہے ۔ الغرض مین کسی بہانہ سے اوس عورت کے یہان گیا اور اوس سے یہ بات کہی کہ بہتر ہے کہ کوئی تدبیر کرکہ گای اچھی ہو جاے ورنہ تیرا راز فاش ہوتا ہے اور مفت تو فضیحت ہوتی ہے اوس عورت نے بارے میری بات مان لی ۔ اور کوئی تدبیر ایسی کی کہ وہ گاے اچھی ہو گئی اور میری رہائی ہوئی ۔ مخدوم فرماتے ہین کہ اوس لاٹھی مین مجھے عجب ذوق آیا اور مزہ ملا ۔

مخدوم کے ذوق کی وجہ

اس زمانہ مین لوگ بہت ہی کم ایسے واقعات کو وقعت کی نگاہ سے دیکھینگے ۔ اور یہ کہنے کو بہت جلد مستعد و آمادہ ہو جائینگے کہ ان مین کوئی ایسی بات نہین معلوم ہوتی ہے جس سے کچھ مزہ آئے ۔ اگر اوس امیر کے خدام یا وہ چرواہا بگڑا تو اس مین خود مخدوم کا قصور تھا ۔ اَلنَّاسُ بِاللِّبَاسِ ۔ کوئی وجہ اسکی نہ تھی کہ وہ عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے اور جو سلوک کہ اونکے ساتھ کیا گیا وہ نہ کیا جاتا ۔ لیکن حقیقت مین یہ خیال غلط ہے ۔ لوگ اسکی خوبی کو سمجھ نہین سکتے ۔ نفس انسانی جو اسکا متقاضی ہے کہ ہمیشہ عیش و آرام اوٹھائے اگر اوسکے بیجا تم رعایت کی جائیگی تو وہ برابر سرکش ہی ہوتا جائیگا ۔ اسیلئے ضرور ہے کہ

اوسکی خواہشین روکی جائین - اور مختلف حالتون مین ڈالکر اوسکی تہدید کیجاے۔ علاوہ برین جب تک یہ خود تکلیفات مین پھنسیگا دوسرونکی مصیبتون اور تکلیفونکو سمجھ نہین سکتا - اور دوسرونکی مصیبتون مین اسکو ہمدردی نہین ہوسکتی مخدوم کو جوان حالتون مین مزا ملا اوسکی وجہ یہ تھی کہ صرف نفس کی خواہش سے وہ کھانے مین شریک ہوئے اور گاے کے حسن کا نظارہ کرنے لگے۔ اوسکے بدلے مین جو وہ بدزبانی کے نشانہ بنے اور لاٹھی کی مار سہی اس سے نفس کو گونہ تنبیہ ہوا - مزید بران یہ کہ آپ نے اصلا انکا بدلا نہ لیا - اسنے اور بھی نفس کی ذلت اوڑائی اور خصائل رحمانی کے دشمن کو بھاری شکست دی یہی سبب تھا کہ مخدوم نہایت محظوظ ہوئے۔

چولھائی کی مخدوم سے ملاقات

اسی بادیہ گردی کے زمانہ مین جب مخدوم بہیا کے جنگل مین تھے ایک روز چولھائی سے ملاقات ہوئی - یہ مویشی چرا رہے تھے - مخدوم کو تشنگی کا غلبہ ہوا - چولھائی کے پاس گئے اور کہا کہ مجھے تھوڑا دودھ اپنی گاے سے دوہ کر دو - اوںھون نے کہا کہ ابھی یہ کنواری بچھیا ہے - اسکو دودھ نہین ہوتا معاف کیجئے - مخدوم نے نہ مانا اور بہت مصر ہوئے میان چولھائی غصہ مین آکر دوہنے لگے - خدا کی شان اتنا دودھ ہوا کہ برتن بھر گیا - پھر کیا تھا میان چولھائی قدم لینے لگے رنت نت آئے اور بل بل گئے - مخدوم کا دامن پکڑا اور گھر بار سب کو تج دیا - رفیق شفیق ہاتھ آیا - منزل مقصود کو پہونچ گئے

سچ ہے۔ **بیت** تو با کے کور مردان را پرستی ٭ بگرد کار مردان گرد و رستی

بریدِ خلق و عزلت گزینی سے مخدوم کی غرض۔

مخدوم کی اس عزلت گزینی اور بریدِ خلق سے غرض یہ تھی کہ تکمیل اغراض مین پوری یکسوئی حاصل ہو۔ بلا یکسوئی کے کسی چیز کے حصول کی توقع بڑی بوالہوسی ہے۔ ہر شخص کو جو ذرا بھی غامض نظر رکھتا ہے آئے دن اسکا ثبوت ملسکتا ہے۔ طلبا ہی کو دیکھو۔ ان مین سے جسکو ارتباط خلق اللہ کا چسکا لگ جاتا ہے اوسکو اپنی تحصیل مین کیسی ناکامیابی ہوتی ہے۔ یہ تو اون علوم کی تحصیل کا حال ہے جو مدوّنہ اور متعارف ہین۔ پھر اوسکی تحصیل و تکمیل جو نہایت ادق اور غیر مدون ہے دنیا کے بکھیڑون مین پھنسکر کیونکر ممکن ہے۔ اسی لئے جو مردانہ وار اس راہ مین قدم رکھتا ہے وہ چار و ناچار علائق دنیاوی سے علیحدہ ہو کر پہاڑون اور جنگلون مین بسیرا لیتا ہے۔ دنیا کے کل جرگے اور جماعتین اوسکو اپنی تحصیل مین حارج معلوم ہونے لگتے ہین۔

بادی النظر مین خلق اللہ سے یہہ انقطاع حصول مقصد کا منافی معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ تجربہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تکرار ظہور سے کوئی فعل ہو اوسکا صدور قریب قریب فطرتی و طبعی کے ہو جاتا ہے پھر خلق سے انقطاع کے کیا معنے؟۔ ان مین رہنے سے خصائل محمودہ کو برتکر پختہ بنانے کا پورا موقع ملسکتا ہے۔ ایسی صورت مین خلق سے انقطاع

کے معنے کلیتہً موقع کا ہاتھ سے کھونا ہوگا۔ لیکن اسکو اچھے طور سے خیال
رکھنا چاہیئے کہ جہان ارتباطِ خلق سے خصائل محمودہ کو پختہ کرنیکا موقع ملتا ہے
وہان خصائل مذمومہ کے پختہ کرنیکا بھی ویسا ہی موقع موجود ہے۔ دونون
طرح کے خصائل کی تکمیل کے لئے برابر موقعے موجود ہین۔ ایسی حالت مین
ضرور ہے کہ کوئی ایسی صورت حصولِ مقصد کی نکالی جاے جس سے
مطلب بھی حاصل ہو اور کسی قسم کا نقصان بھی مترتب نہو۔ اسلئے ضرور ہے
کہ افعال کی (نیک ہون یا بد) اصل جڑ کیطرف رجوع کیا جاے۔ ہمارے
جتنے افعال ہین اونکے صدور کا کوئی نہ کوئی باعث ضرور مضمر ہوتا ہے
نیک مین نیک بد مین بد۔ اسلئے نہایت مناسب ہے کہ اصل جڑ کی اصلاح
کیجاے۔ جتنے نیک افعال ہین وہ خواہی نخواہی للّٰہی خیال کے نتیجے ہین
اور جو بد ہین وہ اللہ سے غفلت کے باعث۔ اور یہ امر بھی مسلم ہے کہ جسکو جسکا
جتنا دھیان ہوگا اوتنی ہی اوسکی خوشنودی مطلوب ہوگی۔ اسلئے
نہایت ضرور ہے کہ پہلے اس بات کی کوشش کیجاے کہ کسی ایسے سے
ربط پیدا کیا جاے جو خیر محض ہو۔ اور اللہ سے بڑھکر دوسرا کون ایسا
ہوسکتا ہے۔ اسواسطے بہتر ہوگا کہ اللہ سے ربط پیدا کرنیکی کوشش کیجاے
اس ربط کے حصول کے لئے بہت سی نگہداشتونکی ضرورت ہوگی جسطور سے
کسی انسان سے ربط پیدا کرنے کیلئے بہت سی نگہداشتونکی ضرورت ہوتی ہے

اوسی طور سے یہان بھی سمجھو۔ مگر جو فرق اللہ اور بندہ مین ہے وہی فرق دونون کے
مراسم حصولِ ارتباط مین ہے۔ پھر جتنا ربط زیادہ اوتنا ہی شغف زیادہ۔ اور چونکہ
اللہ سب سے زیادہ عزیز ہی اسی لئے اسکے ربط کو انہماک سے بھی گزرا ہوا ہونا
مناسب ہی۔ یہانتک کہ گویا اللہ و بندہ مین دوئی باقی نہ رہے۔ پھر جب
یہ مقام حاصل ہو جائیگا۔ تب جتنے افعال صادر ہونگے وہ اللہ ہی کی دھن مین
ہونگے اور اسلئے نیک ہونگے۔ اور انکا صدور بلا تکلف محض فطرتی طور سے
ہونے لگیگا۔ اس ربط کے حصول کا ذریعہ اوسکی مخلوقات کے مشاہدے مین
اور یہ بات یکسوئی کے ساتھ برابر اوسکا دھیان رکھنے سے ممکن ہے۔ طالب کا کھانا۔
پینا۔ جاگنا۔ سونا۔ اوڑھنا۔ بچھونا سب اوسیکی دُھن مین ہونا چاہئے۔ نفس کی پابندی
کے ساتھ ایسی گہری دُھن جمنی ناممکن ہے۔ اسیلئے جو سالک پکا ہوتا ہے۔
وہ نہایت خضوع و خشوع سے تارک الدنیا ہو کر اپنے طلب مقصد مین مشغول
ہوتا ہے۔ زحمتین جو اوسکو اس راہ مین ہوتی ہین وہ اوسکے حصول مقصد کے
حق مین رحمت ہو جاتی ہین۔ جسطرح طالب العلمی کے زمانہ کی سختیان طالب العلم
کے شوق کو بھڑکاتی رہتی ہین۔ اور اوسکے چونکانے کے لئے تازیانہ کا کام دیتی
ہین اوسیطرح سالک کو اس بادیہ نوردی اور عزلت گزینی کی تکالیف
کسی وقت مین اپنے اصلی مقصد سے غافل نہین ہونے دیتین۔ اور چونکہ اسکے
اغراض کے حصول کے لئے تہذیبِ نفس و ہضم نفس ویسے ہی ہین جیسے علوم

وفنون کے حصول کے لئے مہارت زبان و قوت قرأت۔ اسلئے ڈہلاکت
و شکستگی نفس کا (جو اوسکے مقصد کے حصول کا پہلا زینہ ہے) کوئی دقیقہ
اوٹھا نہین رکھتا۔ طرح طرح کی تکلیفین۔ قسم قسم کی شکستین وہ اپنے نفس
کو دیتا ہے تب جاکر سالہا سال کے بعد پوری تہذیب وہضم نفس حاصل ہوتی ہے
اور سالک کو اپنے شاہد مقصود کا جلوہ نظر آنے لگتا ہے۔ اور کتاب اللہ
کا جو اوسکی ساری مخلوقات کو شامل ہے بدیہیات کے مشاہدات سے علم
حاصل ہونے لگتا ہے۔ اور اسطور سے اوسکی تکمیل کا فتح باب دکھائی دینے
لگتا ہے۔ یہانتک کہ وہ اسرار غیبی و رموز لاریبی پر حاوی ہوجاتا ہے۔ اور کل
پردے غیب کے اوسکے سامنے سے اوٹھ جاتے ہین اور درجۂ یگانگیت مین
پہونچ جاتا ہے۔

ان امور کے حصول کے بعد سالک کے دو طائفے ہوجاتے ہین۔ ایک تو
وہ کہ وصول کے بعد بحر وحدت مین غرق ہوجاتا ہے۔ اور ماہی فنا کے شکم
مین ایسا ناچیز و مستہلک ہوجاتا ہے کہ ساحل تفرقہ و ناحیت بقا مین
ہرگز اوسکی خبر اور اوسکا اثر تک نہین ہوتا۔ اور سکان قباب غیرت و قطان
دیار حیرت مین منسلک ہوجاتا ہے۔ اور دوسرے کی تعلیم کی طرف ملتفت
نہین ہوسکتا۔ دوسرا وہ کہ دنیا کی سوسائٹی مین اپنی جگہ لیتا ہے اور
اپنے علوم محصولہ سے خلق کو فائدے پہونچاتا ہے۔ اور بغیر اسکے کہ

خود اونکے عیوب سے متاثر ہو۔ اپنے اخلاق محمودہ کا اثر دوسرون پر ڈالتا ہے اور اسطور سے اوسکی دردمندی و شفقت انگیزی کا دنیاوی روسے ایک نہایت موثر نتیجہ مترتب ہوتا ہے۔ اور وہ اس قول کے ذیل مین آتا ہو کہ اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ۔ مخدوم اسی دوسرے طائفہ مین تھے۔

سکونت بہار۔ عطای جاگیر۔ خانقاہ کی تعمیر۔ مخدوم کی مجلسین۔ طریقہ تعلیم ظاہری و باطنی۔ صوفیون کے مختلف خاندان۔ مخدوم کی معاشرت۔ سماع کی مجلسین۔ علما کی تذکیر۔ مخدوم کا اپنے تلامذہ کے ساتھ برتاؤ۔ مخدوم کے ممیز مستفیدین۔ عامۂ خلائق کے ساتھ مخدوم کا برتاؤ۔

مخدوم کی بہار مین سکونت

سالہا سال کی ریاضات و مجاہدات کے بعد دعوت خلق کا سامان دکھائی دینے لگا۔ خال خال لوگ جنگلون مین مخدوم سے ملنے لگے۔ سلطان نظام الدین اولیا کے اکثر مریدین اوس زمانہ مین بوجہ تعلقات سلطانی

یا بطور خوش باشی بھار مین سکونت پذیر تھے اونکو جب مخدوم کی ملاقات کی خبر ملی تو وہ اکثر مخدوم کی ٹوہ مین جنگل کیطرف نکل جاتے۔ اور آپ کی صحبت بابرکت سے مشرف ہوتے۔ ان مین مولانا نظام مولے سب سے زیادہ طالب صادق تھے۔ مخدومؒ نے جب ان لوگونکو طالب صادق پایا تو اس پر راضی ہوئے کہ ہر جمعہ کو جامع بہار مین تشریف لائین۔ اور تھوڑی دیر وہان ٹھہر کر انکو مستفیض کرین۔ سبھون نے بسر و چشم اسکو مان لیا۔ زمانہ تک یہی معمول رہا کہ ہر جمعہ کو جامع بھار مین تشریف لاتے اور اپنی صحبت بابرکت سے طالبین کو مستفید فرماتے۔ آخر الامر مستفیدون کی یہہ رائے ٹھہری کہ ایک خاص جگہ بنائی جاسے جہان مخدوم بعد از نماز جمعہ ٹھہرین۔ اور تعلیم و تلقین فرمائین۔ رفتہ رفتہ ایک دو روز کے قیام کی نوبت بھی آنے لگی۔ یہہ امر درمیان سنین ۷۲۱ و ۷۲۴ کے واقع ہوا۔ کیونکہ مخدوم نے بیعت کے بعد تقریباً تیس سال جنگلون اور بیابانون مین بسر کی جیساکہ خود مخدوم کے بیان سے جو اوپر لکھا جاچکا ہے ثابت ہوتا ہے۔ علاوہ ازین مخدومؒ کی بیعت ۶۹۱ھ مین لازمی طور سے ماننی پڑتی ہو۔ کیونکہ حضرت نجیب الدین فردوسی رح کا ارتحال اُسی سال مین ہو۔ اس حساب سے ۷۲۱ھ مین تیس برس بُرید خلق کے ختم ہوتے ہین۔ لیکن یہان پر ایک دوسرا خدشہ گذرنا ممکن ہو۔ وہ یہ ہے کہ کچھ ضرور نہین کہ جنگلون سے نکلنے کے بعد ہی فوراً مخدوم نے بہار مین سکونت

اختیار کی ہو۔ اسکا جواب یہہ ہے کہ ہان یہ ضرور ہے۔ کیونکہ یہہ کسی روایت سے معلوم نہین ہوتا کہ مخدوم نے جنگل سے نکلنے کے بعد کسی دوسرے قصبہ یا شہر مین قیام کیا۔ جتنی روایتین اس بارہ مین ہین سب سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ مخدوم جنگل سے جو نکلے تو بہار ہی مین آئے اور قیام پذیر ہوئے۔

علاوہ برین بہار ہی کے قیام کے زمانہ مین **قاضی زاہد** نے مخدوم سے پوچھا تھا کہ مرد خدا ہند مین کون ہے۔ آپ نے اسکا جواب دیا تھا کہ "آن دیوانہ پانی پتی"۔ یعنی شیخ شرف الدین پانی پتی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اوس زمانہ مین **شرف الدین پانی پتی** زندہ تھے۔ کیونکہ سوال احیا سے تھا اموات سے نہین۔ انکا وصال ۷۲۴ھ ہجری مین ہوا۔ اسلئے ضرور ہے کہ مخدوم کی بہار مین سکونت پذیری کا زمانہ کم سے کم مابین سنین سات سو اکیس (۷۲۱ھ) و سات سو چوبیس (۷۲۴ھ) کے مانا جاے۔ اسی اثنا مین مولانا **نظام** مولےٰ نے اپنے مال فرکے سے مخدوم کے رہنے کے لئے ایک مکان بیرون شہر بہار تعمیر کرایا تھا۔ اور ایک روز دعوت کرکے یاران شیخ **نظام الدین** نے آپ سے سجادہ پر بیٹھنے کی درخواست کی۔ آپنے اونکی التماس کو قبول فرمایا۔ مگر اونکی طرف مخاطب ہوکر یہہ جملہ فرمایا کہ "یارو! تمھاری مجالست نے مجھے اس حد تک پہونچایا کہ اس بتخانہ مین لا بٹھایا"

سلطان محمد شاہ نے مخدوم کے لئے مصلای بلغاری بھیجا اور جاگیر دینا۔

چند برسون کے بعد سلطان **محمد شاہ تغلق** ۷۲۵ھ ہجری مین سریر آرا سلطنت دہلی

ہوا اوسکو یہ خبر ملی کہ شیخ شرف الدین جو مدت دراز سے عزلت گزین تھے۔ اور خلائق سے انقطاع رکھتے تھے اور جنگلون مین ریاضات ومجاہدات مین مشغول تھے اب آبادی مین آئے۔ اور لوگون سے اختلاط رکھتے ہین۔ یہہ بادشاہ عجائبات روزگار سے تھا۔ خلق اللہ اسکو ظالم کہتی تھی اور وہ آپ اپنے کو عادل جانتا تھا۔ عالمون اور فاضلون کو لاکھون روپے دیتا تھا۔ محتاجون کے واسطے محتاج خانے۔ بیمارون کے لئے شفاخانے۔ مسافرون کے لئے مسافرخانے بنوائے۔ اسلام اسکو وراثت مین ملا تھا۔ پنجوقتی نماز کا پابند۔ رمضان کے روزے کبھی ناغہ نہین ہوتے۔ نشہ کے کبھی گرد نہ پھٹکتا۔ حرامکاری سے نفور۔ قماربازی سے کوسون دور۔ اکثر اہل اللہ کو اونکے حجرۂ عبادت سے نکالکر اُسنے مسند حکومت وریاست پر بٹھایا۔ شیخ نصیر الدین محمودؒ کو ایک شاہی عہدہ پر مقرر کرنا چاہا۔ جب اونھون نے قبول کرنے سے انکار کیا تو طرح طرح کی جفائین اونپر کین۔ سید جلال بخاریؒ کو لنگر فقرا کی خدمت سپرد کی۔ ابن بتوتہ مشہور سیاح جب دہلی پہونچا۔ زبردستی اوسکو عہدۂ قضا پر مامور فرمایا۔ جس سے برسون کے بعد بہزار دقت اوسکی برأت ہوئی۔ اس بادشاہ کا قول تھا کہ اگر ایسے لوگ عہدے پائینگے تو خلق اللہ پر ہرگز ظلم نہوگا۔

بادشاہ نے مجدالملک مقطع بہار کے نام فرمان جاری کیا کہ شیخ شرف الدین منیری کے لئے۔ بہار مین ایک خانقاہ تعمیر

کرادیجاے۔ اور پرگنہ راجگیر بقصد خانقاہ کے خرچ کے لئے اونکے حوالہ کیاجاے۔ اور اگر وہ قبول نکرین توزبردستی اون سے قبول کراؤ۔ اسیکے ساتھ ایک مصلای بلغاری مخدوم کے لئے اپنی نشانی بھیجی۔ مجدالملک فرمان اور مصلا لیکر مخدوم کے یہان حاضر ہوا۔ اور یہ بات عرض کی کہ میری کیا مجال ہے کہ جوکچہ بادشاہ نے لکھا ہے اوسپر اقدام کرون۔ لیکن اگر حضور بادشاہ کی التماس قبول نفرمائینگے تووہ مجھکو تقصیروار ٹھہرائیگا۔ اور اوسکا حال خوب معلوم ہے اللہ ہی کو علم ہے کہ وہ میرے ساتھ کیا کریگا۔ جب مجدالملک کی الحاح بہت بڑھی تو مخدوم نے باکراہ تمام قبول فرمایا۔

تعمیر خانقاہ

خانقاہ کی تعمیر شروع ہوئی۔ اور تھوڑے دنون مین بنکر تیار ہوگئی۔ مجدالملک نے تمام لنگردارون اور ارباب تصوف اور مریدان شیخ نظام الدین کی دعوت کی۔ شروع مجلس سے آخر تک جماعت خانہ کے صحن مین سماع ہوتا رہا۔ ایک مقام علحدہ جسمین ایک حجرہ اور ایک رواق تھا۔ مخدوم کے لئے درست کیاگیا تھا۔ اور وہی مصلاے بلغاری جو بادشاہ نے بھیجا تھا وہان بچھایا گیا۔ مخدوم اوسپر متمکن ہوئے۔ ایک مسافر درویش جو مجلس مین حاضر تھا اپنی جگہ سے اوٹھکر مخدوم کے حجرہ مین آیا۔ مخدوم اوسکی جانب مخاطب ہوئے۔ اور آپنے فرمایا کہ یہ منزل اور مقام تمھارا ہے مین تو مجدالملک کے حکم کی تعمیل کرتا ہون۔ کہ اطاعت اولی الامر سے چارہ نہین ہے۔ اور یہان جوکچھ ہے فقیرون پر صدقہ ہے

مین تو اسلام ہی کے لائق نہین۔ چہ جائیکہ مصلےٰ کے لائق ہون! اوس
فقیر نے کہا کہ "مخدوم! تمکو خانقاہ اور مصلےٰ کی وجہ سے کون پہچانتا ہے!۔
تمکو جو شخص پہچانتا ہے حق کیوجہ سے پہچانتا ہے۔ ہملوگ یہان صرف
آپ کی قوت باطن اور آپ کی طفیل سے آئے ہین۔ یہان آپ کی برکت
سے اسلام ظاہر ہوگا اور قوت پکڑیگا"۔ مخدوم نے فرمایا کہ جو فقرا کی زبان سے
نکلتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اور یہہ مصرع پڑہا مصرعہ "آنرا کہ خود سلطان بود او ہرچہ
گوید آن بود"۔

اسکا کوئی پتا نہین چلتا کہ کس سن مین سلطان **محمد شاہ تغلق** نے
یہہ جاگیر عنایت کی۔ اور خانقاہ کی تعمیر ہوئی۔ نہ تو کسی دوسرے کی تحریر سے
معلوم ہوتا ہے اور نہ خود مخدوم ہی کی تصنیفات سے کوئی سن ٹھیک ظاہر ہوتا ہی
جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ صرف اسیقدر کہ **محمد شاہ تغلق** کے زمانہ مین یہ
سب کچھ ہوا۔ اور چونکہ انکا ذکر **معدن المعانی** مین پایا جاتا ہی جسمین قبل
۷۴۶؁ہجری کے ملفوظات ہین۔ اس لئے جو کچھ کہا جا سکتا ہے وہ صرف
اسیقدر کہ مابین سنین سات سو پچیس (۷۲۵؁) اور سات سو چھیالیس (۷۴۶؁)
کے کسی سنہ مین خانقاہ بنی اور جاگیر ملی۔

مخدوم کے اعزہ کا بہار مین آکر سکونت پذیر ہونا

بہار مین سکونت پذیر ہونے کے بعد مخدوم کی والدہ اور صاحبزادے
اور اکثر اعزہ بہار چلے آئے اور مخدوم کے زیر سایہ بسر اوقات کرنے لگے۔

مریدون اور مسترشدونکا بھی مجمع ہوگیا۔ دور دور سے لوگ آپکے گرویدہ ہوکر آنے لگے۔ مخدوم نے عمر کا بقیہ حصہ جو ساٹھہ سال کے قریب ہوتا ہے بہار ہی مین بسر کیا۔ اگرچہ اس اثنا مین بھی اکثر باہر نکل جایا کرتے تھے اور دو ایک مہینا باہر ہی کوہ و جنگل مین رہتے تھے۔ لیکن توطن سے جو مراد ہے وہ بہار ہی مین تھا۔ مخدوم کے اس حصۂ زندگی کے احوال جو بہار مین گزرا آپ کے ملفوظات اور مکتوبات سے پورے طور سے معلوم ہوتے ہین۔ آپکے ملفوظات اوٹھاکر دیکھو تو تمکو پورے طور سے معلوم ہو جائیگا کہ مخدوم کی مجلسون کا کیا رنگ تھا۔ کیسے کیسے لوگ آپ کی صحبت مین رہتے تھے۔ کیسے کیسے تذکرے ہمیشہ ہوا کرتے تھے۔ کسطرح کی زندگی بسر ہوتی تھی۔ یہہ ملفوظات ایک طور سے روزنامچہ کا کام دیتے ہین۔

مخدوم کی مجالس

آپ کی مجلسین ایسی تھین جہان ہر شخص آزادی کے ساتھ کلام کرسکتا تھا ایک طرف درس و تدریس ہوتا تھا۔ اور ایک طرف فقہ۔ حدیث۔ کلام اصول۔ تفسیر۔ منطق۔ فلسفیات۔ ادب اور تصوف کے مسائل حل ہوتے تھے۔ ہر شخص حاضرین مجلس مین سے مختلف مسائل کے متعلق سوال کرتا تھا اور مخدوم ہر ایک کا جواب موافق فہم سائل کے دیتے تھے۔ ہر سائل اور ہر سامع مجاز تھا کہ آپ کی راے سے اتفاق یا اختلاف کرے۔ اختلاف کے موقعون پر آپ ہرگز اس زمانہ کے کٹھ ملاؤن کی طرح آستین نہین چڑھاتے۔ یا اس زمانہ کے صوفیون کے طرز پر مردود کرنے کیلئے

تیار نہین ہو جاتے۔ آپ نہایت معقول اور متین طریقہ سے رفع خدشات فرماتے تھے۔ اور معترض کی پوری تشفی کر دیتے تھے۔ سب کے ساتھ نہایت ادب و توقیر سے پیش آتے تھے۔ اسی لئے معتقد تو معتقد جو محض اجنبی ہوتا وہ بھی نہایت ادب و تعظیم سے آپ کے ساتھ پیش آتا تھا۔ آپ کی مجلسین غیبت و عیب گوئی سے مبرا ہوتین۔ جتنے تذکرے ہوتے وہ للہی ہوتے۔ دنیاوی امور کا گزر وہین تک ہوتا۔ جہانتک خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین جائز رکھتے تھے۔ آپ کی مجلسین مین کہہ سکتا ہون کہ مجالس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ تھین۔ اور چونکہ آپ کی ذات مرجع خلائق ہو رہی تھی اسلئے ہر قسم کے لوگ مختلف حاجتین لیکر آپ کی مجلسون مین حاضر ہوتے اور آپ تاحد مقدور اونکو رفع کرتے۔ علما و فضلا کا مجمع رہتا۔ بزرگان دین کے تذکرے ہوتے۔ پند و نصائح سے کام رہتا۔ گزشتہ بزرگان دین کے کارنامے سنا کر حاضرین مجلس مین ہمت و جوش پھیلایا جایا کرتا۔ غرض کوئی طریقہ تعلیم و تلقین کا ایسا نہین تھا جو اوٹھا رکھا جاتا ہو۔ لوگ آتے اور نہایت آزادی سے گفتگو کرتے۔ آپ ہرگز برا نہ مانتے۔

مولانا مظفر بلخی کی حالت لکھی ہے کہ جب وہ مخدوم جہان کی خدمت مین آئے تو اونھون نے مناظرہ کے طور پر چند سوالات کئے۔ مخدوم نے جوابات شافی دئے۔ مگر مولانا اپنے زعم علم مین لا نسلم ہی پر تلے رہے۔ اکثر

داب مناظرہ سے باہر ہو ہو جاتے تھے۔ مگر مخدوم اپنے اخلاق کی وجہ سے کبھی تند نہوئے اور دلائل و بیان فصیح سے اونکو قائل کرکے اونکی تشفی فرمادی مولانا کی آنکھین کھل گئین۔ اپنی بحث کی دلیری پر پشیمان ہوئے۔ اور مخدوم کے اخلاق و تحمل کے گرویدہ ہوگئے۔ یہانتک کہ آپ کے حلقۂ ارادت مین داخل ہوئے۔

تعلیم و تعلم کے روسے اگر دیکھو تو مخدوم کی مجلسین آجکل کا ڈبیٹنگ کلب تھین۔ جہان جسکا جس مضمون پر جی چاہتا ہے کچھ کہتا ہے اور دوسرے حاضرین اوس سے اتفاق یا اختلاف کرتے ہین۔ اور آخر مین صدر مجلس حَکم بنکر اپنی راے محکم دیتا ہے۔ یا خود ہی صدر مجلس کسی مضمون کے متعلق کچھ تقریر کرتا ہے اور سامعین اوسپر اعتراض کرتے ہین اور وہ جواب دیکر اونکی تشفی کردیتا ہے۔ مخدوم مجلس کے صدر تھے اور جتنے حاضرین مجلس تھے وہ اوسکے ممبر۔ اور جسطورسے ڈبیٹنگ کلب مین مختلف لیاقت کے ممبر ہوتے ہین اوسی طورسے آپ کی مجلس کے حضار بھی مختلف لیاقت و قابلیت کے لوگ تھے۔

ان مجلسون کی گفتگو برابر ایک طور کی یا ایک قسم کے مضمون پر محصور نہین تھی۔ کوئی کسی کتاب پر مخدوم کی راے دریافت کرتا۔ اور کوئی ایک مسئلہ علمی چھیڑکر علوم کی نکات کی تشریح سنتا۔ کبھی مشائخان سلف کے مدارج و کلام سے گفتگو ہوتی اور کبھی کوئی اپنے بچّے کو لاکر مخدوم سے اوسکی بسم اللہ

کراتا۔ کبھی فقہا و محدثین سے کلام۔ اور کبھی فی فنانی الشیخ کا تذکرہ۔ کبھی زیارت بزرگانِ دین کے آداب۔ نقلین بیان کرکے تعلیم کئے جاتے۔ اور کبھی ہوا و ہوس کی برائیان بیان کرکے اون سے اجتناب کرایا جاتا۔ کبھی انسان کے اشرف المخلوقات ہونیکا اثبات اور کبھی اوسکے عجز و درماندگی کا اظہار۔ کبھی سماع کی مجلسین۔ اور کبھی حلت و حرمت سماع پر بحثین۔ کبھی اپنے قصورِ طاعت پر رونا اور کبھی اوسکی ذرا ذراسی بخششونکو یاد کرکے شکر و حمد بجالانا۔

مخدومؒ کی مجلسون کے ممیز اراکین مین قاضی صدرالدین۔ مولانا کریم الدین۔ قاضی منہاج الدین درون حصاری۔ شہزادہ ذکی الدین۔ مولانا قمرالدین۔ مولانا نظام الدین درون حصاری۔ قاضی اشرف۔ قاضی زاہد۔ قاضی شمس الدین۔ ملک شرف الدین۔ امیر سکندر۔ ملک معزالدین۔ قاضی خان۔ اور زین بدر عربی تھے۔ یہ لوگ مخدوم کی مجلسون مین اکثر موجود رہتے۔ اور گفتگو مین ممیز حصہ لیتے۔ مخدوم کی مجلسون کے ممیز اراکین

زین بدر عربی جو مخدوم کے دست گرفتہ اور آپ کی ملفوظات کے جامع ہین معدن المعانی کے خطبہ مین لکھتے ہین کہ۔ "در ہر مجلسے و محفلے البتہ از طالبان صادق و مریدان واثق و بندگان موافق کہ حاضر بودند ہر کسے در خور حال و کار خود ایراد سوالے از طریقت و التماس بیان از شریعت و درخواست اشارتے از حقیقت و طلب اظہار رموز معرفت عرض میداشتند بندگی مخدوم ناموروشیخ دین پرور درمقابلہ سوال سائل جوابے شافی و بیانے کافی بعبارات دلپذیر

واشارات بے نظیر ارزانی میداشت - از ہر عبارتے صد معانی غیبی مستفاد واز ہر اشارتے ہزار لطیفۂ لاریبی مراد - از ہر معنے مفہومات بے نہایت واز ہر لطیفۂ ادراکات بے غایت - از ہر مفہومے حالات بے شمار واز ہر ادراکے مقامات بسیار - از ہر حالتے ذوقے کہ آنرا میزان بیان نہ سنجد - واز ہر مقامے خبرے کہ درجہان نشان نگنجد - قطعہ نشان این نتوان دید جز بدیدۂ پاک ؛ کہ آفتاب شناسی بہ بے بصر نرسد ؛ بہ بین گرنہ ملامت بدیدگان نہ از انکہ ؛ زبان تیز بہ زدہ را طعنہ برشکر نرسد ؛

زین بدرعربی کی بیعت

اول اول جو مخدوم سے مستفید ہوئے وہ مولینا **نظام مولے** اور اونکے ساتھی تھے - توطن کے بعد مستفید ونکی جماعت وسیع ہونا شروع ہوئی - دور دور سے لوگ مختلف طرق سے آکر آپ کے دامان فیض مین پلنے لگے - مختلف جرگے کے لوگ مختلف طریقہ سے آپ سے ملے - **زین بدرعربی** کا حال لکھا ہے کہ یہ بڑے شرابخوار تھے - ایک روز نشہ کی حالت مین اپنی ماں کے یہان گئے اور روپیے مانگنے لگے - اوس ضعیفہ نے کہا کہ اگر تو نے کچھ رکھنے کو دیا ہو تو مانگ - جب تو نے کچھ دیا ہی نہین تو پھر یہہ مانگنا کیسا - یہہ شرمائے - گھر سے نکلے اور سیدھے مخدوم کی خانقاہ مین چلے آئے - مخدوم اپنے مصلے پر قبلہ رخ بیٹھے تھے - **زین** کو دیکھکر اپنی جانب بلایا - جب وہ قریب گئے تو آپ نے اپنے مصلے کا گوشہ اوٹھایا اور فرمایا کہ دو مٹھیان لے لو - مگر زیادہ نہ لینا - **زین** نے حسب ہدایت دو مٹھیان بھر لین اور ماں کے یہان پہونچے

ماں نے جوں ہی دیکھا بیٹے کو ڈانٹ کر بولین کہ افسوس ایسے بادشاہ سے تو نے دشمن خدا کی درخواست کی۔ ماں کے کلام سے متنبہ ہوا۔ مخدوم کے یہاں آئے اور توبہ کی۔ مصرعہ جو اول مین شرابی تھا وہ آخر پارسا نکلا۔

مولانا مظفر بلخی کی بیعت

مولانا مظفر بلخی کی بیعت بھی بڑے زور و شور کے مناظروں کے بعد ہوئی۔ **مولانا** نے **مخدوم** کے ساتھ کوئی دقیقہ بحث و مباحثہ کا اوٹھا نہین رکھا۔ اور جب یہہ بات اونپر تمام ہوگئی کہ علوم ظاہری کے رو سے بھی مخدوم اپنے وقت کے امام ہین۔ تب **مولانا** نے گردن ڈالدی اور مخدوم کی غلامی کی عزت حاصل کی۔ یہہ واقعہ حصول بیعت کا غالباً ۷۵۵ھ یا ۷۵۶ھ ہجری مین ہوا۔ کیونکہ جو مکاتیب مولانا کے نام مخدوم نے لکھے ہین اونکے آغاز سے انجام تک کا زمانہ ۲۵-۲۶ برس لوگون نے لکھا ہے۔ اسلئے لازمی طور سے سنین مذکورہ مین سے ایک برس کم سے کم بیعت کے لئے ماننا ہوگا۔ کیونکہ مخدوم کا وصال ۷۸۲ھ ہجری مین ہوا اور کم سے کم وہی زمانہ اختتام رسل و رسائل کا ضرور ہے۔

ایک جوگی کا مخدوم کے ہاتھ پر مسلمان ہونا۔

ایک **جوگی** کے مخدوم کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے کی نقل یون لکھی ہے کہ ایک جوگی صاحب جمال **بہار** مین آیا۔ اور مخدوم کے بعض مریدون سے ملا۔ ان لوگون کے دل مین یہہ خدشہ گزرا کہ اللہ نے کیونکر ایک کافر کو ایسا حسن بخشا۔ **جوگی** صفائے باطن حاصل کئے ہوئے تھا۔ انکے خدشہ پر واقف ہوگیا۔ اوسنے ان لوگون سے کہا کہ۔ دیکھو یہہ بہتر نہین ہے کہ ایسے خیالات دل مین آنے پایئن

اور یہ پوچھا کہ تمھارا کوئی گرو بھی ہے یا نہین۔ انلوگون نے کہا کہ ہان سب اور مخدوم کا ذکر کیا۔ جوگی نے پوچھا کہ وہ میرے پاس آسکتے ہین یا نہین۔ انلوگو ن نے کہا کہ وہ کسی کے یہان نہین جاتے۔ اسپر جوگی نے کہا کہ خیر مجھی کو اونکے پاس لے چلو۔ یہہ لوگ اوسکو اپنے ساتھہ لے چلے۔ جون ہی اوسکی نظر مخدوم پر پڑی نبے تحاشا بھاگا۔ لوگون نے پوچھا کہ کیون بھاگتے ہو۔ اوسنے کہا کہ مخدوم "تار روپ ہوگئے ہین"۔ یعنی متصف بصفات حق۔ مین اون کے سامنے جانے کی طاقت نہین رکھتا۔ اگر جاؤن توجل جاؤن۔ لوگون سنے مخدوم سے جاکر یہہ ماجرا بیان کیا۔ مخدوم مسکرائے۔ اور فرمایا کہ اب اوسکو لے آؤ وہ چلا آئیگا۔ الغرض وہ پھر آیا۔ اس مرتبہ سیدھا چلا آیا۔ اور آپ کی مجلس مین دیرتک بیٹھا۔ اسکے بعد اوسنے تلقین اسلام کی استدعا کی۔ مخدوم نے اوسکو اسلام تلقین کیا۔ تین دن تک اپنی صحبت مین رکھکر اوسکو وداع کیا۔ کام تمام کرچکا تھا صرف زنگار کفر اوسکو حجاب تھا۔ تھوڑی صحبت مین اوس زنگار کا بھی ازالہ ہوگیا۔ سچ ہے۔ **بیت** سر وحدت ہمہ روشن شود آنرا کہ دمے ٭ ٭
زنگ ہستی خود از آئینۂ دل بزدود ٭٭

مخدوم کا ظاہری طریقۂ تعلیم

مخدوم کا طریقۂ تعلیم ظاہرا یہہ تھا کہ تمامی مسترشدین جو موجود رہتے وہ روزانہ آپ کی مجلس مین حاضر ہوتے۔ ان مین سے ایک شخص دینیات یا تصوف کی کوئی معتمد کتاب لیکر بیٹھتا اور اوس مین سے کوئی ایک مسئلہ پڑھتا۔

مخدوم اوسکی تشریح کرنا شروع کرتے۔ مختلف پیرایہ مین اوسکا بیان ہوتا کوئی پہلو چھوڑا نہ جاتا۔ فقہ۔ اصول۔ حدیث۔ تفسیر۔ ادب۔ تاریخ۔ تصوف سب پہلو پیش نظر رہتے۔ غضب کی موشگافیان ہوتین۔ اعتراض و جواب کے دروازے کھلے رہتے۔ اور اسطور سے متعلم کی پوری تشفی کے ساتھ تعلیم کیجاتی۔ یہہ اصول تو اونلوگون کے ساتھ برتا جاتا تھا جو مخدوم کی صحبت مین موجود رہتے تھے۔ مگر اونلوگون کے لئے جنکو مخدوم کی صحبت کا برابر موقع نہین تھا۔ مخدوم کا دوسرا اصول تھا۔ اونکی تعلیم مکتوبات اور رسالجات کے ذریعہ سے کیجاتی تھی۔

طریقۂ تعلیم باطنی

یہہ دونون اصول ظاہری تعلیم کے تھے۔ باطنی تعلیم کا طریقہ وہی تھا جو مشائخان فردوس کا رہا ہے۔ حسین نوشۂ توحید اسی خصوص مین فرماتے ہین۔ نظم

مقتدائے دین پیرم مشتری	این سخن با ما بگفت از سروری
کاے برادر گر بخواہی اصل کار	این سخن را با دل خود یاد دار
این ریاضت نیست کہ رنجے بری	کم بگوئی کم بخسپی کم خوری
بچگان و طفل و ہم بیوہ زنان	این ریاضت میکنند از آب و نان
پاسبانِ دل شو اندر کلِ حال	تا نیاید ہیچ دزد آنجا مجال
ہر خیالِ غیر حق را دزد خوان	این ریاضت کاملان را فرض دان
از ہوا و حرص دل را قطع کن	با چنین رہ اتباع شرع کن۔

ہر کہ این رہ میرود دل شاد باد ۔ واین فہم از بہر او آباد باد

مبتدیون کی تعلیم مین مخدوم کا جو اصول تھا وہ صاف بتا رہا ہے کہ آپ لکیر کے فقیر نہ تھے - فطرت انسانی کے تمامی پہلو آپ کے پیش نظر تھے - رجحان طبعی - شوق - چگونگی خواہش - اور دلچسپی کو کہانتک کسی امر کے مستحضر کر لینے مین دخل ہے اسکو مخدوم پورے طور پر سمجھے ہوئے تھے - اور اسی لئے آپ نے اپنی تعلیم کا ایک مکمل اصول نہایت خوض و غور کے بعد قائم کر لیا تھا - **تحفۂ غیبی** مین آپ سے منقول ہے کہ :-

"وقتے بصوم و وقتے بنماز - اگر از نماز تنگ آید بذکر شغل کند - واگر از ذکر تنگ آید بتفکر مشغول شود - ہمین کہ از یکے ملول شود نقل بچیزے دیگر کند - اما بر یک چیز نتواند کہ بشر اگر در یک چیز ملازمت نماید ملول گردد .... پس وقتے در روزہ و وقتے در نماز و وقتے در تلاوت و وقتے در ذکر و وقتے در فکر مشغول شود کہ مقصود مشغولی است ...... اگر چیزے از طاعات و عبادات میکند تا آن زمان کند کہ از ان ملول نشدہ است ہمین کہ ملول شود بگذارد - در طاعت ملول شدن وعیدے آمدہ است"-

پھر **فوائد رکنی** مین تحریر فرماتے ہین کہ "اے برادر باید کہ در اوراد و وظائف خود مواظبت نماید بہیچ حال قصور و فتور را بدان راہ نرہد - واز مطالعہ کتب مشائخ و مکتوبات خالی نباشد - زینہار ہزار زینہار - بزرگے را پرسیدند چون ما کارہائے کہ مشائخ کردہ اند نمی توانم کرد در خواندن کلمات ایشان و در مطالعہ کتب ایشان ما را چہ فائدہ؟ - فرمود

کہ کلمات مشائخ در روے زمین لشکر خداست - اگر خوانندہ مرد بود او را شیر مرد گرداند - واگر نامرد بود مرد گرداند - بزرگی را پرسیدند کہ اگر زمانہ آید کہ بزرگان را در زمانہ نیابم چکنم - گفت ہر روز باید کہ یک جزو کاغذ از کلمات ایشان بخوانند - اے برادر ہر کہ زندہ ہست یا در سایۂ دولت ایشان بود یا با کلمات ایشان بود وہر کہ نہ آن بود و نہ این بود مردہ ہست و اسیر نفس کافر ہست.....

علی العموم - ہر نبشتہ کہ بران برادر رسیدہ ست مطالعہ کند بحضور دل نہ برسم و عادت چون قصہ و افسانہ - وہر چند در تنہائی بود بہتر بود "۔

پھر اوسی فوائد رکنی مین آپ تحریر فرماتے ہین - " بدان اے برادر اول باید کہ جامہ و تن ولقمہ پاک وحلال بود - پس حواس خمسہ از معصیت و خلاف پاک بود - وآنکہ دل از جملہ اوصاف مذمومہ چون بخل وحقد وحسد پاک بود - چون پاکی اول حاصل شد مرید یک قدم از راہ دین برفت - وچون پاکی دوم حاصل شد - مرید دو قدم از راہ دین برفت وچون پاکی سوم حاصل شد مرید سہ قدم از راہ دین برفت - حقیقت توبہ اینجا پدید گشت ومرید بحقیقت تائب اینجا شد - واین اگر دشس خوانند یعنی از حال آلودگی و پلیدی بحال پاکی بگشت - کلیسا بود مسجد گشت - بتخانہ بود صومعہ گشت - انگاہ بر دل مرید آفتاب طالع شود - واسلام جمال خود بدو نماید - وہر در معرفت بر سینہ وے بکشاید - اما بطہارت ہر معاملہ کہ ہست وہر مجاہدہ کہ ہست گو باش - چنانکہ گفتہ - بیت - اوصاف ذمیمہ چون بدل شد ہر عقدہ کہ در تو بود حل شد - وچون توبہ پدید آمد آفتاب ایمان پدید آمد کہ آفتاب ایمان در سینہ بر قدر توبۂ او تابد - ہمان مقدار کہ درگاہ توبہ بروے کشادہ می شود - آفتاب ایمان ہو قدر آن

تابش می باید۔ پس بندہ ست کردن مقام تو باہم مہمات ہست"۔

پھر مکتوب ششم صدی کے مکتوب بست و ہشتم مین تحریر فرماتے ہین۔

"اے برادر درین کار اصل استقامت ہست۔ ہرچہ کنید بدان وجہ کنید کہ درو استقامت آید اگرچہ اندک بود کہ اندک با استقامت بسیار ہست و بسیار بے استقامت اندک......

و از جہال قوم و اہل شکل و صورت و فضول و مدعی خود را نگاہ باید داشت و بخرافات ایشان مشغول نباید شد و از صحبت ایشان خود را دور باید داشت کہ اینچنین قوم در عالم بسیار اند

...... و ہرچند در خلوت بودن میسر شود از اختلاط محترز باشد لیکن بر وجہے کہ رعایت حقوق ہم کردہ شود و در ہیچ حقے خللے نیفتد و صحبت درویشان عالم و عامل و عارف اگر میسر شود غنیمت شمرد و خدمت ایشان سبب سعادت دارین و فتوح کار خویش داند"

مریدون پر برابر تاکید رہتی تھی کہ اپنے سارے احوال سے اطلاع دیتے رہین چنانچہ مکتوب دو صدی کے مکتوب سی و یکم مین لکھتے ہین کہ:۔ "مرید را نشاید کہ ہیچ کار خود از پیر پنہان دارد۔ ہرچند آن کار شنیع بود۔ اگر مریض علت خویش بیان نکند طبیب از و چگونہ کند و اگر علت دیگر بود و دیگر گوید ہم دارو نہ تواند کرد و اگر چیزے کند ہم صحت نیابد۔ پس ہر شرطیکہ مریض را با طبیب ہست مرید را با پیر ہمان ہست۔ بے تفاوت"۔

پھر اوسی مکتوبات کے مکتوب سی و دوم مین تحریر فرماتے ہین کہ:۔

"مخالفت نفس کار سر ہمہ عبادتہا ہست...... پس بقدر امکان خود مریدے را باید کہ

مخالفت نفس پیش گیرد و انواع گرسنگی و تشنگی بردے وہد کہ نفس کا فرا بہ ہیچ چیز چنان نرم و منقاد نتواند کرد کہ بہ گرسنگی و تشنگی کہ این دو عقوبت او را برابر ہفت درکہٗ دوزخ ہست ۔

تعلیم باطنی مین مخدوم کا اصول

علاوہ برین مخدوم کا تعلیم مین دوسرا اصول یہ تھا کہ جس مین جیسی قابلیت دیکھتے ویسی ہی روش اوسکی تعلیم کی اختیار کرتے ۔ اور جسکو جس وضع اور جس جرگہ کا پاتے اوسی وضع اور جرگہ کے موافق اوسکو چلاتے ۔ تمثیلاً دو حضرات کو لو ۔ مولنا مظفر ۔ اور مولنا نصیر الدین جونپوری ۔ مولنا مظفر امارت پر لات مار کر فقیرانہ طریقے سے غیر ملک مین مخدوم سے ملے ۔ اور مولنا نصیر الدین اپنے ہی ملک اور جوار مین مخدوم کے حضور مین حاضر ہوئے ۔ ایک گویا دہلی و بلخ سے آئے جو بہار سے ہزارون کوس پرے تھا ۔ اور ایک جونپور سے جو بہ نسبت دہلی و بلخ کے گویا بہار ہی کے مضافات مین سے ہے ۔ یہار مین بہت کم لوگ تھے ۔ جو مولنا مظفر کی امارت سے واقف تھے ۔ اور مولنا نصیر الدین جو کہ جونپور کے رہنے والے تھے ۔ آپکی حالت کے جاننے والے بہت ہو سکتے تھے ۔ مخدوم نے مولنا مظفر کو ہمیشہ فقیرانہ ہی لباس مین دیکھنا پسند فرمایا ۔ اور مولنا نصیر الدین نے جو ایک مرتبہ مولنا مظفر کی ریس کی اور اپنے لباس فاخرہ کو اوتار کر درویشانہ وضع سے مخدوم کی خدمت مین آئے تو اونکو لینے کے دینے پڑ گئے ۔ مخدوم

مخاطب تک نہوئے - جب اونھون نے پھر اپنا لباس قدیم پہنا تو مخدوم
خوش ہوئے اور بولے -

مکتوبات اور ملفوظات کو اوٹھاکر دیکھو کہ ہر شخص کی تعلیم کی چال دوسرے سے
الگ ہے لیکن داب شرع سب مین یکسان ہے -

مخدوم کی تعلیم ملمع گری نہ تھی - حضرت **حسین نوشہ توحید**
فرماتے ہین کہ :- "خانہ شیخ شرف الحق والدین ملمع گری نشدہ است و نشود" - وہی روش
اختیار کراتے جس مین طالب کو سمجھتے کہ وہ مستقل رہیگا - ایک مرتبہ
شاہزادہ مبارک آپ کی زیارت کو آیا - اوس سے اور مخدوم سے جو
باتین ہوئین اوسکو **معدن المعانی** کے باب بست و چہارم سے انتقاط کر کے
مین مختصر طور پر یہان درج کرتا ہون :- شاہزادہ **مبارک** نے کہا کہ جب
مین نے بیعت کی میرے پیر نے مجھ سے کہا کہ اب تیری طبیعت کیا چاہتی ہے
تو تو شاہزادہ ہے - چاکری کیطرف میلان خاطر ہے - یا دوسری مشغولی کیطرف -
مین نے عرض کیا کہ اب تو مین آپ کی خدمت مین ہون جو اشارہ
ہو اوسکی تعمیل کرون - اوںھون نے فرمایا - کہ جب اس راہ مین آئے
ہین سب چیزون کا ترک بہتر سمجھتے ہین - مین نے بھی قبول کرلیا - اور میرے
دل مین بھی یہی ٹھنی ہے - مخدوم نے فرمایا کہ شبہہ نہین کہ ترک بہتر ہے اگر
استقامت ہو - مگر کاش پھر متروک کیطرف التفات - ہوگیا اور پشیمانی ہوئی

تو اس ترک کا کوئی نتیجہ نہین ۔ ترک اوسی وجہ و مقدار سے بہتر ہے کہ ضرورت
کے وقت اوسیر التفات نہو تاکہ کار مستقیم و آراست ہون ۔ تو شاہزادہ
ہے ۔ اپنے اقران و احبا کی مجلسون اور جماعتون مین ہمیشہ رہا ہے ۔ اگر پھر
شاہزادہ ونکی مجلسون مین گیا ۔ اور اپنے اقران و احبا کی صحبت مین بیٹھا ۔ تو او
معیشت کے اعتبار سے فارغ البال پاکر جو ناخوشی تجھکو ہوگی اور جو تغیر
تجھ مین ہوگا اوسکی حد کہان ہے ۔ فوراً تجھ مین ناخوشی کی تبدیلی پیدا ہوگی ۔
پھر اس ترک کا کوئی فائدہ نہین ۔ ایسے بہت ہین جو کہتے ہین کہ مین نے سب
ترک کیا اور مین زاہد و عابد ہون ۔ لیکن جب وقت پڑتا ہے تو کام مین سستی
کرتے ہین اور ناخوش ہوتے ہین ۔ یہ سب نفس کا دھوکا ہے ۔ بے امتحان
کے ایسے دعوون پر اعتبار نکرنا چاہئے ۔ **مبارک** نے کہا کہ میرے دل مین
اب کوئی خواہش باقی نہین رہی ۔ **مخدوم** نے فرمایا کہ ۔ یہ سب نفس کا
افترا ہے ۔ ایسے ایسے دھوکے یہہ بہت دیتا ہے ۔ جو لوگ اسکے دھوکون
سے واقف ہین وہ اسکو خوب جانتے ہین ۔ کہ آیا یہہ سچ ہے یا جھوٹھ کیونکہ
نفس کی صفت کذب ہی ۔ اور دل کی صفت صدق ۔ نفس جو کچھ کہتا ہے کذب
کہتا ہے اور دل جو کچھ کہتا ہے صدق کہتا ہے ۔ یہان پر یہہ اعتراض ہوتا ہے
کہ جو کام کہ انسان کرتا ہے اوسکا فرمان دینے والا دل ہے ۔ اوسیکو جوارح عمل
مین لاسکتے ہین جو دل کہتا ہے ۔ تب چونکہ دل کی صفت صدق ہے تو فرمان

وعمل مین تخالف کیون ہوتا ہے۔ اگر دل کی صفت صدق ہوتی تو عمل مین
کذب کیون ظاہر ہوتا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ عمل کا تخالف نفس کیوجہ سے ہے۔
کیونکہ وہ ساحت دل پر حادی ہو رہا ہے اور اوسکی جگہ بیٹھکر کے دلکی چوری کرتا ہے
اور دل کیطرف مضاف کردیتا ہے۔ اسی لئے یہ عمل کا خلاف ظاہر ہوتا ہے
اسکی تلبیسات کو ارباب معرفت خوب جانتے ہین۔ دوسرے انکو یہ نہین معلوم
ہوتین۔ اگر کسی چیز کی نفس کو خواہش ہوئی اور اوس چیز کو اوسنے نہین
پایا تو کہتے ہین قبض ہے۔ اور اگر اوسنے پالیا تو کہتے ہین بسط حاصل ہوا۔
باوجودیکہ قبض و بسط مخصوص ہین دل کے لئے۔ اہل ترک و تجرید جو سب
چیزونکو ترک کرتے ہین پہلے وہ سب چیزونکو جو اون کے سامنے ہوتی ہین
خراب کرڈالتے ہین۔ اگر ناگاہ کسی چیز کیطرف اونکو التفات ہوا بس معلوم ہوگیا
کہ دلکی خرابی ہوئی۔ جسکو کہ وہ قبل کہتا تھا کہ مین نے خراب کیا ہے اون اوصاف
نے اوسکو خراب کیا۔ اب اسوقت جو اوسنے ایک چیز کیطرف التفات کیا اوسنے
دلکو خراب کیا۔ اور نفس جب تک مغلوب نہو جاوے اوسکی تلبیسات ہر مقام مین
ہوسکتی ہین۔ اور ارباب بصیرت ہرگز اوسکی تلبیسات سے کسی مقام مین امین نہین
ہین۔ اگرچہ نفس انکا منقاد و مطیع ہوگیا ہو۔

آپ کی برابر تاکید تھی کہ جو کام کرو استقامت سے کرو۔ غیر مستقل طریقہ کو
آپ اچھا نہین سمجھتے تھے۔ آپ اسکو بھی بہتر نہین سمجھتے تھے کہ صرف ظاہر داری

ملحوظ رکھی جاے۔ بلکہ فہمایش تھی کہ ہربات کی تہہ کو پہونچو۔ صرف صورت پر نہ مرتے رہو معانی کو دیکھو۔ جہال قوم۔ اہل شکل و صورت۔ فضول گو اور جھوٹے مدعیون سے بچو۔ اگر خلوت اختیار کرو تو رعایت حقوق کا خیال رہے۔ اس سے نہ چوکو۔ علما و عرفا کی صحبت جہانتک میسر ہو اوسکو غنیمت جانو۔

تحفۂ غیبی مین آپ فرماتے ہین کہ "عارفان را دو سرمایہ است یکے ہمت دیگر افلاس تا گویند ہر کہ صفوت آدم و خلت ابراہیم و مکالمت موسے و روحانیت عیسے علیہم السلام یابد و سرش بدان فرود آید بے ہمت است"۔ اسیلئے بلندی ہمت و افلاس کی اپنے مسترشدین پر آپ برابر تاکید فرمایا کرتے تھے۔ ہمت ہمت مردان اور دنیا بقدر ضرورت ہونی چاہئیے۔ یہی باتین تھین جنکو مخدوم مختلف پیرایہ مین اپنے مسترشدونکو جتایا کرتے تھے۔

مکتوبات دوصدی کے مکتوب پنجاہ و ہشتم مین فرماتے ہین "زنہار زنہار زنہار آخر عمر است و فرصت عزیز است بنوعے و جہی خود را ازین زمرہ بیرون آرد و گزشتہ را بہ توبہ و استغفار تدارک نماید و از مطالعہ و مجادلہ کتب عادی و قطع خصومت اعراض نماید و کتب مشائخ طریقت و کلمات اہل تصوف پیش نہند و بحق مشغول گردد امید بود کہ بذکر حق از نفس پرستی بیرون آید و خدا پرست گردد"۔

آپ کی ہدایت تھی کہ ایسے کی پیروی کرو جو اوستاد طریق اور علم و عمل سے آراستہ ہو۔ اور مشائخون کے کلمات و عبارات و اشارات سے بخوبی واقف ہو اور مبتدی و متوسط و منتہی کے اعمال و اخلاق و احوال کے مفسدات سے آگاہ ہو اور ہر کام کے فواید و آفات کو جانتا ہو۔ مکتوبات دوصدی

کے مکتوب بست و ہشتم مین فرماتے ہین کہ :۔ "کار سخن کسے باید کردن کہ بعلم و عمل
آراستہ بود و مذہب این طائفہ نیکو بداند و نگاہ دارد و در اصول و فروع این طریق اوستاد
بود و تاویل کلمات مشائخ و عبارت و اشارت ایشان بر قانون سنت و جماعت فہم کردہ بود و فوائد
و آفات ہر کارے و مفسدات اعمال و اخلاق و احوال مبتدی و متوسط و منتہی معلوم کردہ باشد"

اعمال مین نیت اصل کار ہے۔ ہزار زہد و اتقا برتو۔ خیر و خیرات کرو۔
اگر صرف ظاہر داری اور دکھاوا ہے تو وہ عند اللہ کچھ وقعت نہین رکھتا۔
مخدوم اسیکو کہتے ہین کہ:۔ "منظور حق نہ مجرد عمل و صورت ہست بلکہ منظور خداوند آنست کہ
در درون سینۂ تست"۔ آپ اسی سلئے اپنے لوگون پر بھی اسی کی تاکید فرماتے
ہین۔ کہتے ہین کہ:۔ "اگر توانی نیت و ارادت درست کن کہ عمل مومن جز یکے نتواند بود
چنانکہ اگر مردے بحج برود و رضاے مادر نگاہ نتواند داشت نرود۔ بسبب رضاے مادر حج نتواند کرد
و ہمچنین عمل دیگر۔ اما نیتش ہمہ خیرات و طاعات برسد۔ پس ثواب عمل مومن محدود
بود کہ عملش محدود ہست۔ و ثواب نیت مومن بیحد بود کہ نیت طاعات و خیرات را حدے
نبود۔ نِیَّةُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِهٖ این بود تا اگر کسے را نیتے و ارادتے درست بود
ولیکن بعذرے بدان کار نرسد۔ چنانکہ بیماری از حج باز دارد و ضعیفی از جہاد باز دارد و
مفلسی از صدقہ باز دارد ضرورت در اجر و ثواب برابر بود با آنکس کہ این ہمہ کند...
...... اے برادر علم نیت بغایت دقیق و لطیف ہست۔ ہر کسے بدان راہ نتواند برد
ہر چہ صاحب دل کند بر اندازۂ نیت خود کند کہ نیت ہر کسے بر اندازۂ او بود۔ مقبلان بے اندازہ

ایمان تقلیدی و مستدل را باندازۂ ایمان استدلالی و عارف را باندازۂ ایمان شاہدتی"

اپنے مریدوں اور مسترشدوں پر مخدوم کی برابر یہہ تاکید تھی کہ جب تمنے سلوک کی راہ اختیار کی ہے تو اوسی مین لگے رہو۔ حشویات سے کام مت رکھو۔ مولانا **مظفر شمس بلخی** جو آپکے خلیفہ تھے اپنے مکتوبات کے مکتوب یکصد و ہشتم مین لکھتے ہین کہ۔ "خدمت شیخ ہمہ مریدان را منع میکردند کہ شمارا بدین (یعنی ایام نحس وغیر ذالک) چہ کار۔ شما دران راہے کہ آمدہ اید ہمدران باشید وانچہ شمارا در سلوک راہ خود باندازۂ شما مشکل ماند ہمان را از کس استفسار کنید"۔

مشایخون کے مختلف خاندان ہین۔ ان مین سے کچہہ تو **خواجہ عبدالواحد زید**۔ اور کچہہ **خواجہ حبیب عجمی** تک پہونچتے ہین پانچ خاندان۔ زیدیان۔ عیاضیان۔ ادہمیان۔ ہبیریان چشتیان خواجہ **عبدالواحد زید** سے ملتے ہین۔ *(تصوف کے بہا مختلف خاندان)*

اور نو خاندان۔ حبیبیان۔ طیفوریان۔ کرخیان۔ سقطیان جنیدیان گازرونیان۔ طوسیان۔ سہروردیان۔ فردوسیان۔ کو خواجہ **حبیب عجمی** سے انتساب ہے۔

زیدیان:۔ یہہ اوائل مین پانچ آدمی تھے۔ اور ان مین سے ہر ایک حافظ کلام اللہ تھا۔ اور نہایت جامع و متبحر۔ یہہ نہایت سلیم القلب *(زیدیان)*

ہوتے تھے۔ انکی روش یہ تھی۔ قرآن یاد کرنا۔ علم حاصل کرنا۔ ریاضت و مجاہدہ و خلوت اختیار کرنا۔ جنگلون مین صائم الدہر رہنا۔ تیسرے یا چوتھے یا پانچوین دن جنگلی پتیون اور گھانس سے افطار کرنا۔ ناروکش دم تک کو آزار نہ پہونچانا حق کے ساتھ مشغول رہنا۔ ژند و پلاس کی پوشاک بنانا۔ یہ اپنے کو خواجہ **عبدالواحد زید** کیطرف منسوب کرتے تھے۔

عیاضیان

عیاضیان:۔ یہ اپنے کو شیخ **فُضَیل عیاض** کیطرف منسوب کرتے تھے۔ انکی روش یہ تھی۔ تنہا و مجرد رہنا۔ علے الدوام سفر کرنا۔ اگر بغیر طلب کچھ ملجاے کھالینا ورنہ فاقہ کرنا۔ شب بیداری کرنی۔ صبح کو مسافرت کرنا۔ خلق سے نہ ملنا۔ ماسوے اللہ کو ترک کرنا حق کے ساتھ مشغول رہنا۔

ادھمیان

ادہمیان:۔ انکو سلطان **ابراہیم ادہم** سے انتساب ہے۔ انکی روش یہ تھی۔ مجرد رہنا۔ ژند کا ملبوس بنانا۔ سفر و حضر مین ذکر جلی کرنا۔ کسی سے طمع نکرنا۔ جو کچھ بغیر طلب کے ملجاے اوسکو فقرا پر تقسیم کردینا اور اونکی طفیل مین دو تین لقمے خود کھالینا۔ ہرگز اہل دنیا کیطرف مائل نہونا۔

ھبیریان

ہُبَیریان:۔ یہ شیخ **ہُبَیرہ بصری** کیطرف منسوب ہین۔ انکی روش یہ تھی۔ بستی اور آبادی مین مسکن نہ بنانا۔ جنگلون مین مجرد رہنا جنگلی پھل اور گھانس کھانا۔ شب و روز باوضو رہنا۔ حضور دل کے ساتھ نماز

پڑھنا۔ دنیا اور اہل دنیا کے گرد نہ پھٹکنا۔ کسی سے فتوح نہ لینا۔
تین چار دن کے بعد پھل یا سبزی سے بے نمک افطار کرنا۔

چشتیان

چشتیان:۔ یہ شیخ **علی دینوری** سے منسوب ہین۔
انکے سلسلہ کے سردار شیخ **ابو اسحاق** چشتی ہین۔ یہ **بغداد** مین شیخ
علی دینوری کے مرید ہوئے۔ پیر نے انسے انکا نام پوچھا۔ انھون
نے کہا کہ **ابو اسحاق چشتی**۔ شیخ نے فرمایا کہ تم خواجہ چشت ہو۔
چشت کا اسلام تماری وجہ سے ہے۔ خلافت دی اور خرقہ پہنا کر کہا
کہ چشت جاؤ۔ تم خواجہ چشت ہو۔ اوس روز سے یہ سلسلہ چشتی کہلانے لگا۔
پانچ اشخاص ہین جو خواجگان چشت اہل بہشت کہلاتے ہین۔ خواجہ
ابو اسحاق چشتی۔ خواجہ ابو احمد چشتی۔ خواجہ ابو محمد چشتی۔ ناصر الدین چشتی۔
خواجہ قطب الدین مودود چشتی۔ انکی روش یہ تھی۔ شہر و دیہات مین
مسکن بنانا۔ خلق اللہ کو حق کی طرف دعوت کرنا۔ جو کچھ کہ غیر حق ہے اوسکو
خالصًا للہ چھوڑ دینا۔ دنیا اور اہل دنیا کے گرد نہ پھٹکنا۔ ہمیشہ ریاضت و
مجاہدہ مین رہنا۔ فقر و فاقہ اختیار کرنا۔ غربا اور مساکین کے ساتھ صحبت
رکھنی۔ فقیرون کے ساتھ کھانا۔ اہل سماع کو دوست رکھنا۔ پیرونکا عرس
کرنا۔ فقیرونکی تعظیم کرنی۔ اغنیا کو فقرا پر مرجح نہ رکھنا۔ فقرا کا ہاتھ خود
دھولانا۔ خود انکو کھانا کھلانا۔ باعلم و باورع ہونا۔ تزکیہ و تصفیہ باطن اور

ریاضت کرلیہنا آپ مرید ہونا۔

جیبیان

حبیبیان:۔ اس سلسلہ کے پیر حلقہ **حبیب عجمی** ہین۔ دو بھائی تھے دونون عالم ومتقی واصلح الناس۔ انھون نے حبیب عجمی سے خلافت پائی اور ان ہی کے اسم سے مسمے ہوئے۔ پیر کے حکم سے کوہ حرا مین مشغول بخدا ہوئے۔ بارہ برس وہان عبادت کی۔ خلق سے نہ ملتے تھے۔ تنہا تھے۔ سات روز کے بعد ایک یا دو خرمون پر افطار کرتے تھے۔ روش انکی یہ ہے۔ مجلسون مین نہ جانا۔ فتوح نہ لینا۔ برابر ذکر حق مین مشغول رہنا مرقع پہننا۔ نیا کپڑا اگر ملجاسے فقرا کو دیدینا۔

طیفوریان

طیفوریان:۔ انکو سلطان العارفین **بایزید بسطامی** سے نسبت ہے۔ **بایزید** کا نام **طیفور** تھا۔ یہہ حبیب عجمی کے خلیفہ ہین حسن بصری۔ اور امام جعفر صادق علیہما السلام کی صحبت یافتہ تھے لیکن انکی تربیت حبیب عجمی سے ہوئی تھی۔

کرخیان

کرخیان:۔ انکو شیخ **معروف کرخی** سے انتساب ہے۔ انکی روشس یہہ تھی۔ خان ومان کو ترک کرنا۔ عزلت اختیار کرنی۔ روزے رکھنا۔ تائب وذاکر رہنا۔ خوف خدا سے خوب رونا۔ غربا وفقرا کو دوست رکھنا۔ اپنے کو بد اور دوسرون کو اپنے سے بہتر سمجھنا۔ ریاضت ومجاہدہ کرنا۔

سقطیان

سقطیان:۔ یہہ **سری سقطی** سے منسوب ہین۔ سری سقطی

معروف کرخیؒ کے خلیفہ تھے۔ تین شخص ملوک سے بری سقطی کے مرید ہوے اور اپنے کو ان کے نام سے منسوب کیا۔ انکی روش یہ تھی۔ ژندپوشی اختیار کرنی۔ صائم الدھر رہنا کسیکا فتوح قبول نہ کرنا۔ تیسرے یا چوتھے روز شام کے وقت اپنے خلوت سے نکلکر دریوزہ گری سے افطار کرنا۔

جنیدیان:۔ انکو شیخ **جنید بغدادی**ؒ سے انتساب ہے دو اعرابی۔ عثمان علی دقاق۔ اور شیخ محی الدین منصور نامی بڑے متقی و عالم اور امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد تھے۔ یہہ نہایت معمر و شیخ فانی تھے۔ ساتوین روز افطار کرتے تھے۔ سات برس ریاضت و مجاہدہ کر کے حضرت جنید کے حلقۂ ارادت مین آئے۔ اور اونکے خلیفہ ہوئے۔ اور اپنے کو اون سے منسوب کیا۔ انکی روش یہہ تھی۔ چالیس روز کے بعد افطار کرنا۔

جنیدیان

گاذرونیان:۔ انکے سرحلقہ سلطان **ابو اسحٰق** گاذرونی تھے۔ یہ گاذرونیون کے بادشاہ تھے۔ بادشاہی ترک کر کے خواجہ **عبد اللہ خفیف** کے مرید ہوئے۔ پیر نے فرمایا کہ یا ابا اسحٰق اگر تجھکو بالکل دین ہی دین ہے تو مین نے خدا سے التجا کی ہے کہ تیرے پیوستگان صاحب طبل و علم ہون۔ انکی روش یہہ تھی۔ ہمیشہ خلوت و عزلت مین مشغول رہنا۔ اسماء اعظم .... اور دس نام اور دس حروف کو پڑھنا۔

گاذرونیان

طوسیان:۔ انکو بھی جنید بغدادی سے نسبت ہے۔ سیوم واسطہ سے

طوسیان

فردوسیان و طوسیان ایک سلسلہ مین ہین۔ انکی روش یہ تھی۔ سماع اور کل مزامیر سُننا۔ رقص کرنا۔ ذکر جلی کرنا۔ جو کچھ خیر و شر پہونچے اوسکو نعمت جاننا۔ چون و چرا نکرنا۔ مَا مَنَعَ اللّٰہُ فَھُوَ حَسَنٌ۔ حسن ظن سے مومن و کافر دونونکو برابر جانتا۔

سہروردیان ؛ یہ بھی جنید بغدادیؒ کیطرف منسوب ہین۔ انکے سرحلقہ شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی ہین۔ جو دوسری پیڑھی مین شیخ ممشاد دینوری تک پہونچتے ہین۔ شیخ ممشاد دینوری خواجہ جنید کے خلیفہ تھے۔ روش انکی یہ ہے۔ نفس کشی کرنا۔ خدا سے مشغول رہنا۔ کم سونا۔ ہمیشہ قبلہ رو متوجہ رہنا۔

فردوسیان :۔ انکو بھی جنید بغدادیؒ سے انتساب ہی انکی ابتدا سہروردیون سے ہی۔ شیخ نجم الدین کبرلے فردوسی۔ اور شیخ علاء الدین طوسی کے درمیان رشتۂ اخوت تھا۔ بڑے مجاہد و مرتاض تھے۔ دونون حضرات ضیاء الدینؒ کی خدمت مین آئے اور یہ بات عرض کی کہ عمر بسر ہونے کو آئی لیکن ہمارا مقصد حاصل نہوا۔ مجاہدے کیے لیکن مقصود ہاتھ نہ آیا۔ اب آپ ہی فرمائیے کہ ہملوگ کیا کرین۔ شیخ ضیاء الدین نے نہایت الطاف سے فرمایا کہ مین بھی اسی مین مبتلا ہون۔ تدبیر یہ ہو کہ کہین مرید ہوجائین۔ تاکہ اوسکی برکت سے اپنے مراد کو پہونچین۔ دونون نے یہ کہا کہ جہان

آپ فرمائیں وہاں ہملوگ مرید ہوں۔ شیخ ضیاء الدین نے شیخ وجیہ الدین
ابو حفص عموئیہ کو بتایا۔ تینوں حضرات شیخ وجیہ الدین کے مرید ہوئے۔
شیخ نے بیعت کے بعد شیخ ضیاء الدین سہروردی اور شیخ علاء الدین طوسی کو خلافت
و شجرہ دیکر فرمایا کہ تم دونوں اپنے شہروں میں جاؤ اور بندگان خدا کی رہبری کرو۔
اور شیخ نجم الدین کبرےٰ کا ہاتھ پکڑ کر ضیاء الدینؒ کے حوالہ فرمایا کہ انکو اپنے
ساتھ رکھو تمہارا نام اس سے روشن ہوگا۔ شیخ ضیاء الدین نے بیعت کے ساتویں
مہینے شیخ نجم الدین کبرےٰ کو خلافت دیکر فرمایا کہ تم مشائخان فردوس سے ہو۔
اوسی دن سے وہ **فردوسی** کہلانے لگے۔

اصل یہ چودہ خاندان ہیں۔ انکے سوا جتنے دوسرے خاندان ہیں
وہ ان ہی کے فروع ہیں۔ اور وہ یہہ ہیں:۔

قادریہ۔ کبرویہ۔ نقشبندیہ۔ یسویہ۔ نوریہ۔ خضریہ۔ انصاریہ۔
شطاریہ۔ اشرفیہ۔ ہمدانیہ۔ مداریہ۔ نظامیہ۔ صابریہ۔ مجددیہ۔ ابو العلائیہ وغیرہم

قادریہ:۔ اس سلسلہ کے سر حلقہ حضرت سید محی الدین **عبد القادر** قادریہ
جیلانی محبوب سبحانی غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

کبرویہ:۔ اسکو حضرت **نجم الدین کبرےٰ**ؒ سے انتساب ہے۔ کبرویہ

نقشبندیہ:۔ اسکے پیران حلقہ حضرت **عبد الخالق** غجدوانیؒ اور نقشبندیہ
حضرت بہاء الدینؒ **نقشبند** ہیں۔

یسویہ (margin)
یسویہ :- اسکے منشاء و مبدآء حضرت خواجہ احمد یسوی ہین جو مشائخان ترک مین سے تھے۔

نوریہ (margin)
نوریہ :- اسکے سرحلقہ شیخ ابوالحسن نوری ہین۔

خضریہ (margin)
خضریہ :- اسکو حضرت سلطان احمد خضرویہ بلخی سے انتساب ہے۔ اور حضرت خداقلی ماوراءالنہری نے اسکو اشاعت وشہرت دی۔

انصاریہ (margin)
انصاریہ :- اسکے مبداء حضرت عبداللہ انصاری ہین اُنکا لقب شیخ الاسلام ہے۔ حضرت ابوایوب جو صحابۂ کبار مین سے تھے انکے اجداد مین ہین سیہم مرید و خلیفہ شیخ ابوالحسن خرقانی کے ہین

شطاریہ (margin)
شطاریہ :- اس طریقہ کے مبداء حضرت عبداللہ شطار ہین

اشرفیہ (margin)
اشرفیہ :- اسکے سرحلقہ مخدوم اشرف جہانگیر ہین۔ یہہ شاہزادگان سمنان مین سے تھے۔ شیخ علاءالدولہ سمنانی۔ آپ کے باپ کے وزیر اور آپ کے قرابتمندون مین سے تھے۔

ہمدانیہ (margin)
ہمدانیہ :- یہہ سلسلہ حضرت سیدنا علی ہمدانی سے منسوب ہے۔

مداریہ (margin)
مداریہ :- اسکو حضرت شیخ بدیع الدین الملقب بہ شاہ مدار سے انتساب ہے۔

نظامیہ (margin)
نظامیہ :- اسکے سرحلقہ حضرت سلطان الاولیا سید نظام الدین بدایونی ثم دہلوی

صابریہ:- یہہ سلسلہ حضرت علی احمد صابر سے ہے جو خلیفہ حضرت بابا فرید شکر گنج رح کے تھے منسوب ہی۔ صابریہ

مجددیہ:- اسکے سرحلقہ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی ہین یہ خلیفہ حضرت سیدنا خواجہ ذکی الدین باقی باللہ کابلی ثم الدہلوی کے تھے۔ مجددیہ

ابو العلائیہ:- اسکو حضرت سیدنا ابو العلاء اکبر آبادی سے انتساب ہے۔ ابو العلائیہ

جتنے خاندان صوفیون کے ہین سب کی علت غائی ایک ہی ہے۔ لیکن حصول مقصود کے طریقے علحدہ علحدہ ہین۔ ان ہی طریقون کے اعتبار سے الگ الگ خاندان قائم ہوگئے۔ جسنے جو طریقہ نکالا وہ طریقہ اوسکے نام سے مشہور ہوگیا۔ اور پھر اوسکے تلامذہ اوسی نام سے پکارے جانے لگے۔ ایسی حالت مین ایک کو دوسرے پر من حیث تقرب الے اللہ ترجیح دینی سراسر بیجا و خطا ہے۔ اور کسی پر زبان طعن و تشنیع کھولنی محض ہرزہ درائی و بیہودہ سرائی ہے

مخدوم رح کی معاشرت نہایت سیدھی سادی تھی۔ لیکن یہ خیال رکھنا چاہئے کہ طریقۂ زندگی جتنا سادہ ہوگا اوتنا ہی اوسکا برتنا زیادہ مشکل ہوگا۔ اور پھر اوس حالت مین کہ ہزارون امراو اہل اقتدار سر اور آنکھون پر بیٹھانے کو موجود ہون۔ بادشاہ پرگنہ کا پرگنہ جاگیر مین دینے کو تیار بلکہ دے بھی چکا ہو۔ اور ہر طرف سے فارغ البالی ہی فارغ البالی نظر آتی ہو۔ مخدوم کے سجادۂ ارشاد و تلقین پر بیٹھتے ہی مولٰنا نظام الدین مخدوم کی معاشرت

نے سب سامان راحت کے مہیا کردئے اور اوسکے چند ہی برسون کے بعد سلطان
محمد شاہ تغلق نے پرگنہ راجگیر خرچ کے لئے زبردستی واگزاشت کردیا۔
مگر جا ہے کہ مخدوم نے ان موقعون سے خود تمتع اوٹھایا ہو۔ ہرگز نہین۔
آپ پیر کے نصائح کے پورے پابند تھے۔ آپ کے یہان دن کو کچھ پکتا نہ تھا۔
ایک وقت کھاتے اور وہ بھی نان خشک و آب۔ کیونکہ آپ غذا کو مثل دوا
کے سمجھتے تھے۔ اور یہی اولیاء اللہ کی شان ہے۔ مولٰنا **مظفر شمس بلخی**
اپنے مکتوبات کے مکتوب ہفتم مین لکھتے ہین کہ "از خدمت شیخ سوال کردم کہ اولیا طعام خورند۔
گفت خورند چنانچہ دارو خورند۔"

صاحب **مونس القلوب** روایت کرتے ہین کہ ایک دن مخدوم نے
زنانہ مکان سے دھوان اوٹھتے دیکھا۔ فوراً شیخ **چو لھائی** سے دریافت فرمایا۔ کہ
اسکی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ ایا ماموں کا معینہ تمنے پہونچایا یا نہین۔ مخدوم اپنی والدہ
ماجدہ کو ماموں بضم میم و واو مجہول کہا کرتے تھے۔ شیخ **چو لھائی** نے تحاشا
کہا کہ ہرگز ایسا نہین ہو سکتا کہ خلاف حکم مخدوم ہو۔ اونکا معینہ بیشک پہونچادیا
گیا ہے۔ باقی رہا دھوان۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ مخدوم کے کوئی رشتہ دار آئے
تھے۔ مخدوم کی والدہ اونکے لئے روٹی و مرغ پکاتی تھین۔ مخدوم ماں کی خدمت مین
حاضر ہوئے اور عرض کی کہ مین نے اپنا منہ کالا کرکے آپ سے شرط کی تھی اور آپ
پھر ایسا کرنے لگین۔ ماں بھی عابدہ و زاہدہ تھین بیٹے کی غرض کو سمجھ گئین منع اور

روٹیان کچی پکی ویسے ہی اوس قرا تمند کے حوالہ کر دین کہ پھینا پکا ؤ اور کہین پکوا لینا
مخدوم کی والدہ نہایت ضعیفہ تھین - انکے لئے بازار سے کچھ مقرر تھا -
شیخ **چولھائی** روز لے آیا کرتے تھے - یہی آپ کی والدہ کا معینہ تھا -
نفس کی خواہش کو مخدوم ہر گز جائز نہین رکھتے تھے - ایک مرتبہ آپکے
یہان ایک شخص فالودہ لیکر آیا - آپ نے صرف سونگھ کر چھوڑ دیا - اور فرمانے
لگے کہ خیریت گزری ورنہ اس فالودہ نے میرا کام ہی تمام کیا تھا -
مخدوم دنیا سے اوتنا ہی متمتع ہونا جائز رکھتے تھے جتنا شارع علیہ السلام نے
جائز رکھا اور جسکے لئے خود فطرت نے ہمکو مجبور کر رکھا ہے - دنیا کیا ہے - اور
ضروریات دنیاوی کیا ہین - انکو وہ فلسفیانہ اور عملی دونون پہلوؤن سے خوب
جانتے تھے - انکے اقسام اور پھر ان قسمون مین سے کون قسم بقاے زندگانی
کے لحاظ سے ضروری اور لابدی ہے اس سے وہ خوب واقف تھے - **تحفۂ غیبی**
مین فرماتے ہین - "دنیا سہ قسم ست - مقدار ضرورت - و مقدار حاجت - و مقدار فضول
مقدار ضرورت ہمان مقدار ست کہ قیام نفس بدان شود - و این خوردنی ست و پوشیدنی -
ہمان مقدار باید کہ در سرما و گرما ہلاک نشود - و جائگاہ بودنی ہمان مقدار باید کہ در سرما
و گرما شب تواند گزرانید - این مقدار آدمی را ضروری ست و درین حساب نیست و حق تعالے
مقدار ضرورت بخشیدہ ست .... و مقدار حاجت آن را گویند کہ یک پیراہن دارد -
فرض کردم کہ میان یک پیراہن سرما و گرما تواند کشید ہلاک نگردد - درین میان برائے دفع سرما

دنیا اور اوسکی قسمین

حاجت می نہند پیراہنے دیگر دو تائی پیراہنے میکند - این را حاجت گیرند - و در مقدار حاجت حاجت
حسا ست - اما فضول آنچه زیادت ازین دو قسم است - چنانکہ خانہ دارد و بعده خانۂ دیگر
بنا می کند - و چیزے از دنیا دارد و چیزہاے دیگر می طلبد - این فضول ست و این
زینت زشت ست و این سبے بے نہایت است - و ہر کہ در فضول افتاد گویند در ہا و یہ افتاد
. . . . اما در حق شخصے معینے کہ مقدار حاجت مقدار ضرورت شده ست پس در حق
او مقدار ضرورت ہمان شده ست کہ بے آن بسر نمی شود و نمی توانہ بے آن بودن . . . . . .
و اقسام دنیا برین طریق ہم آورده اند کہ یکے دنیا ست صورتاً و معناً - این معلوم ست و این
زشت ست و دوم قسم صورتاً دنیا ست اما معناً دنیا نیست چنانکہ زن خواستن
بنا بر اتباع سنت و محافظت نفس از زنا . . . : بزرگان یک حد در دنیا کلی نہاده اند و آن
این ست کہ ہرچہ فردا کار نیاید و بکار آخرت بر بستۂ آن نیست آن دنیا ست اگرچہ روزہ و نماز بود"۔

مخدوم کا مرید و غیر
کے ساتھ عام سلو
و بخشش ۱۲

مرید و غیر مرید ہر قسم کے فقرا مخدوم کے دامن دولت سے وابستہ تھے انمین سی کچھ لوگ خدمتون
پر بھی مامور ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ مولنا مظفر کے ساتھ بہت دنون تک فقرائے خانقاہ کی خدمت مخصوص رہی
بالجملہ کل وابستگان کو ساتھ۔ چاہے وہ مرید ہون یا نہون مخدوم کا حسن سلوک اور جود و کرم یکسان تھا۔ لوگون
کو عام طور سے صلات عطا ہوتے تھے۔ چنانچہ مولانا مظفر شمس بلخی
کی مکتوبات کے مکتوب صد و سی و ہشتم و مکتوب صد و چہلم سے جو مخدوم کے
نام سے ہین اسکا پورا پتا چلتا ہے۔ مکتوب صد و سی و نہم مین مولانا لکھتے ہین
کہ "قاضی زین الدین رسید صلۂ مخدوم این صلہ خوار قدیم را سی تنگہ نقرہ رسانید۔

این صلاتِ مخدوم خود برہمہ عام ست - اماگدا سے قدیم را بوجہے بتخصیص امید - آن تخصیص آنست کہ این فقیر را بدعاء ایمان یاد آرند واگر میسر شود یک دو سطرے بقلم نیز مشرف گردانند والا اِنَّ خَیْرَ الدُّعَاءِ دُعَاءُ الْاِیْمَانِ بسندہ بود"۔

پھر مکتوب صد و چہلم مین تحریر فرماتے ہین کہ" مخدوم را ازانجاکہ خدا تعالے دلے و دستے فراخ دادہ ست بہمہ دعاگویان و دوستان میرسد و برین فقیر از زمین عرب تا درین زمین ہموارہ عطایا ارزانی فرمودہ - اِلّا آنکہ این بیچارہ راگمان خود بران خدمت دعاگوئی و محبت باخلاص ست و درین ما اخلاص ہمی ماند التماس آنکہ بعدازین دعاگو را بگذارند تا باخلاص دعا ذات مخدوم بصلاح دینی و دنیاوی بے آلایش کند - بفرستادن چیزے آلودہ راآلودہ ترنگرداننـد - یک دعاگوے بگزارند تا ہمچنین باشد کہ مخدوم بیچارہ را بسلامی و در غیبت بدعاء ایمان یاد آرند - از جملہ مواہب و عطایا آن فاضلتر و بہتر ست - پس ہمان کافی"۔

مراسم دنیاوی کے مخدوم ہرگز پابند نہ تھے - آپ کے نزدیک وہی افعال جو رسول مقبول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اور اصحاب کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تھے قابل تتبع و پیروی تھے - ایکبار زکریا غریب نے مخدوم سے کہا کہ مخدوم کی جو روش اور طریقے ہین دوسرون بزرگون کے کم ایسے ہین اور جو بزرگ اسوقت موجود ہین جب وہ خلق کے ساتھ ارتباط کرتے ہین تو رسوم کی رعایت بھی کرتے ہین - مخدوم خود بزرگون کے شہر مین رہ چکے ہین اور دیکھے ہوئے ہین

مراسم دنیاوی کے مخدوم پابند نہ تھے

مخدوم نے اِسکا جواب یہہ دیا کہ اوس شہر کے لوگون کو اس طائفہ کے ساتھہ اعتقاد ہی۔
اسلئے اونکی آمد و شد سے اونکو خلق سے اختلاط ہوتا ہے اور ایسی صورت
مین بزرگون نے کہا ہے کہ جب خلق کسی کے یہان آنے لگتی ہے تو وہ کچھہ تلبیس
کرنے لگتا ہے۔ اگرچہ لوگون کو ظاہر اوہ مخالف شرع معلوم ہوتا ہے مگر بنفسہ وہ
موافق شرع ہے۔ اور یہہ اسلئے ہے کہ خلق کی نظر سے وہ گر جاے اور بفراغ
تمام سلوک کے کامون مین مشغول ہو۔ اَلزُّھْدُ فِی الزُّھْدِ اسیکو
کہتے ہین یعنی جسنے دنیا کو ترک کیا اوسکو مقام زہد حاصل ہوا وہ ظاہرا خلق
سے ملتا ہے۔ اور جب چاہتا ہے کہ اس زہد سے باہر آجاے تو کوئی فعل تلبیسانہ
کرنے لگتا ہے تاکہ خلق کی نظر سے گر جاے۔ جب خلق سے چھوٹا پہلے زہد سے
چھوٹا۔ یہہ مقام بہت دشوار ہے۔ کیونکہ اس مین ترکِ جاہ کرنا ہوتا ہے۔ اور
ترک جاہ ترک دنیا سے دشوار زیادہ ہے۔ آپ کا قول ہے کہ جسنے مشائخون کا
طاقیہ پہنا اوسکو چاہیے کہ رسوم کے بت کو توڑ ڈالے اور زنّارِ عادت کو کاٹ ڈالے
ترک دنیا کے معنے
ترک کے کیا معنی ہین اسکو مخدومؒ تحفۂ غیبی مین یون فرماتے ہین
کہ ترک بدل باید کہ بود یعنی در دل ہیچ چیزے میل و محبت و طلب نماند۔ اگر ہست و اگر
نیست نیست باید کہ ہست و نیستش ہر دو برابر بود کہ حقیقت زہد بریدن دل ست نہ خالی کردن دست۔ امام زہد
انبیا اند ملک ہمہ دنیا سلیمان پیغامبر را بود علیہ السلام۔ ولا محالہ کہ سلیمان پیغامبر بود۔ بیت
سہل شیرے دان کہ صفہا بشکند ٭ شیر او باشد کہ خود را بشکند ٭

قبول تحفہ

مخدوم کو اگر کوئی شخص تحفہ بھیجتا تو آپ لے لیتے۔ واپس کر کے اوسکی دلشکنی نفرماتے۔ اور تَقَبَّلَ اللّٰہُ مِنْکَ۔ و۔ جَزَاکَ اللّٰہُ خَیْرًا کہکر رکھ لیتے۔ ملک مفرح وغیرہ کا تحفہ بھیجنا اور مخدوم کا قبول کرلینا ملفوظات وغیرہ مین موجود ہے۔ قبول تحفہ کے بارہ مین آپ کا قول ہے کہ "درویشان و عزیزان اگر چیزے بفرستند ہر آئینہ قبول باید کردن دران عیبے نیست کہ بزرگان چنین کردہ اند۔ مگر درو آفتے بود اگر بنا بر آن آفت قبول نکند باکے نیست"۔

پابندی اوقات

مخدوم کو احتساب و حفاظت اوقات کا بڑا خیال تھا۔ آپ کے اوقات بالکل منضبط تھے۔ عبادت و ریاضت کے بعد جو وقت بچتا وہ تلامذہ کی تعلیم۔ خلق اللہ کی مقصد براری۔ اطعمہ و شرب۔ خواب و آرام وہی تن مین جو بنی نوع انسان کے لئے ضروری ہے صرف کرتے۔

مجلس سماع

کبھی کبھی سماع کی مجلسین بھی ہوا کرتین۔ اور مخدوم کو تواجد بھی ہوتا۔ مگر تواجد کے وقت مخدوم خلوت مین ہوجاتے اور دروازہ بند کرلیتے۔ وہان کسیکو بار نہوتا۔ اس ضبط کے ساتھ شاید ہی کسی نے سمع سنا ہو۔ ہان اس جگہ اس بات کو بھی جان لینا چاہئے کہ تواجد سے کیا مراد ہے۔ یہ ایک قسم کا ذوق ہے جو صاحب دل کو حاصل ہوتا ہے۔ تحفۂ غیبی مین مخدوم سے منقول ہے کہ "وجد ظاہر گویند حال بود یکے بر سر خود چیزے آرمیدہ دارد چون بر وفق آن حال باطن خود چیزے بشنود در وے حرکتے پدید آید۔ پس آنچہ در ظاہر پدید آید آن را وجد گویند و آنچہ در باطن پدید آید آن را حال گویند"

ابیات

اہل دل را ذوق و فہمے دیگر است
کان زفہم ہر دو عالم برتر است
ہرکرا آن فہم در کار افگند
خویشتن در دریاے اسرار افگند
تا بدان فہمے کہ چون وحی خدا است
در کلام او سخن گوینده را است

لیکن آپکے یہان سماع کی ایسی مجلسون مین جنمین جوان اور بوڑھے۔ مبتدی اور رسیدہ بلا امتیاز موجود ہوتے ایسے کلام کے گانے کی جو عورتون کی زبان سے بیان کئے جاتے ہین اور جنمین سخنہاے فراخ ہون اجازت نہ تھی۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ یہ امراض روحانی و اخلاقی کے طبیب تھے وہ اسکو خوب جانتے تھے کہ کون چیز کس مریض روحانی و اخلاقی کے لئے مضر ہے۔ چنانچہ تحفۂ غیبی مین مؤلف سے منقول ہے کہ "امیر سکندر خادم خاص پرسید کہ در مجلس شریف وقتے گویندگان جکری یعنی ہندوی آغاز کردند۔ از بندگی مخدوم منع صادر شد حکمت در منع چہ بود؟ فرمود کہ جکری از زبان عورت ہست و در وسخن باز کردہ۔ و در مجلس جوانان نیز بودہ اند۔ ہر کسے را آن قوت کجا کہ حمل بر حقیقت تواند کرد۔ بیش در فتنہ افتد الغناء حقیقۃ الزنا ازان جہت منع افتاد۔ مگر آنکہ در محلے اگر خلوتے باشد وہمہ اہل مجاہدہ و ریاضت و معانی باشند و تاویلات بروجہ مشروع تواند کرد باکے نیست۔"

آپ زیادہ تر سماع کو ایسے شخص کے لئے جائز رکھتے تھے کہ جسکے کان مین ہر نباتات حلال سے مبدل ہو گئے ہون۔ اور اس بات کو آپ اپنے تلامذہ پر بزرگان سلف

کی موافقت آرا سے زور دیکر ہمیشہ ختم کرنا چاہتے تھے ۔ صاحب تحفۂ غیبی لکھتے ہین کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ "یکے از شرائط سماع این ست نزدیک بعضے درحق این طائفہ کہ آنگاہ بشنود و سماع کنند کہ ہزلیات در سمع ایشان محل بدل شدہ باشد از ہزل ہزلے ملتے فہم کنند" ۔ اور یہہ بات کہ ہزل حلال سے مبدل ہو جاے ہرگز اوسوقت تک نہین ہوتی جب تک بقول مخدوم تبدیل صفات حاصل نہو لے۔

تحفۂ غیبی مین مخدوم فرماتے ہین ۔ "چون کسے را تبدیل صفات شد ۔ جملہ مذمومات بمحمودات بدل گشت ۔ گردش یافت ۔ ہرچہ بدو رسد بگردد ۔

مخدوم اور علما کی تذکیر

مخدوم اکثر علما کی تذکیرون مین بھی تشریف لیجاتے تھے ۔ آپ مین ہرگز انانیت نہ تھی ۔ آپ عمدہ اجناس کے خریدار تھے ۔ جہان کہین اسکا ڈھونڈھا ملا موجود ۔ آپ طالب صادق تھے ۔ شئے مطلوب جس سے ملجاے ۔ اس مین چھوٹے بڑے کی قید نہ تھی ۔ آپ حضرت علی علیہ السلام کے اس مقولہ کے پورے پابند تھے کہ " اُنظُرْ اِلٰی مَا قَالَ وَلَا تَنظُرْ اِلٰی مَنْ قَالَ "

صاحب مونس القلوب لکھتے ہین کہ ایک دن مولانا نظام الدین منبر پر تذکیر بیان کر رہے تھے اتفاقاً یہہ دو بیتین پڑھین

"اے قوم بحج رفتہ کجائید کجائید ॥ معشوق ہمین جاست بیائید بیائید
آنانکہ طلبگار خدائید خدائید ॥ حاجت بطلب نیست شمائید شمائید"

مخدوم کا وقت خوش ہوا ۔ سر مبارک کو اتنا ستون پر پٹکا کہ مجروح ہو گیا

جب دوسرے دن مولنا نظام الدین حسب معمول قدمبوسی کو آئے تو آپنے فرمایا۔ "مولنا! آپ نے اپنی جانب سے تو قصور نہ کیا تھا۔ مگر ادبار جو مجھے ہے وہ کب چھوڑتا ہے"۔ دیکھئے مولنا نظام الدین مخدوم کے مسترشدون مین سے تھے۔ اور روزانہ مخدوم کی خدمت مین بنظر استفادہ حاضر رہتے۔ مخدوم اونکی تذکیرون مین بھی جانا ناروا نہین رکھتے۔ اور اونسے بھی فائدہ اوٹھاتے تھے۔ بلکہ اس پر ایک قسم کی احسانمندی ظاہر فرماتے تھے۔

مخدوم کے جسم پر ریاضت کا اثر

مخدوم نے آخر عمر تک ریاضت وعبادت کو نچھوڑا۔ غایت ریاضت کی وجہ سے گویا رطوبت بشری آپ مین باقی نرہی تھی۔ مونس القلوب مین ہے کہ ایک بار آپ حجامت بنوا رہے تھے۔ حجام سر مونڈ رہا تھا۔ سر مبارک استرہ سے مجروح ہو گیا۔ خون کے عوض مین بس تھوڑا سا آب رقیق نکلا۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ **ابیات**

"زندہ بحق وجلوۂ حق ہست غذایش | روح است سراپا تن ز ار شرف الدین
از قیمت کونین فزون یافت شہ عشق | چون زد بمحک نقد عیار شرف الدین

مخدوم کا اپنے تلامذہ کے ساتھ برتاو

مخدوم کا اپنے مسترشدون اور تلامذہ کے ساتھ وہی برتاؤ تھا۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنے اصحاب رضوان اللہ علیہم کے ساتھ۔ اس زمانہ کے مریدون کیطرح سے وہ لونڈی بچے یا خانہ زاد نہین سمجھے جاتے تھے۔ مخدوم کے مکتوبات اوٹھا کر دیکھو۔ کہین "برادر شمس الدین اکرمہ اللہ معززہ"

توکہین "برادر اعز شمس الدین"۔ کہین۔ "برادر عزیز شیخ عمر"۔ توکہین "شیخ عمر بدعا ساز شرف منیری مخصوص ست"۔ کوئی "برادر عزیز الوجود" ہے توکوئی "عزیز الوجود"۔ کوئی "آن عزیز" ہے توکوئی "فرزند اعز"۔ کبھی "امام مظفر" ہین توکبھی "مولانا مظفر"۔ اور "برادر اعز امام مظفر"۔ کسیکو "یار قدیم امام نظام الدین" کرکے مخاطب کرتے ہین توکسیکو "صدر العلما مولٰنا حمید الدین از فقیر حقیر شرف منیری سلام وتحیت مطالع کنند"۔

الغرض مخدوم کا برتاؤ اپنے مسترشدون کے ساتھ جس نظر و پہلو سے دیکھا جائے نہایت احسن و مسنون تھا۔ مولانا مظفر اور مولانا نصیر الدین جونپوری کے ساتھ جو برتاؤ تھا وہ سب سے بڑھا ہوا تھا۔ صاحب **مونس القلوب** کا بیان ہے کہ جب مولانا **مظفر** مخدوم کے یہان آتے تو مخدوم کبھی دروازہ کے آگے تک اور کبھی کم وبیش استقبال کرتے۔ اور جب مولانا **نصیر الدین** جونپوری آتے تو مخدوم دوزانو ہو بیٹھتے۔

مخدوم کے مرید

مخدوم کے مریدون کی فہرست نہایت طویل ہے۔ **نوشتہ توحید** انکی تعداد لاکھ سے بالا بتاتے ہین۔ یہہ تعداد مبالغہ سے خالی نہین معلوم ہوتی۔ با اینہمہ اتنا ضرور کہا جائیگا کہ کثیر تھی اور اسمین مسترشدین و تلامذہ بھی شریک ہین۔

مخدوم کے ممیز مستفیدین

مخدوم کے ممیز مستفیدون مین یہہ تھے:۔ مولانا مظفر بلخی۔

ملک زادہ فضل اللہ ۔ مولانا نصیر الدین جونپوری ۔ مولانا نظام الدین دروبحصاری
شیخ عمر ۔ قطب الدین ۔ فخر الدین ۔ شیخ سلیمان ۔ خواجگی ۔ خواجہ احمد ۔
امام تاج الدین ۔ حسین معز بلخی الملقب بہ نوشتۂ توحید ۔ مولانا قمر الدین ۔
مولانا ابو القاسم ۔ مولانا ابو الحسن ۔ قاضی اشرف الدین ۔ قاضی
منہاج الدین درو بحصاری ۔ مولانا تقی الدین اودھی ۔ مولانا شہاب الدین
ناگوری ۔ شیخ خلیل الدین ۔ مولانا رفیع الدین ۔ مولانا آدم حافظ ۔ زین بدر عربی
قاضی صدر الدین ۔ شمس[۱] الدین خوارزمی ۔ شیخ معز الدین ۔ مولانا کریم الدین ۔
خواجہ حافظ جلال الدین ۔ خواجہ حمید الدین سوداگر ۔ شیخ مبارک ۔ زکریا غریب
قاضی خان نجم الدین شاہ ۔ قاضی بدر الدین ظفرآبادی ۔ مولانا لطف الدین
احمد سفید باف ۔ شیخ ذکی الدین ۔ مولانا نظام الدین خالہ زادہ مخدوم ۔
مولانا احمد آمون ۔ مولانا زین الدین ۔ شیخ شعیب ۔ سید شہاب الدین
عماد حالفی ۔ حاجی رکن الدین ۔ مولانا اوحد الدین خواہرزادہ شیخ نجیب الدین
فردوسی ۔ سید جلال الدین خواہرزادہ شیخ نجیب الدین فردوسی ۔ شیخ رستم
و شیخ وجیہ الدین و شیخ وحید الدین (ہر سہ یاران شیخ نظام الدین اولیا) ۔
مولانا حسام الدین امام ہیبت خانی ۔ وغیرہم ۔

۱؎ یہ ایک فاضل متبحر سرآمد علمائے وقت تھے ۔ غیاث الدین بلبن نے انکو خطاب شمس الملک
سے مخاطب کر کے منصب وزارت پر مامور کیا تھا ۔

حسین نوشۂ توحید اگرچہ مولٰنا مظفر کے خلیفہ ہوے۔ اور شیخ شعیب کو اگرچہ خرقۂ خلافت حسن بن حسین نوشۂ توحید سے ملا تاہم یہ دونون مخدوم کے مریدون مین داخل ہین۔ کیونکہ دونون حضرات کو مخدوم ہی سے شرف بیعت حاصل ہے۔ ان مین سے نوشۂ توحید تو وہ ہین کہ انکی تعلیم بھی مخدوم ہی سے ہوئی۔ چنانچہ یہہ خود اپنی مثنوی مین اسکا اعتراف کرتے ہین۔ مثنوی

بود ما را اوستادے دلپذیر — خضر وقت خود بشیر و ہم نذیر
روے او تابندہ چون شمس الضحیٰ — عاشق ذات محمد مصطفیٰؐ
نور چون از جبہ اش بر تافتے — ذرہ را خورشید تابان ساختے
بود چون موسیٰ ہمہ افعال او — کے توان گفتن تمامی حال او
کے توان گفتن ز حال او نشان — ہر نفس می داد ما را نور جان
از فناے خویش گشتہ چون ہلال — بود چون روح مجسم در خیال
نور مطلق بود گویا در نمود — از نفس ہر عقدۂ دل می کشود
دست را افشاند از دنیا و دین — نقش بستے سجدہ اش بر روی زمین
ہر نفس می آمدش بانگ الست — ہر دم از قالوا بلیٰ می گشت مست
جان او پیوستہ دائم با صمد — وصف او را قل ہو اللہ احد
ہستی خود ساختہ تاراج او — با محمد مصطفیٰ معراج او
واجب آمد چونکہ آمد نام او — شرح رمزے کردن از اکرام او

سالہا بودم چو موئے با خضر | نور شمس افتاد بر قرص قمر
شمس چہ بود شمس را آن رو کجا | آیت واللیل آن گیسو کجا
شمس را کو ہست آن شیرین کلام | تا بود تشبیہ روے او تمام
گر بگویم روے او بدر الدجیٰ | ظلمتے دارد چو روے او کجا
روے او چون مصحف بے سہو بود | والضحیٰ واللیل در روے می نمود
بود شرف الدین یحییٰ جان من | جان چہ باشد جان جان جانان من"

تحصیل خوشنودی خدا کی ترغیب

مریدوں اور مسترشدوں سبھونکو برابر و پیوستہ خوشنودی خدا کی تحصیل کی تحریص کرنی اہم کام تھا۔ مخفۂ غیبی میں آپ فرماتے ہیں کہ "اگر خواہی کہ بدانی خداوند جل و علا از تو خوشنود ست و یا ناخوشنود۔ در کار خود نگہ کن کہ ہمہ طاعت ست یا ہمہ معصیت یا آمیختہ ست۔ پس اگر فعل تو ہمہ طاعت ست او از تو خوشنود ست کہ نشان خوشنودی طاعت ست و اگر افعال تو ہمہ معصیت ست او از تو ناخوشنود ست کہ نشان ناخوشنودی معصیت ست و اگر افعال تو آمیختہ ست اینجا حکم مر غالب را باشد"

طلب علم کی تاکید اور علماے دنیا سے بیزاری

مخدوم برابر اپنے مستفیدوں پر طلب علم کی تاکید فرماتے۔ آپ کا قول ہے کہ "علم مر معاملت را یعنی مر مجاہدہ را و ریاضت را چون طہارت ست مر نماز را۔ ہیچ معاملتے بے علم نہ بود چنانکہ ہیچ نماز بے طہارت" مگر علماے دنیا سے بہت بیزار رہتے۔ اور انکے ساتھ نہایت سخت تھے۔ حکم تھا کہ "خود را از علماے دنیا نگاہ داری چنانکہ از شیطان" اسکی وجہ یہ تھی کہ آپ کو شغف باللہ جو متصوفین کی خصوصیت ہے از حد تھا۔

وہ ہرگز ایسی صحبت کو جو خدا کی طرف سے غفلت کا باعث ہو جائز نہین رکھتے۔
علماے دنیا علم کو صرف حصول دنیا کا آلہ بنائے ہوئے تھے۔ وہ علم کو خالصاً
للہ نہین سیکھتے تھے۔ بلکہ محض دنیا کمانے کے لئے۔ حق خداوندی کی حرمت جیسا کہ
چاہیئے وہ نکرتے تھے۔ اسکے سوا کسی دوسری وجہ کا مخدوم کیطرف منسوب کرنا سراسر
خلاف ہے۔ وہ خود فرماتے ہین کہ۔" حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم
ہرگز از بہر نصیب و حظ خود باکسے ناخوش نبود مگر جائیکہ ہتک حرمت حق خداوند بودے"۔
آپ قدم قدم پر سنت نبوی کے پابند تھے۔ آپ کا قول تھا کہ " اجماع مشائخ طریقت
و علماے شریعت برین رفتہ۔ ہر کہ بمقامے بلند رسد یا بمرتبۂ عالی برآید و یا بعلم و معرفت آراستہ
گردد و ملک و ملکوت بسبب سے بروکشف شود۔ اگر بقدم شرع پیغامبر خود نبود و دست از شریعت وے
بدارد یا در بیابان اباحت ہلاک شود و یا در بیابان حلول و اتحاد افتد و ہلاک شود و دین برباد دہد"
پھر ایسی صورت مین کوئی دوسرا سبب علماے دنیا سے متنفر ہونیکا نکالنا سراسر انصاف
کا خون کرنا ہے۔ مخدوم علم سے متنفر نہ تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ اسکے طلب کی
تاکید کیون کرتے۔ البتہ اون لوگون سے جو اسکو غارت کر رہے تھے اور اسکو
بیدینی اور الحاد کا آلہ بنائے ہوئے تھے وہ البتہ متنفر تھے۔

علم سے مخدوم کی کیا مراد تھی وہ اونکے کلام سے مستنبط ہوتا ہے۔ علم سے مخدوم کی کیا مراد تھی
فرماتے ہین کہ "جو کچھ آدمی کرتا ہے اوسکی دو قسمین ہین۔ ایک تو وہ جو خدا تک
پہونچاتا ہے جیساکہ طاعت۔ دوسری وہ جو خدا سے غافل کرتا ہے جیساکہ معاصی

ان دونون قسمون کا علم تمام آدمیون پر فرض ہے۔ اور اہم مہمات سی ہے۔ اس علم کے ساتھ عمل اگرچہ قلیل ہو وہ عند اللہ کثیر ہے۔ اور بغیر علم کے اگر کوئی جان پر بھی کھیل جاوے اور کثیر العمل ہوتا ہم وہ عند اللہ قلیل ہے۔ بلکہ وہ محنت بے مزہ ہوگی۔ بیت۔" علم نر آمد و عمل مادہ ❊ دین و دولت بدو شد آمادہ ❊ کار بے علم بار و بر ندہد ❊ تخم بے مغز ہیم ثمر ندہد" ❊ مثلاً اگر کوئی بغیر علم کے تمام عمر مجاہدہ و ریاضت کرے۔ تو جیسا وہ ہے ویسا ہی رہیگا۔ اور یہ ویسا ہی ہوگا کہ جیسے کسی نے بغیر وضو نماز اور بغیر ایمان قرآن پڑھا ہو۔ پھر ان دونون قسمون کی بالاجماع دو قسمین ہین۔ ایک تو کسبی کہ اوستادون کی تعلیم یا کتابون کے مطالعہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اور دوسرا وہ کہ درون سینہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس آخر قسم کی پھر تین قسمین ہین۔ ایک تو وہ کہ درگاہ بے نیازی سے پیغمبرون کے دل مین اوترتا ہے اور اسکو وحی کہتے ہین۔ دوسری وہ کہ اولیا کے دلون مین اوترتا ہے اور اسکو الہام کہتے ہین۔ تیسری وہ کہ پیغمبرون کے سینون سے صدیقون کے سینون مین اور پیرون کے سینون سے مریدون کے سینو مین پہونچتا ہے۔ چنانچہ اس حدیث کے کہ" اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ" یہی معنی ہین۔ یعنی جسطور سے کہ صدیقین اللہ کو پیغمبرون کے سینو مین پاتے ہین مریدین اللہ کو پیرون کے سینو مین پاتے ہین۔ یعنی پہچانتے ہین اور

جانتے ہین "۔ ایک دوسری جگہ پر مخدوم اسی کے متعلق فرماتے ہین:
"جیسے جہل تمامی شقاوتون کی اصل ہے ویسی ہی علم تمامی سعادتونکی جڑ ہے۔
تمامی نجات علم سے حاصل ہوتی ہے۔ اور تمامی ہلاکتین جہل سے پیدا ہوتی
ہین۔ درجات فردوسی اور کرامات قدسی لوگ علم کے ذریعہ سے پاتے ہین
بیت نیست از بہر آسمان ازل ؛ نردبان پایہ بہ ز علم و عمل ۔ جہل کی وجہ
سے آدمی درکات جحیم و عذاب الیم مین پڑتا ہے۔ اور بارگاہ علم مین سوائے
مومن کے کوئی قدم نہین دھرتا ہے۔ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ
مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ (یعنی من الجھل الی العلم) اور بارگاہ
جہل مین سوائے کافر کے کوئی قرار نہین پکڑتا کہ۔ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا
اَوْلِیَآءُھُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَھُمْ مِنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ
(یعنی مِنَ العلمِ الی الجھلِ)۔ پس مومن کو جیسا شقاوتِ کفر سے
بھاگنا چاہئے۔ ویسا ہی جہل اور جاہل سے بھاگنا چاہئے۔ شرع کا فتویٰ
یہ ہے کہ اَلْعَالِمُ حَبِیْبِیْ وَالْجَاھِلُ عَدُوِّیْ ۔ جیسا کہ جہل و جاہل
سے بھاگنا واجب ہے ویسا ہی علم طلب کرنا اور عالمون کی صحبت رکھنا
فرض ہے۔ مگر اس سے علمائے آخرت و علم آخرت مراد ہے۔ نہ کہ علمای
دنیا و علم دنیا"

حق العباد — آپ کو حق العباد کا بڑا خیال تھا۔ کبھی حق العباد کے تلف کو

آپ جائز نہین رکھتے تھے۔ اسکو اہم معاصی سمجھتے تھے۔ آپ کا قول ہے کہ۔
"حق عباد سخت تر از حق خداوند ست۔ کہ حق خداوند بہ توبہ واستغفار بگزرد۔ و حق
مخلوق تا اورا خوشنود نکنی نگزارده باشی۔ کہ بلان مرتبہ رسیده ست کہ خود گزشتہ
وشفاعت دیگران کند۔ اگر ذرۂ حق مخلوق بروے مانده بود پایہ از عرصات برندارد
تا اورا خوشنود نکند۔ اے برادر حقوق عباد عقبۂ دشوار ست۔ حدیثے در نظر آمده است
اگر کسے خانۂ کعبہ را کہ قبلۂ مومنان ست سنگ سنگ کند وبسوزد چنان نہ بود
کہ مومنے را بے موجب شرعی رنجے برساند۔"

اور اسمین صرف انسان کی یا صرف مسلمانون کی قید نہین ہے۔ اسمین
انسان وحیوان مسلمان وکافر سب مخدوم کے خیال مین برابر تھے۔ جسطورسے مسلمان کا
حق مسلمان پر ہوسکتا ہے اوسی طورسے کافر کے حقوق بھی مسلمان پر ہوسکتے
ہین۔ اور جسطورسے انسان کا حق انسان پر ہوسکتا ہے حیوان کا حق بھی
انسان پر ہوسکتا ہے۔ اسمین اللہ کی ساری مخلوقات شامل ہے۔ پھر
جسطورسے مسلمان کے حق کی جوابدہی مسلمان کے ذمہ ہے اوسی طورسے
کافر کے حق کا حساب بھی مسلمان کو دینا ہوگا۔ اور جسطرحسے انسان کے حق
کی ذمہ داری اوسکے ساتھ ہے اوسیطرح سے حیوان کے حق کے لئے
بھی وہ جوابدہ ہے۔ تحفۂ غیبی مین مخدوم فرماتے ہین۔ "حقوق
عباد سخت مشکلے ست کہ عباد ہمہ محتاج اند۔ خاصۃً در جہان وقتے کہ فردای قیامت

پیش خواہد آمد۔ اما در حقوق خداوند عز وجل این مقدار ہست کہ حق تعالے کریم ہست ورحیم ہست و مستغنی ہست واحتیاج بکسے وبچیزے ندارد امید بخشائش سخت بسیار است۔ اما حقوق عباد مشکل ہست کہ ہمہ وقت محتاج اند۔ چہ اینجا وچہ آنجا۔ . . . . . .

حقوق عباد گفتہ اند بر سہ نوع ہست۔ یکے این ہست کہ دادن آن ممکن ہست۔ اینجا ہم و آنجا ہم۔ آن حق بندگان مومن ہست کہ در دنیا می توان کہ حق وے بدہند ویا از وے بحلے خواہند۔ بخشند۔ ودر آخرت اگر طاعت وعبادت بودہ باشد بدان طاعت وعبادت حق وے بدہند۔ واگر طاعت وعبادت ندارد گفتہ اند آن مقدار معصیت بروے نہند۔ ودیگر حق کافر ہست۔ اینجا می توان داد اما فردا مشکل ہست۔ این را طریقہ نیست کہ آن بکنند تا بدان دوختہ شود۔ ودیگر حق جانوران ہست کہ بد وتعدی کردہ باشند کہ بارے زیادہ از قدر معتاد بروے نہادہ باشند۔ یا علف وآب بوقت معتاد ندادہ باشند یا تازیانہ بغیر حاجت معتاد زدہ باشند۔ این حق نہ اینجا دوختن توان ونہ آنجا۔ این مشکل ہست۔ وحکم این ہست کہ فردائے قیامت پائے از عرصات بر ندارد تا حق بندگان ندہد اگرچہ شہید باشد . . . .

ابیات

گر مسلمانی تو بیدادی چراست ۔۔۔ چونکہ بیدادی مسلمانی کجاست

خلق آزاری تو با دست و زبان ۔۔۔ سود خود جوئی زیانِ دیگران

در شرع می فرماید اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ . . . . . .

مِنْ یَدِہٖ وَلِسَانِہٖ مسلمان اوست کہ مسلمانان از دست وزبان او سلامت

باشند و نیازارند۔ کہ دل مومن مخلص محبت خانہ خدا ہست و در حدیث آمدہ است کہ ہر کہ دل مومنے را خراب کند خانۂ خدا را خراب کردہ باشد۔ پس ہر کہ خلق آزار بود حق آزار بود این ہت کہ گفتہ اند۔ **ابیات**

ہر کہ خلق آزار حق بیزار از و ۔ نام او مومن مخوان۔ مومن مگو ٭

نامبارک باشد آزار کسان ۔ موذیان را از مسلمانان مدان" ٭

وہ مسئلہ جو آج کے **ہیومنٹیرین** (بہی خواہ خلائق) فرقہ کا سرمایۂ ناز ہے۔ اور جو نہایت فخر کے ساتھ **اینمل پروٹکشن سوسائٹی** (جماعت حفاظت حیوانات) کے لباس مین شایستگی حال کیطرف سے پیش کیا جاتا ہے وہ آج سے آٹھ سَے برس ہوئے کہ مخدوم کے شاگردونکو بتایا جاتا تھا۔ اور اوسپر معمل ہونے کی تحریص و ترغیب دیجاتی تھی۔

علے العموم مسلمانون کے ساتھ برتاؤ

مخدوم کا برتاؤ علے العموم تمامی مسلمانون کے ساتھ نہایت خلوص کا تھا۔ اون کے رنج و راحت مین حتے المقدور شریک ہوتے اوٗ اونکی دستگیری و دلدہی فرماتے۔ آپ کا قول تھا کہ "فراہم آوردن کار ہاے مسلمانان۔ وسعی نمودن در امور خلق بزرگ دولتے ہست۔ این کار پیغمبران ست کہ کارہاے خلق کردہ اند و بلاہاے ایشان کشیدہ اند" دوسرون سے بھی مخدوم کی برابر یہی استدعا تھی کہ ایک دوسرے کے کام آؤ۔ اسمین امیر غریب کسیکی قید نہ تھی۔ مخدوم کی ساری تحریرین اس سے بھری پڑی ہین۔ مین یہاں پر

ایک مکتوب ہے جو ملک خضر کے نام ہے کچھ التقاط کر کے درج کرتا ہون۔ مخدوم لکھتے ہین کہ۔

"درمیان این ظلمات۔ از قلم و زبان خود و از مال و جاہ خود چنانکہ توانی راحتے بمحتاج برسان۔ در مقام آن برادر صوم و صلوٰۃ و نوافل ہر چند کہ ہست نیک ہست۔ اما ہیچ کارے سود مند تر از راحت رسانیدن بدلہا نیست"۔

سادات و فرزندان مشائخ کے شرف نسب کی خاصۃً بلا کسی دوسری وجہ کے آپ بڑی عزت کرتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ "ہر جا کہ شرف نسب ہست چنانکہ فرزندان رسول صلے اللہ علیہ وسلم و فرزندان مشائخ اینجا براے تعظیم علم شرط نیست۔ کہ اگر در و علم باشد اینکا تعظیم کنند۔ اگر خود علم باشد شرف مزید گردد"۔

شاہزادگان و حکام زمانہ کے ساتھ مرابطت۔ اظہار کرامت سے تنفر۔ مشائخین معصر کے ساتھ برتاؤ۔ نیچرل سینری کا مخدوم پر اثر۔ مخدوم کی عمر۔ مخدوم کی حیات مین سلطنت کے انقلابات اور مخدوم پر اونکا اثر

شاہزادگان و حکام زمانہ کے ساتھ مخدوم کی مرابطت

مخدوم کی صحبت مین شاہزادے اور حکام زمانہ اکثر آمد و رفت رکھتے تھے مجد الملک مقطع بہار۔ قاضی زاہد۔ قاضی شمس الدین۔ رضی الملک سلطان محمد۔ داور ملک داماد سلطان محمد۔ ملک الامرا ملک مفرح۔ شاہزادہ مبارک قاضی معین الدین حاکم بہار۔ مولانا صدر الدین نائب قاضی ستارگاؤن کے نام۔

بار بار آپ کے مکتوبات و ملفوظات مین پائے جاتے ہین۔ مگر ان سے ارتباط کی غرض صرف خلق اللہ کی نفع رسانی تھی۔ اپنے نفع و نمود کی ہرگز غرض مضمر نہ تھی۔ دیکھو خوان پُر نعمت مین فرماتے ہین کہ۔ "درانچہ من در حجرہ قدیم می بودم۔ دران وقت اینجا ملکے بود۔ باخلق چندان معاشرت خوب نداشت و خلق بیشتر بر من آمدے کہ در کار با بروے شفاعت کنید۔ و من در باب ہر یکے شفاعت می کردم و کاغذے در باب شفاعت بروے می نبشتم"۔

بزرگون کا قول ہے کہ بادشاہون کے یہان مشائخ کو بلا طلب نہ جانا چاہئے مگر ایک حالت مین۔ یعنی اگر کسی مسلمان بھائی کا کام اوسکے جانے پر اٹکا ہوا ہو۔ صاحب احیاء العلوم بھی ایک پیغمبر کی نقل لکھتے ہین کہ وہ بادشاہ کے گھوڑے کا رکاب پکڑے رہتے۔ لوگ تعجب کرتے کہ پیغمبر کا بادشاہ کے گھوڑے کا رکاب پکڑنا یعنی چہ۔ پیغمبر نے جواب دیا کہ مین اوسکے گھوڑے کا رکاب اسلئے پکڑتا ہون کہ مجھ سے اوسکو الفت ہو۔ اگر اوسکو مجھ سے محبت و الفت ہو جائیگی تو وقت پر خلق اللہ کا کام نکال سکونگا۔

مخدوم بھی صرف اسی غرض سے انسے ملتے جلتے تھے۔ ورنہ دنیاوی غرض انکو اون سے کچھ نہ تھی۔ اگر اس تقرب سے دنیا کمانا منظور ہوتا تو ہرگز جاگیر شاہی کو ترک نکرتے۔ اور اپنی اوقات ایسی مسکینیت و فقیری سے بسر نکرتے۔ تحصیل دنیا کا خیال اونکے بارے مین نری حماقت سراسر

بدیہیات سے چشم پوشی کرنی ہے۔

مخدوم کا بنگالہ سے تعلق

مخدوم نے چونکہ سُنارگاؤن مین تعلیم علوم ظاہری کی حاصل کی تھی اسلئے سلطنت بنگالہ سے اونکو خاص دلچسپی تھی۔ چنانچہ حضرت مولٰنا مظفر بلخی رحمہ اللہ اپنے مکتوب یکصد و شصت و سوم مین جو بنام سلطان غیاث الدین شاہ بنگالہ کے ہے تحریر فرماتے ہین کہ:-

"شیخ شرف الحق والدین را قدس سرہ العزیز بندہ ہمہ وقت میدید کہ درباب این ملک عین عنایت داشت و خدایتعالٰے را عین عنایت برین زمین و برین ملک بودہ است کہ شیخ شرف الدین را کہ شکر الٰہی بود بر سر این زمین داشت۔ ہرچند سلطان فیروز رضا وجوانب او تاچہ کردند کہ شیخ وقتے برپاچیزے نویسد و یادگارے فرستد اصلاً چیزے وقتے نہ نوشت و چیزے نفرستاد و بر سلطان شہید بارہا بطیب قلب مکتوبات نوشتے و بغایت خرسند بود۔ بر شما آثار آن برکات است"۔

ترک جاگیر کی غرض سے دوبارہ سفر دہلی

ترک جاگیر کی حکایت صاحب مونس القلوب نے یون لکھی ہے کہ فیروز شاہ کے تخت نشین ہوتے ہی وہ تعلق شاہی باقی نرہی۔ مشائخون کے ساتھ قبول خدمت و جاگیر کے لئے جبر کرنے والا کوئی نرہا۔ مخدوم موقع غنیمت پاکر ترک جاگیر کی نیت سے دلی روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ مین قاضی اشرف الدین سے جنکو لوگ جبریل علم کہتے تھے ملاقات ہوئی۔ اونھون نے پوچھا کہان جاتے ہو۔ مخدوم نے فرمایا کہ ایک غرض سے جا رہا ہون۔ قاضی صاحب مُصر ہوئے کہ اوسکو

ظاہر کیجئے۔ مخدوم نے فرمایا کہ دل میں یہ بات آئی ہے کہ راجگیر کی جاگیر ترک کرون۔ اسلئے بادشاہ کے یہان جارہا ہون کہ اسناد کو اوسکے حوالہ کردون۔ قاضی صاحب نے کہا کہ اگر آپ کا یہی خیال ہی تو تھوڑے دنون اور ٹھہر جائے۔ آپ نے فرمایا کہ جب ترک کرنا ہے تو پھر ٹھہرنا چہ معنی دارد۔ غرض قاضی صاحب کی ایک نہ سُنی اور دلی پہونچے۔ اوسوقت اکثر ندمای شاہی مین سرگوشیان ہونے لگین۔ لوگ آپس مین کہنے لگے کہ مخدوم کی دلی آنے سے اصل غرض استدعار ازدیاد جاگیر ہے۔ رفتہ رفتہ یہ خبر فیروز شاہ تک پہونچی۔ بادشاہ نے کہا کہ اگر مخدوم تمام قطاع بہار مانگینگے تو مین دونگا ندما کو بادشاہ کا یہ کلام سُنکر ازبس خجالت ہوئی۔

مخدوم جب بارگاہ جہان پناہی مین حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے بہت تعظیم و توقیر کی اور کہا کہ زہے بخت جو مخدوم نے میرے سر پر قدم سعادت توام نزول فرمایا۔ مخدوم نے فرمایا کہ ایک غرض لیکر آیا ہون۔ اگر قبول فرمانے کا وعدہ ہو تو کہون۔ بادشاہ نے بسر و چشم منظور کیا۔ مخدوم نے اسناد آستین سے نکالکر بادشاہ کے ہاتھ مین دئے۔ اور فرمایا کہ از برائے خدا انکو پھیر لیجئے یہ میرے کام کے نہین ہین۔ بادشاہ اور تمام حضار دربار ششدر رہ گئے۔ چونکہ بادشاہ پہلے ہی عہد واثق کرچکا تھا۔ سوائے قبول کرنے کے اوس سے کچھ نہ بن آخر ش بادشاہ نے یہ التماس کی کہ کچھ نقد اخراجات کیلئے قبول ہون۔

مخدوم نے قبول فرمایا۔ لیکن دربار شاہی سے باہر نکلتے ہی سب فقراء مساکین کو تقسیم فرما دیا۔ بعد ترک جاگیر کے مخدوم بہار لوٹے اور پھر آئندہ دلی جانیکا اتفاق نہوا

اگرچہ دنیاوی خیال سے مخدوم کا جاگیر سے دست بردار ہونا قابل ستائیش نہین معلوم ہوتا۔ لیکن غامض نظر سے دیکھا جاے تو مخدوم جیسے آدمی کو یہی مناسب تھا جو مخدوم نے کیا۔ جس دھن مین مخدوم تھے اوسکے لئے یہی نہایت ضروری تھا۔ اور جو مشن (خدمت) مخدوم اپنے ذمہ لئے ہوئے تھے اوسکی تکمیل ایسے بکھیڑون مین پھنسکر کیونکر ممکن تھی۔ اگر ایک طبیب کے حوالہ تم انتظام جائداد کردو اور وہ طبیب مرجع خلائق اور ملک طبیب بھی ہو تو تم کہہ سکتے ہو کہ یہ انتظام جائداد اوسکے پیشہ طبابت مین کیسا کچھ حارج ہوگا۔ یہی حال مخدوم کا سمجھو۔ یہ امراض اخلاقی کے طبیب تھے۔ اس مرض کے بیمارون کا آپ کے یہان ہجوم تھا۔ اگر آپ جاگیر وغیرہ کے بکھیڑون مین پھنستے تو مشن کے فرایض مین ضرور قصور عاید ہوتا۔ یہان پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ ضرور نہین کہ مخدوم جاگیر کی نگرانی بذات خاص کرتے دوسرے لوگ اسکے متعلق کے کام انجام دے سکتے تھے۔ اسکا جواب یہہ ہے کہ بس یہی مخدوم نے کیا۔ جاگیر بادشاہ کے حوالہ کردی اور وہ دوسرون کے ساتھ بندوبست ہوئی۔ جسکے ساتھ بندوبست ہوئی وہ اوسکی نگرانی اور اوسکا انتظام کرنے لگا اب رہا اوس سے مستفید ہونا۔ اسکی ایسے شخص کے لئے زہنا دہر گز ضرورت نہ تھی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم و خلفاے راشدین کا والہ و شیدا ہوا اور اونکی پیروی کو اپنا

جسز و دین فی ایمان سمجھے۔ اور جو اللہ کے اس وعدہ پر کہ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ
ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ ۝ ایمان لائے ہوئے ہو۔ اور اللہ کی اس ضمانت کو
کہ وَمَا مِنْ دَابَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا سچی اور مستحکم
ضمانت باور کرتا اور دنیا کی کل ضمانتون کو اوسکے سامنے ہیچ و پوچ سمجھتا ہو۔ اور
پھر اللہ کی اس قسم کو کہ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّہٗ لَحَقٌّ ۝
ہماری قسم جیسی نہ جانتا ہو۔ بلکہ اٹل مانتا ہو۔ اور اوسکے اس حکم پر کہ وَتَوَکَّلْ
عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ کامل اطمینان رکھتا ہو۔ وہ دنیا و آخرت
کو اللہ کی بادشاہی جانتے تھے اور سب روزیون کو اللہ کے قبضہ مین دیکھتے
تھے۔ اور تمامی زمین پر اوسکا حکم نافذ پاتے تھے۔ وہ دنیا سے اوسیقدر برخوردار
ہونا جائز رکھتے تھے جسقدر اونکے اور ہمارے تمہارے اور تمام مسلمانون کے پیغمبر
اور اوسکے خلفای راشدین نے جائز رکھا ہے۔ اونکے دل مین اوس رحمۃ
للعالمین کی (بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ) فاقہ کشی اور گلیم سیاہ
گھر کئے ہوئے تھے۔ اور ایک لمحہ بھی چشم پوشی کرنے ندیتے تھے۔ وہ اپنی دھن کے
پکے تھے۔ ہمارے جیسے نہین کہ شہوت کے وقت چوپایہ۔ غصہ کی حالت مین درندہ
گناہ کی حالت مین لڑکا۔ بھوک مین دیوانہ۔ اور پیٹ بھرے پرستانہ بن جائین۔
گدھے جیسا حلال کہ دانا پاسے تو لوگون کو ستائے اور بھوکا رہے تو غل مچای
مخدوم کو اظہار کرامت سے تنفر تھا۔ اور اسکو شاذ و نادر جائز رکھتے تھے۔ اظہار کرامت سے تنفر

شیخ حمید الدین اور مخدوم کی نقل

صاحب گنج لایخفیٰ لکھتے ہین کہ شیخ حمید الدین مخدوم کے دوست تھے
خلوتون مین آپ کے ساتھ رہتے تھے۔ ایک بار آدھی رات گزرے مخدوم کی
خدمت مین حاضر ہوئے۔ شب تاریک تھی۔ مخدوم باہر نکل آئے۔ اور صحن مین دیوار کے
قریب بیٹھ گئے۔ شیخ حمید الدین بھی ایک ساعت بیٹھے رہے۔ تھوڑی دیر
بعد بولے کہ اگر یہ چبوترہ کچھ بڑھجاے تو صحن مصفا نظر آئے۔ مخدوم اوٹھ کھڑے
ہوئے اور فرمانے لگے کہ مین نے جانا تھا کہ اس نیم شب مین امور دینی مین کچھ
مشکل پیش آئی ہوگی اوسکے حل کے لئے آپ تشریف لائے ہین۔ لیکن اب
مین دیکھتا ہون کہ مین بر سر غلط تھا۔ آپ فرماتے ہین کہ چبوترہ بڑھاؤ۔ یہہ نہین کہتے
کہ اس بتخانہ کو چھونکر ویران کردو۔ اللہ رے اظہار کرامت سے تبری۔ ذرا سی لغزش
پر بپھر پڑے۔

شیخ منہاج الدین و مولانا مظفر کی نقل

اسی مضمون کے متعلق مونس القلوب مین ایک نقل لکھی ہے کہ
شیخ منہاج الدین بارہا مخدوم پر بطور طعن کے الزام دیا کرتے تھے کہ مخدوم نے
حج نہین کیا۔ مخدوم عذر شرعی پیش کرتے تھے۔ یہ شیخ منہاج الدین وہ تھے
جنھون نے سات حج کئے تھے۔ ایک بار یہی قصہ پیش تھا اور مولانا مظفر بلخی
بھی موجود تھے۔ مولانا کو حرارت آگئی۔ آپ نے شیخ منہاج الدین سے
کہا کہ "حرم کعبہ را در آستین غلامان شرف بنگر"۔ شیخ نے جو نظر کی تو تمامی
حرم کو دیکھ لیا نہ شرمندہ ہوئے۔ مخدوم کو مولانا کی یہ بات پسند نہوئی

نہایت ناخوش ہوئے اور تین دن تک مولانا سے نہ بولے اور پھر بولے تو یہ بولے کہ اگر مین نہوتا تو تم منصور ثانی ہوتے - آپ کو اظہار کرامات سے قطعاً بیزاری تھی - اگر کوئی شخص کسی کام مین آپ سے استمداد کرتا یا اپنی کوئی حاجت پیش کرتا تو آپ اپنی شکستگی اور بینوائی ظاہر کرتے - اور اوسکو میران جلال دیوانہ کی طرف رجوع لانے کو کہتے -

صاحب مونس القلوب لکھتے ہین کہ ایک مرتبہ ایک شخص کئی مکھیان مری ہوئی آپ کے پاس لے آیا - اور کہنے لگا کہ سُنا ہے کہ الشیخ یحیی و یمیت یعنی شیخ جلاتا ہے اور مارتا ہے - آپ ان مکھیون کو زندہ کر دین - مخدوم نے فرمایا کہ یہ تو وہی قصہ ہے کہ "خود درماندہ شفاعت دیگران" مین تو خود درماندہ ہون دوسرون کو کیا زندہ کرون - مین شیخ نہین ہون اور اس کام کے شایان نہین - تم برادرم شیخ احمد کے یہان جاؤ اور یہ مشکل ان سے پیش کرو - وہ شخص شیخ احمد چرمپوش کے پاس گیا - یہ بزرگ مخدوم کے خالاتی بھائی تھے - عمر مین مخدوم سے بڑے تھے - بہار ہی مین رہتے تھے - بڑے کامل تھے انکا مزار بہار مین اسوقت تک زیارتگاہ خلق اللہ ہے - شیخ نے فرمایا کہ تو کس خیال مین پڑا ہے جا اس سودے کو سر سے دور کر - مگر سائل نے نہ مانا اور اصرار کیا تب آپ نے فرمایا کہ مکھیون کو مار کر لے آ - وہ مکھیون کو مار کر لے آیا اور آپ کے ہاتھ مین دیدیا آپ نے مکھیونکی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اوڑ جا - مکھیان زندہ ہو کر اوڑ گئین - اوس شخص

نے کہاکہ البتہ یحیی تو معائینہ کیا۔ اب یمیت بھی معائنہ کرا دیجئے۔ شیخ نے فرمایا جاؤ راہ مین دیکھ لینا۔ جب وہ دروازہ سے باہر نکلا تو اوس نے دیکھا کہ ایک گھوڑا بگڑا ہوا بگٹٹ چلا آتا ہے۔ ناگاہ آتے ہی اوسنے اسکے ایک لات ایسی ماری کہ غریب جان بحق تسلیم کر گیا۔ مخدوم کو خبر ہوئی اوسکے جنازہ پر تشریف لائے۔ جب شیخ نے سنا کہ مخدوم جنازہ پر موجود ہین خود بھی آئے۔ دونون بزرگ نماز جنازہ مین شریک ہوئے۔ اور ان ہی بزرگون کی حاضری مین وہ مردہ دفن ہوا۔

الشیخ یحیی ویمیت

اس مسئلہ الشیخ یحیی ویمیت کے متعلق مخدوم مکتوبات دو صدی کے مکتوب یکصد و ہفتاد و ہشتم مین تحریر فرماتے ہین ”این سخن سہ معنی دارد۔ یکے آنکہ ازین یحیی ویمیت این مراد باشد کہ زندہ میگرداند مرید را بطاعت و مردہ میگرداند از معصیت۔ زیرا کہ طاعت حیات ہست و معصیت ممات۔ دوم یحیی بحیات قلبہ ویمیت عن حیات نفسہ۔ سوم کہ اگر خدائے عزوجل فضل کند مستجاب الدعوات گردد۔ زندہ ہم گرداند بفرمان خدائے عزوجل و مردہ ہم گرداند بفرمان خدائے عزوجل بنا بر لا یتیکہ دارد بحکم فرمان حق تعالے“

مشائخین ہمعصر کے ساتھ برتاؤ

اپنے ہمعصر مشائخ کے ساتھ مخدوم کا برتاؤ برادرانہ اور خلوص کا تھا۔ احمد بہاری ایک دیوانہ شکل آدمی تھا۔ اکثر مخدوم کی خدمت مین آمد و شد رکھتا۔ توحید خواص مین کچھ استفسار کرتا اور کبھی خود کچھ کہتا۔ مخدوم کے ساتھ اوسکو ایک قسم کا انبساط تھا۔ دیوانگی کے عالم مین منھ سے فراخ کہتا جنکو خلق سمجھ نسکتی۔

شیخ عز کاکوی بھی صاحب شغل و کامل الحال تھے۔ اگر توحید خواص اور مسائل عشق و محبت مین کوئی مشکل ہوتی تو مکتوبات کے ذریعہ سے اونکو مخدوم سے حل کراتے۔ عز کاکوی کے نام سے مخدوم کے جتنے مکتوبات ہین وہ **اجوبۂ کاکوی** کہلاتے ہین۔

سید جلال بخاری سے بھی ارتباط برادرانہ تھا اور باہم مراسلات ہوا کرتے تھے۔ انکو مخدوم سے از بس ربط قلبی تھا۔ اور مخدوم کے مدارج کے وہ نہایت قدردان تھے۔

احمد بہاری اور عز کاکوی کا دلی مین قتل ہونا

احمد بہاری اور **عز کاکوی** جب **دلی** مین جاکر اپنے کلمات شطحہ کی وجہ سے بفتواے علماے دہلی قتل ہوئے تو مخدوم کو نہایت افسوس ہوا آپ فرماتے تھے کہ "اتنے مشائخ طریقت دلی مین موجود تھے۔ کسی سے اتنا نہ ہوا کہ دیوانہ پن وغیرہ کے حیلہ سے بھی خلاص کراتے۔ افسوس! جس شہر مین ایسے بزرگون کا خون ہو تعجب ہی کہ وہ شہر آباد رہے" یہ زمانہ **فیروز شاہ** کا تھا اوسنے علماے **دلی** کو دھمکایا کہ مین نے تمھارے محضر کے رو سے قتل کیا تھا اور اب **شیخ شرف الدین** ایسا کہتے ہین تمھارے پاس اسکا کیا جواب ہو سکتا ہے۔ اون لوگون نے کہا کہ اونکو یہان طلب فرمائیے تب ہم رودررو اون سے باتین کرین۔ بادشاہ نے فرمان طلب جاری کردیا۔ اسی اثنا مین **سید جلال بخاری** کا جن سے بادشاہ کو از بس اعتقاد تھا خادم مع نامہ بادشاہ کے حضور مین آیا۔ عندالاستفسار بادشاہ

گویہ بات معلوم ہوئی کہ اتنے دنون تک سید نے جو کوئی نامہ بادشاہ کو نہ لکھا تھا اوسکی وجہ یہ تھی کہ خلوت کرکے مکتوبات شیخ شرف الدین احمد بہاری کے مطالعہ مین مشغول تھے۔ بادشاہ کو اس بات سے تنبہہ ہوا۔ اوسنے فوراً ہی دوسرا فرمان جاری کیا کہ ہرگز ہرگز مخدوم کو تکلیف سفر نہ یجاوے۔ الغرض اسطور سے یہ بلا ٹلی سید کے ارتباط نے اپنا پھل دکھایا۔

شیخ مغربی کے ساتھ بھی جو مخدوم کے زمانہ مین مقام **پٹیالہ** مین رہتے تھے مخدوم کو خلوص تھا۔ **ملتو باتِ صدی** کے مکتوب نود و چہارم کو دیکھو۔ دوستون کے ساتھ مخدوم کسقدر تواضع اور انکسار برتتے تھے۔ فرماتے ہین کہ "مان کی پابندی ہے اور حکم شرع کی تعمیل ورنہ جہان آپ ہین اوس مسجد کے دروازہ پر آکر مین بھی گرتا اور مجاوری کرتا۔ اگرچہ مین یہہ چاہتا تھا کہ ہندوستان سے باہر جاؤن اور مسلمانون اور درویشون کی خدمت کرون اور مسلمان ہون مگر ادبار نہین چھوڑتا دیکھئے عاقبت حال میرا کیا ہوتا ہے۔ زنار نفس نہین کٹا اور جمال توحید نظر نہین آیا بت پرستی مین اہل کفر و شرک کے درمیان عمر کٹی۔ جہانتک اپنے چارون طرف دیکھتا ہون بت۔ زنار۔ کفر۔ شرک نفس کے سوا کچھ نہین پاتا۔ **بیت** کجا روم چہ کنم کرا شفیع آرم ✿ وے کہ رفت ز دستم چہ گونہ باز آرم ✿ کوئی شیخ کہتا ہے۔ کوئی ملک المشائخ لکھتا ہے۔ کوئی قطب الاولیا بناتا ہے۔ اور خواجہ نے اب تک مسلمانی کا مُنہ بھی نہین دیکھا۔ زنار گبرگی نفس بھی اپنی گردن سے نہ کٹا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

بیت صوفی و سبز پوش و شیخ چلہ دار ٭ این جملہ شدی ولے مسلمان نشدی

میرا حال تحریر و تقریر سے باہر ہے - اس بیت پر اعتبار کرلو **بیت**

نمی دانم کرامانم بدین سیرت گرفتارم ٭ نہ من ہندو نہ من مسلم نہ من مرتد نہ بدکارم

اب سوائے اسکے کہ دوستون سے پناہ ڈھونڈھون کیا تدبیر ہے - **مصرعہ**

رفتم از دست گر نگیری دستم ٭ دوست ہی دوست کے آڑے آتے ہین -

مصرعہ یار کار افتادہ را یاری ہم از یاران رسد ٭

فطرت کا مخدوم پر اثر

نیچرل سینری کی موانست نے جو خلق سے عزلت گزینی کے زمانہ مین مخدوم کو حاصل تھی مخدوم پر گہرا اثر کیا تھا - جنگل کی ایک ایک بوٹی - پہاڑ کی ایک ایک چٹان - ریگستان کا ایک ایک سنگریزہ - بیابان کا ایک ایک چپہ - دریا و سمندر کا ایک ایک قطرہ - حیوانون کا ایک ایک خاندان - افلاکیون کا ایک ایک طبقہ وحدانیت خدا کا کھلا راز تھا جو مخدوم کے سیر الے اللہ سے سیر فی اللہ مین اسم اعظم کا کام کر گیا اور آپ کے واسطے خزاین عین الیقین و حق الیقین کے کھلنے کے لئے سمسم بن گیا - **فنا فی اللہ** اور **بقا باللہ** اسی کھلے راز سے سربستہ تھے - جون ہی مخدوم پر یہ راز منکشف ہوا - بس ان دونون کی ماہیت او رحقیقت بھی روز روشن کی طرح کھل گئی - اور پھر "اَنَا مَنْ اَهْوٰی، وَمَنْ اَهْوٰی اَنَا" کے صیغے گرد ابنے جانے لگے - فطرت کی ضخیم کتاب مخدوم کی نظرون مین **ملحقات کتاب اللہ** دیکھائی دی - آپ اسکے مطالعہ سے پکے مسلمان اور سچے عبد اللہ بن گئے - اگرچہ

اسمین آپ کو جنگل جنگل کی پتیان چننی پڑین - بن بن کی خاک - اوڑانی پڑی - دریا و سمندر کا پانی ناپنا پڑا - پہاڑی چٹان کی ٹھوکرین کھانا ہوئین - دنکو صحرا گردی اور رات کو اختر شماری کی نوبت آئی - لیکن اسی کے ساتھ جمال یار کی ضو آنے لگی - اور یہی ہونا تھا کیونکہ - **بیت** چو آدم را فرستادیم بیرون ٭ جمال خویش در صحرا نہادیم ٭ خود بینی و خود دانی کو خیرباد کہنا پڑا - تن من کی خبر نرہی - وصال کی تمنا نے پائے طلب مین پر پرواز لگا دئے - ایک پگ ڈنڈی پر ہو لئے - اور جی توڑ کر لمبے لمبے قدم اوٹھانے لگے - سیکڑون گھاٹیون کو طے کرتا ہوا وہ اپنی دھن کا پکا اپنے شاہد مقصود تک جا پہونچا اور عروس مراد سے ہمکنار ہوا - پھر کیا تھا - **بیت** تو من شدی من تو شدم تو جان شدی من تن شدم ٭ تا کس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری ٭ حق بھی یہی ہے کہ جب تک یہ باتین نہین ہوتین کچھ بھی نہین ہوتا - حضرت مخدوم احمد چرمپوش بہاری رحمہ اللہ نے کیا خوب کہا ہے - **ابیات**

تو انگہ دوست حق گردی کہ از خود جملہ برگردی ٭ تو انگہ روے حق بینی چو از خود روے پیچانی

چو خود را جملہ در بازی بقا اندر بقا یابی ٭ شوی زندہ باو دائم چو از خود رو بگردانی

تو انگہ رو بگردانی کہ از خود روے برتابی ٭ تو انگہ جان جان یابی کہ از خود داد بستانی

بکوی عشق جان و دل بازی پس انگہ در رسی آنجا ٭ وگرنہ تو کجا دانی کمال عشق سبحانی

مرو سرگشتہ بر جاے - فدا کن جان و دل بر وے ٭ چہ خوش باشی درین گلشن چو مرغان گلستانی

ہمے ہمت کم ترا بر خود بجان گیرد ٭ بمیدان رسی کانجا دو دست از بلا فشانی

براے کعبۂ وحدت بسر پیماے منزل را ॥ کہ قطع راہ بس مشکل بدین رفتار نتوانی
مشو در بند خودبینی کہ خودبینی ست کژبینی ॥ مشو در راہ انبازی کہ انبازیست نقصانی
علم بالاے گردون زن چو مرغ روح ہر ساعت ॥ کہ چون از دام تن رستی شدی تو مرغ روحانی
بمیدانے رسی کانجا سران را گوے بر گردد ॥ نہ پایانے درو بینی۔ نہ درد زخم چوگانی
تجلاے رخش انجا جمال از پردہ بنماید ॥ شود ذات تو مستغرق بنور ذات نورانی
محیط قاف جان گردی درین دریاے بے پایان ॥ شوی از چشم ناپیدا چو سیمرغ بیابانی
فضاے کبریائی در کنی پرواز ہر ساعت ॥ جمالِ حق عیان بینی دران روضات روحانی
سلام اندر سلام آید کلام اندر کلام آید ॥ عیان اندر عیان بینی ہمہ اسرار پنہانی
نہ آنجا درد و نے درمان۔ نہ انجا ملک و نے فرمان ॥ نہ آنجا نقد و نے وجدان۔ نہ آنجا رنج و آسانی
نشانت بے نشان گردد۔ فنا اندر فنا گردد ॥ نماند ذرۂ در تو۔ رسی در وے بآسانی
بملک لم یزل بینی جمالِ بادشاہی را ॥ کہ باشد کمترین ملکش ہمہ ملک سلیمانی
بچاوشی نمی شاید ملائک اندران ساعت ॥ بدربانی نمی زیبد ترا طاؤس ربانی
ہمہ ہستی عدم بینی بتہ نور قدم بینی ॥ نہ تن آنجا نہ دم بینی۔ رہی از صورت فانی"

مخدوم کا حلیہ۔ لباس۔ تشرع واتباع سنت۔ اخلاق اوصاف۔ خصوصیات۔

مخدوم کا حلیہ

صاحبِ مونس القلوب کا بیان ہے کہ مخدوم سفید رنگ

ومیانہ قد تھے۔ اس اتنی بات کے سوا اور کچھ پتا آپ کے حلیہ کی نسبت نہین چلتا۔ یہ ہوسکتا ہے
کہ آپ کے جانشینون اور اہل خاندان کے پاس مخدوم کا پورا حلیہ موجود ہو۔ مگر مین نہایت
افسوس کے ساتھ بیان کرتا ہون کہ بار بار استفسار کرنے پر بھی کسی صاحب نے مجکو
اوسکا پورا پتا نہ دیا کہ مین اوسکے اندراج کو باعث تزئین رسالہ ہذا بناتا۔

لباس

مخدوم کے **لباس و پوشش** کی نسبت بھی مین نے کوئی کوشش
دریافت کی اوٹھا نہ رکھی مگر اسمین بھی ہمان آش در کاسہ کا مضمون پیش آیا صرف
اون تبرکات سے جو آپ کی درگاہ مین رکھے ہوئے ہین یہ بات منکشف ہوتی ہے کہ آپ
تہہ بند۔ مرزائی۔ کرتہ۔ چادر۔ اور عمامہ استعمال کرتے تھے۔ کپڑون کا رنگ صندلی
ہے۔ اسلئے مین کہہ سکتا ہون کہ آپ کا لباس غالبًا صندلی رنگ کا ہوتا تھا۔

تشرع و اتباع سنت

مخدوم **اوّل درجہ کے متشرع** تھے۔ کسی حالت مین آپ کا قدم
جادۂ شریعت سے نہ ڈگا۔ اور اسمین آپ کو نہایت غلو تھا۔ مرض موت تک مین اسکا
خیال نہ چھوٹا۔ وصال کے دن عصر کے وقت مخدوم وضو کرنے لگے اتفاقًا مُنہ کا دھونا
بھول گئے۔ آپ کے بھائی شیخ **خلیل الدین** نے ٹوکا آپ نے سر نو سے پھر وضو
کیا۔ آپ فرماتے ہین کہ "با شرع ہوشیار باش و با خدا دیوانہ۔ با عشق آشنا باش و
با عقل بیگانہ"۔ پھر دوسری جگہ فرماتے ہین کہ "بہر مقامے کہ برسی و بہر مرتبہ کہ برآئی باید
کہ مقلد شرع باشی"۔ **معدن المعانی** کے باب یازدہم مین فرماتے ہین:۔
"پس معلوم شد کہ سلامتی دران ست کہ مومن بر حدِ علم شرع بایستد۔ نہ سر مو پیش شود نہ پس آید"

اون ریاضات ومجاہدات کو جو نامشروع طریقہ سے کئے جاتے ہین باوجود اسکے کہ آپ ہضم نفس کی برابر تاکید فرماتے تھے۔ جائز نہین رکھتے تھے۔ چنانچہ مکتوبات صدی کے مکتوب پنجاہ وہشتم مین فرماتے ہین:" اگر کسے سر سوزنے بعضوے از اعضاے خویش فرو برد و بگوید کہ من نفس را قہر می کنم در درگاہ خداے عزوجل عاصی باشد بیشتر جہال را این غلط افتادہ است وحمق خویش این را کارے پندارند۔ زینہار از حد شرع وعلم تجاوز مکن"۔

آپ کا قول تھا کہ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ حقیقت ہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ شریعت۔ جیسا کہ بے محمد رسول اللہ کہے صرف لا الہ الا اللہ کہنے سے کوئی شخص مسلمان نہین ہوسکتا اوسیطرح بے شریعت کے ہرگز دین اسلام حاصل نہین ہوتا۔ آپ کا قول ہے کہ "جب تک علم وعمل باقی ہین تکلیفات شرعی باقی ہین جو کوئی اسکا منکر ہو وہ باجماع مشائخ وباتفاق علماے دین اسلام سے باہر ہے"۔ سچ ہے ہر شخص کا کلام اوسکے حال وخیال کے مطابق ہوتا ہے۔ کُلُّ اِنَاءٍ یَتَرَشَّحُ بِمَا فِیْہِ۔ افسوس! اب ایسے لوگ کہان ؎ حریفان بادہ ہا خوردند ورفتند ٭ تہی خمخانہ ہا کردند ورفتند ٭

اتباع سنت

اتباع سنت کہ آپ از بس دلدادہ وشیدا تھے۔ خوان پر نعمت

کی مجلس سوم مین فرماتے ہین۔" اما مشائخ کہ میگزارند (سنت نماز معکوس) براے آن میگزارند تا متابعت بکمال آید قولاً وفعلاً۔ تا وعدہ کہ در متابعت ہست دران وعدہ در آیند۔ بر امید آن وعدہ

بد انچہ رسول علیہ السلام آتی شدہ اند قولاً و فعلاً بقدر امکان آتی می شوند۔ حاضر
پرسید آن وعدہ چیست۔ فرمود قال اللہ تعالیٰ۔ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللہَ
فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللہُ۔ مقصود و مطلوب ایشان محبت حق ست و آن بربستہ
متابعت وے آمدہ ست"۔ پھر **تحفۂ غیبی** میں آپ سے مروی ہے کہ:۔

"متابعت اقوال حضرت رسالت پناہ شریعت ست و متابعت افعال وے طریقت ست
و متابعت احوال وے حقیقت ست۔ پس ہر کرا این ہر سہ متابعت بکمال شد او در تحت
این وعدہ بکمال درآمد کہ حق سبحانہ تعالے در کلام مجید یاد کردہ ست۔ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ
اللہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللہُ ...... پس ہر کہ متابعت اقوال او
کرد شریعت درست کرد۔ و ہر کہ متابعت افعال او کرد طریقت درست کرد۔ و ہر کہ متابعت
احوال او کرد حقیقت درست کرد"

حق یہہ ہے کہ سنت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی آپ کی عادت ہوگئی
تھی۔ مزاولت کی وجہ سے بے تکلف و بے تصنع امور مشروع و مسنون آپ سے
صادر ہوتے تھے اور آپ اخلاق نبوی صلعم کی مجسم تصویر تھے۔

بدعت سے نفور

بدعت سے مخدوم کلیتاً نفور تھے **خوان پر نعمت** کی مجلس سوم میں
آپ سے مروی ہے کہ:۔ "این دارم کہ جائیکہ سنت و بدعت پیش می آید ترک سنت اولے
ست از اتیان بدعت۔ کہ باتیان سنت اتیان بدعت ست"

اخلاق و اوصاف

مخدوم بہت بڑے درجہ کے رحیم۔ حلیم۔ پردہ پوش۔ فیاض۔ باذل۔

راست گو۔ مرتاض۔ متقی۔ عابد۔ زاہد۔ متواضع۔ منکسر۔ ہمدرد خلق اللہ تھے۔ آپ کو ہرگز انانیت چھو نہ گئی تھی۔ اپنے کو سبھون سے چھوٹا سمجھنا۔ اپنے قصور طاعت پر رونا۔ آپکی عادت مین داخل ہوگیا تھا۔ صاحب **مونس القلوب** راوی ہین کہ ایک بار آپ نے **سید جلال بخاری** کی خدمت مین ایک کفش بھیجی۔ اس سے آپ کا مطلب یہ تھا کہ مین آپ کا کفش پا ہون۔ اللہ ری انکساری! ۔ مگر بڑون کی بڑی بات ۔ ہان ان بزرگون مین نفسانیت تو تھی نہین۔ سید نے اسکے عوض مین اپنی دستار بھیجدی۔ اس سے یہ مطلب تھا کہ آپ نے جو خیال فرمایا ہے وہ صرف آپکا انکسار ہے۔ حق یہ ہے کہ آپ میرے سرتاج ہین۔ صدقے اس صفائی قلب و نیک باطنی کے! سچ ہے جب ایسے تھے تب ویسے تھے!

عزیزو اقربا کے ساتھ برتاو

اپنے **اعزہ** اور **اقربا** کے ساتھ بھی فیاضانہ برتاو تھا۔ صلۂ رحم کا رشتہ کبھی ہاتھ سے نچھوٹا۔ ماں بھائی۔ اور دوسرے اعزہ و اقربا کے جو جو حقوق تھے تا حد بشری برابر ادا کئے۔ دیکھو **شیخ مغربی** کو جو مکتوب آپ نے لکھا ہے اومین فرماتے ہین کہ "ماں کے حقوق مجبور کئے ہوئے ہین ورنہ مین نے ہند کبکا چھوڑا ہوتا" آپ کے بھائی اور اونکے عیال برابر آپ ہی کے یہان پلے۔ بھتیجی اور پوتی کو بیٹیونکی طرح پالا۔ جنکے جتنے حقوق تھے اونکے ایفا مین ہرگز تساہل نہ فرمائی۔

پردہ پوشی

آپ کی **پردہ پوشی** کی ایک نقل **مناقب الاصفیا** مین ہے کہ ایک روز ایک شخص امامت کے لئے آگے بڑھا۔ لوگون نے مخدوم سے کہا

کہ یہ شراب خوار ہے اسکی اقتدا نفرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ ہر وقت نہین پیتا۔ لوگون نے کہا کہ ہر وقت پیتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ماہ رمضان مین نہین پیتا ہوگا اور اوسکی اقتدا کرلی۔ واہ رے پردہ پوشی اور حسن ظن!۔

دوسرونکی نسبت حسن ظن

آپ دوسرون کے بارہ مین ہرگز **گمان بد** نہ رکھتے تھے۔ اور حسن ظن سے کام لیتے تھے۔ ایک بار شیخ **نظام الدین** نے مخدوم سے عرض کیا کہ حضرت **نظام الدین اولیا** رح کے ملفوظ مین ہے کہ رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم اپنی انگوٹھی گھما رہے تھے تو البتہ اوس مشغولی مین خدا سے غفلت ہوگئی تھی اسپر فرمان حق پہونچا کہ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا الخ مخدوم نے فرمایا کہ ایسے بزرگ سے اسطور پر نہوگا۔ کاتب کی غلطی ہوگی۔ پیمبرون سے غفلت جائز نہین۔ یہہ لوگ پلک جھپکنے بھر بھی خدا سے غافل نہین ہوتے۔ لوگ ملفوظ مخدوم کی خدمت مین لے آئے۔ مخدوم نے فرمایا سہو کاتب ہے۔ اسکو درست کرلو۔ اور اپنے ہاتھ سے اوسکو حک فرمایا اور درست کردیا۔

طمع و خودغرضی چھو نہ گئی تھی

آپ کو **طمع** اور **خود غرضی** چھو نہ گئی تھی۔ ایک ملفوظ مین آپ لکھتے ہین۔

ابیات من پاکباز عشقم تخم غرض نکارم + پشت و پناہ فقرم پشت طمع نخارم +
نہ بند خلق باشم نہ از کسے ہراسم + مرغ گشادہ بالم برگ قفس ندارم +

حق یہہ ہے کہ یہہ بیتین مخدوم ہی کے منہ پر زیبا تھین۔ جس پہلو سے دیکھو۔ دنیاوی ہو یا دینی۔ پوری آپ ہی پر جچتی ہین۔

آپکا بذل وسخا

آپ کے بذل وسخا کا حال نہ پوچھو۔ روز روشن کے مانند نمایان تھا۔ آپ کا سارا مال ومتاع فقرا و مساکین کا حصہ تھا۔ یہانتک کہ جسوقت آپ نے جاگیر شاہی کو ترک کیا اور فیروز شاہ نے نقد آپ کے اخراجات کو دیئے تو آپ نے دربار سے نکلتے ہی سب مساکین کو تقسیم کر دیا۔ دوسرون کو فیض پہونچانے مین آپ کبھی پہلوتہی نفرماتے۔ جسکی جو ضرورت ہوتی حتے الامکان آپ اوسکے رفع کرنے مین ہرگز دریغ نفرماتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے کہ "کار برادر مسلمان برآوردن بزرگ کاریست"۔

آپ حاضر وغائب کا یکسان خیال رکھتے تھے۔ مدح وذم خلائق کی پروا نکرتے

آپ کی نظرون مین حاضر وغائب سب یکسان تھے۔ آپ کو مدح وذم خلائق کا کوئی خیال نہوتا تھا۔ بیت۔ صاحب نظر نباشد دربند نیکنامی ؛ خاصان چہ باک دارند از گفت وگوے عامی ؛ بیت گرفتار کمند خوبرویان ؛ نہ از مدحت خبر دارد نہ از ذم ؛ مکتوبات بست وهشت کے مکتوب بست ونہم مین آپ لکھتے ہین "اہل معرفت را از مدح وذم وقدح خلق چہ زیان کہ نزدیک ایشان مدح وقدح خلق ہر دو یکیست نہ ممدوح خلق ممدوح ہست۔ ونہ مذموم خلق مذموم ہست۔ ممدوح حق ممدوح ہست۔ ومذموم حق مذموم ہست"۔

التعظیم لامر اللہ والشفقۃ علی خلق اللہ پر آپکا عمل

آپ اَلتَّعْظِیْمُ لِاَمْرِ اللّٰہِ اور اَلشَّفَقَۃُ عَلٰی خَلْقِ اللّٰہِ کے جامع تھے آپ کی پوری زندگی اس جامعیت کی شاہد ہے اور گویا ان دونون باتون کی عملی تفسیر

دنیا کو آپ مزرعِ آخرت سمجھتے تھے۔ **مکتوبات وصدی** کے مکتوب ہفتاد و دو میں فرماتے ہین۔ "اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ۔ بقدر امکان درکار باید بود۔ واز دست وزبانِ خود، واز قلم وکاغذ خود واز نقد وجنس خود راحتے بدے میرسان این کار مرا کارے بزرگ میدان"۔ پھر **فوائد رکنی** مین تحریر فرماتے ہین:- "این جہان فریبندہ سراسر ہمہ عیب است۔ اما ہنرش آن ہست کہ مزرع آخرت است۔ کہ در وتخم توان افگند کہ ریع آن در آخرت مہیا می باشد"۔ سچ ہے۔ **بیت**

ترا در بوتہ گل بہر آن داد ندایں مہلت ؞ کہ سیم ناقص خود را کنی کامل عیار اینجا

مخدوم ہرگز **کسیکی دلشکنی** جائز نہ رکھتے تھے۔ اسکا یہانتک خیال تھا کہ اگر نفل کا روزہ رکھے ہوتے اور کوئی شخص بطوع خاطر آپ کی دعوت کرتا تو آپ فوراً افطار کر دیتے۔ آپ کا قول تھا کہ روزۂ نفل کی قضا ہے لیکن شکستگیِ دل کی قضا نہین۔

آپ نہایت **بلند ہمت** تھے اپنے نقد وحاصل پر کبھی غرہ نہ کیا مخدوم کی تمام تحریرونکو دیکھ جاؤ کہین نہ پاؤگے کہ آپنے یہ کہا ہو کہ مجھے یہ بات حاصل ہے یا وہ۔ اسمین آپ کی روش میرے خیال مین سارے بزرگون سے الگ تھی یہانتک کہ اگر اپنے کسی معاملہ کے اعادہ کی ضرورت بھی پڑجاتی تھی تو یہہ کہکر کہ۔ "درویشے را چنین معاملہ شد۔ یا درویشے چنین دید۔ برا مقصد کر لیتے ہین۔ اور اگر کسی نے آپ کی بابت سے سوال بھی کیا تو "شرف الدین ہیچ نشد" کہکر ٹالجاتے تھے۔

دنیا کو آپ مزرع آخرت سمجھتے تھے

کسیکی دلشکنی آپ روا نہ رکھتے تھے

آپ کی بلند ہمتی

مکتوبات صدی کے مکتوبات سی و ہشتم مین فرماتے ہین "ہر کہ خود را چیزے دید یا چیزے دانست خود بین بود نہ خدا بین" سچ ہے۔ **بیت**

از یک قدم ز ہر دو جہان پاک بگزرند ✿ مردان براورند بہمت چو گام عشق ✿

آپ کی آنکھ ہمیشہ نایافتہ پر لگی رہتی تھی۔ کیونکہ یافتہ آپ کو ادنےٰ شئے دکھائی دیتی تھی۔ اور وسعتِ حوصلہ و بلندی ہمت کی وجہ سے ہر دم و ہر آن اعلیٰ ترین پیش نظر رہتا تھا۔ دوسرون پر بھی اسی وسعت حوصلہ و بلندی ہمت کی فرمائش تھی۔ دیکھو مولٰنا **مظفر بلخی** کو لکھتے ہین:۔ "فی المثل اگر ہر دو عالم را بر در تو آرند و گویند تراست ہر تصرف کہ خواہی بکن۔ ہوشیار باش ازانچہ **فوق الدنیا والآخرۃ** ہست محجوب نگردد۔ قطع طریق نشود۔ ہمان گو کہ عارفان گفتہ اند **بیت**

دنیاست بلاخانہ و عقبےٰ ہوس آباد ✿ ما حاصل این ہر دو بیک جو نستانیم" ✿ ✿

پھر دوسری جگہ فرماتے ہین:۔ "ہر آئینہ چون حوصلہ وسیع بود در وہمہ بگنجد و اگر تنگ بود نہ گنجد برون افتد۔ این نکتہ درین باب (اے طلب) اصلی قویست"

کشف و کرامت کو مخدوم راہ سلوک کے امتحانات مین سے تصور کرتے اور اُنسے نہایت احتراز کرتے ہین۔ دوسرون پر بھی اسیکی تاکید رہتی تھی۔ چنانچہ مولٰنا **مظفر بلخی** کو لکھتے ہین:۔ "از روندۂ این راہ را انواع امتحانات بود آنرا کشف و کرامت گویند۔ زنہار۔ آن ہمہ بت و زنار ہمت خود شمر۔ **وما زاغ البصر وما طغیٰ**۔ فراموش نکند"۔ بیشک سچ تو یہ ہے کہ **اشعار**

کشف و کرامت کو راہ سلوک کے امتحانات تصور کرتے تھے

جذبۂ عشق بدانگونہ گرفتش دامن ۔۔۔ کہ دلش خاص پئے یاد حق آمد مسکن
ما سوے اللہ کہ از خاطر او محو شدہ ۔۔۔ چاشنی گیر ہم از سکر ہم از صحو شدہ
پیش او آخرت و جملہ نعیمش معدوم ۔۔۔ حال دنیا و نعیمہاش ازین کن معلوم
خواہش خلد برین را بدلش راہ نبود ۔۔۔ ہیچ مقصود دل و جانش جز اللہ نبود
بود بیزار ہم از منزلت دنیاوی ۔۔۔ فارغ از وسوسہ و مصلحت دنیاوی
گرچہ میداشت بخود جملہ خوارق حاصل ۔۔۔ داشت از کشف و کرامات تبرّے در دل
اہل تسکینش در احوال طریقت خوانند ۔۔۔ مرجع اہل دل و اہل یقینش دانند

مخدوم اپنے حال پر ہر وقت روتے رہتے۔

مخدوم کو ہر وقت **اپنی حالت کا رونا تھا**۔ آپ کی کوئی تحریر شاید مشکل سے نکل سکتی ہے جسمین اپنا نوحہ نہ ہو۔ باوجود اوس ریاضت و نفس کشی کے جسمین ہر وقت و ہر آن اوسی **واحد لاشریک لہ** سے لو لگی تھی۔ اور اوسکے حبیب (روحی فداہ) کی آتش عشق مین بھن رہے تھے۔ مخدوم کا یہہ کلام کہ ”ہمہ در تلبیس شیطان ماندہ ام۔ نہ از خود خبرے۔ نہ از اسلام اثرے“ کس پایہ کی خبر دیتا ہے۔ یہہ ظرف تھا تب سمندر کے سمندر کی سمائی ہوتی تھی۔

مخدوم کا تواضع

تواضع کا آپ کے یہہ حال تھا کہ آپ کو ہرگز کسی سے عذر تقصیر کرنے مین باک نہ تھا۔ صاحب **مونس القلوب** لکھتے ہین کہ ایک دن مخدوم پر کیفیت طاری تھی اور آپ حجرہ مین تھے۔ اور آپ کا معمول تھا کہ جب کبھی ایسی حالت ہوتی تو آپ حجرہ مین چلے جایا کرتے۔ اور دروازے بند کر لیتے تھے۔ کسیکو اوسوقت

بار نہوتا۔ اوس روز اتفاقاً **قاضی شمس الدین دمشقی** آئے اور حجرہ کھولکر اندر چلے گئے۔ اگرچہ **میان چوطھائی** دروازہ پر موجود تھے مگر وقت کی بات کہ وہ منع نکر سکے۔ مخدوم اپنی حالت سے گزرے ہوئے تھے۔ قاضی صاحب کی تعظیم جیسی کہ کرتے تھے شاید نہ کی۔ قاضی صاحب نے پوچھا کہ شیخ کیا ہے؟۔ مخدوم نے جواب دیا کہ "صوفی وہ ہے کہ نود و ۹۹ نہ صفات باری تعالےٰ سے متصف ہو۔ اور شیخ اس سے بھی بالاتر ہے"۔ قاضی صاحب یہہ سنکر فوراً لوٹ گئے۔ جب مخدوم اپنی حالت مین آئے تو آپ نے **میان چوطھائی** سے پوچھا کہ "میرے حجرہ مین کوئی آیا تو نہ تھا اور میری زبان سے کوئی بات نکلی تو نہ تھی؟"۔ **میان چوطھائی** نے جو باتین سُنی تھین اونکا اعادہ کیا۔ مخدوم سُنکر فوراً قاضی صاحب کے پاس پہونچے اور کہا کہ اس سن مین بوجہ غلبۂ پیری مجھکو کبھی کبھی بیخبری سی ہوجایا کرتی ہے۔ اور مجھکو شعور نہین ہوتا کہ کیا کہہ رہا ہون۔ اگر مین آپ کی حضور مین کچھہ باتین گستاخانہ بول گیا ہون تو معاف فرمائیے مین اون سے استغفار کرتا ہون اور سر نو سے ایمان لاتا ہون اور یہہ پڑھتا ہون کہ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ بالجملہ بہت دیر تک معذرت کرتے رہے۔ اور جب معافی لے لی تب پلٹے۔

آپکا رحم — آپ مرحلہ بھی پرلے درجہ کے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا آپ رحم کے لئے بنے تھے اور رحم آپ کیلئے۔ کسیکو ذرا ٹھیس لگی اور یہان دل بھر آیا۔

کوئی درماندہ ہوا اور یہاں طبیعت بےچین ہوگئی۔ ادھر کسی کا جام عمر لبریز ہوا اور یہاں دعاء مغفرت کیلئے ہاتھ اوٹھا۔ غرض سراپا رحم ہی رحم تھے۔

حق کہنے یا لکھنے میں مخدوم ہرگز نہ ڈرتے تھے۔ مگر اس خوبی سے کہجاتے اور لکھ جاتے تھے کہ ہرگز وہ ہر آئینہ گران نہیں گذرتا تھا۔ ابنائے سلف کی حکایتوں کا وہ چٹخارا ہوتا تھا کہ آپ کی نصیحتیں حلوائے بے دود کے مانند مخاطب کے حلق میں فرو ہو جاتیں اور ہرگز ناگوار نہیں معلوم ہوتی تھیں۔ مکتوبات دوصدی کے مکتوب نود و پنجم ۹۵ کو دیکھو۔ یہ مکتوب سلطان الشرق فیروزشاہ کو خواجہ عابد ظفرآبادی کے تلف مال پر لکھا گیا ہے۔ اسمین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی چند حکایتوں اور احادیث کو جو ظالموں اور مظلوموں کے متعلق ہیں بیان فرماکر لکھتے ہیں:۔ "بحمداللہ کہ امروز آن ذات معظم و مکرم ست کہ پناہ مظلومان و درماندگان ست و عدل و انصاف ازان درگاہ در عالم پیدا آمدہ ست۔ و بدین سعادت رسیدہ کہ پیغامبر علیہ السلام فرمودہ ست عدل یک ساعت بہتر از شصت سال عبادت۔" ساری تحریرین اسی قسم کے طرز ادا سے بھری پڑی ہیں۔ مکتوبات صدی کے مکتوب پنجاہ و ہشتم میں لکھتے ہیں "اے برادر حیات پیشینیان بدین بود و حیات ما بلعب و لہو ست۔ فردائے قیامت ہر موے ازان صدیقان بہزار عالم برآید و صد ہزار چون ما بیک برگ کاہی برنیاید۔ ہمہ بیداران ماتم دین ما میدارند۔ و ما را این ہمہ گرفتہ کہ چہ خوریم و چہ پوشیم۔" اس طرز میں آپ

حق کہنے یا لکھنے میں آپ ہرگز نہ ڈرتے تھے۔

قدم بقدم سعدیؒ کے تھے۔ سعدیؒ نے جو قصائد بادشاہون کے نام سے
لکھے ہین وہ گویا نصائح و پند کے عملنامے ہین۔ جن مین مثالون اور استعارون
نے بلا کی شیرینی کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے۔ یہی حالت مخدوم کے کلام کی بھی ہے
ابنائے سلف۔ بزرگان دین پیشوایان مذہب کی حکایتون اور اقوال کو بیان کرکے
عبرت دلانا اور نصیحت کی تلخی اور ناگواری کو شیرینی اور خوشگواری سے بدل دینا
آپ ہی کا حق ہے۔

آپ رسم و عادت کے پابند نہ تھے

آپ ہرگز **رسم و عادت** کے پابند نہ تھے۔ کیونکہ عادت پرستی
بت پرستی ہے۔ بت رسم کو توڑنا اور زنار عادت کو کاٹنا تو آپ کی زندگی
کی ادنے غرض تھی۔

اسرار توحید خواص و علم حقیقت نے ہند مین آپ سے ظہور پایا

اسرار توحید خواص و علم حقیقت نے ہندوستان مین آپ
کی ذات سے ظہور پایا۔ موحدون اور اہل حقیقت مثلاً۔ امام احمد غزالی۔ امام
محمد غزالی۔ عین القضاۃ ہمدانی۔ ابن عربی۔ خواجہ فریدالدین عطار۔
شیخ عراقی۔ مولانائے روم وغیرہم کے کلمات آپ ہی نے ھند مین پھیلائے۔
مخدوم کے قبل اول تو ان لوگون کے کلام کو کوئی پڑھتا ہی نہ تھا اور اگر پڑھتا بھی تھا تو
انکے مقصد کو نہین سمجھتا تھا۔ سابق مشائخان ہند کے ملفوظات مین انکے کلمات بہت کم
ہین۔ بلکہ بعضون نے تو ان پر بطور طعن کچھ کہا بھی ہے۔ چنانچہ صاحب **مناقب الاصفیا**
لکھتے ہین کہ سراج العارفین بلفوظات حضرت **نظام الدین اولیا** بین **عین القضاۃ** ہمدانی

کی نسبت منقول ہے کہ:۔ "عین القضاۃ قاضی بچہ ہمدان بود۔ در وفور علم او جہی توان گفت علم ہنوزش بود فاما در بست سالگی درویشی از کجا آید۔ در مکتوبات او کہ از سر حال نوشتہ ست۔ لطائف بسیار ست۔ و عین القضاۃ عارف بود۔ فاما چون کودک بود وقت ہستی او ہنوز بمحل فنا نرسیدہ بود۔ در کتب خود خود را ستودہ ست و جا بجا سخن از حد شرع بیرون نشاندہ ست"۔

مخدوم **عین القضاۃ** کی نسبت **معدن المعانی** مین یون فرماتے ہین:۔" او را (یعنی عین القضاۃ را) ہم در صغر حال حق تعالےٰ چندان معانی بخشیدہ و ہرچہ در مکتوبات خود نبشتہ است آن جملہ از حال بمشاہدۂ خود نبشتہ ست و از ذوق یافت خویش خبر دادہ .... اگرچہ ہر کسے در علم معرفت چیزے چیزے نبشتہ اند سا آ چنانکہ عین القضاۃ نبشتہ ست بر قانون و بر مقتضای تمہیدات اصول دین کم کسے نبشتہ ست و مشکلات بسیار از ان حل می شود۔ اما دریافت و ادراک مفہومات و کلمات او را اطلاع بر اصول و قانون این طائفہ باید کہ بود۔ و اگر نہ بر قواعد دین بعضے کلمات او را تقریر نتوان کرد"۔

رعایت حقوق کا خیال

رعایت حقوق کا مخدوم کو از بس خیال تھا۔ اور آپ نے اپنے سلوک کی زندگی کے ہر طبقہ مین اسکا عملی ثبوت دیا ہے۔ دوسرون سے بھی اسکی استدعا تھی **مکتوبات بست و ہشت** کے مکتوب پانزدہم مین لکھتے ہین:۔" رعایت حقوق بر قدر امکان شرط ست تا سلامت بگزری۔ تا در طور عقل ست۔ راست رفتن ست و راست گفتن۔ و در راست رفتن بے شبہہ مزید بود و نہ نقصان۔ نہ بینی کہ ہر کہ راست می رود منزل می رسد۔ از ینجاست کہ گفت **قطعہ** ہر کہ در راہ محمد رہ نیافت ؛ تا ابد گردی ازین درگہ نیافت ؛ دولت اینجا

جو ودین اینجا طلب ٭ مرجع اہل یقین اینجا طلب ٭ اے برادر آنچہ از بعضے منقول ہست
کہ از سکر و غلبہ چیزے افتادہ است ۔ ایشان دران معذور اند ٭ اما پسندیدہ روش
این طائفہ آنست کہ میگوید اَلْاِسْتِقَامَۃُ عَلَی الشَّرِیْعَۃِ مَعَ کِتْمَانِ
سِرِّ التَّوْحِیْدِ وَمَا لَا یَحِلُّ کَشْفُہٗ ۔ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ
فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ ۔ مؤید این حروف ہست ۔ درین معنی عزیزے میگوید مثنویٰ
او دلیل تو بس تو راہ مجوے ٭ او زبان تو بس تو یاوہ مگوے ٭ ہرچہ او گفت راز مطلق دان ٭
ہرچہ او کرد کردۂ حق دان ٭ خاک او باش و بادشاہی کن ٭ آنِ او باش و ہرچہ خواہی کن ٭
ہر کہ چون خاک نیست بر در او ٭ گر فرشتہ ہست خاک بر سر او ٭ اینجا معلوم می شود کہ بعضے نااہل
و فضول بگمان فاسد و بہوا و جہل خود در راہ محمد نمیروند ۔ لاجرم از حدیث بوئے نصیب ایشان
نیست ۔ رفتن بے راہبر محالست ۔ ازینجا گفتہ اند ۔ رباعی ۔ کور ہرگز کے تواند رفت راہ ٭
بے عصاکش کور را رفتن خطاست ٭ راہ دور ست و پر آفت اے پسر ٭ راہ روزا می بایدا ہم

خلق اللہ کے ساتھ آپکی ہمدردی

مخدوم کو مختلف قسم کے لوگون سے سابقہ پڑتا تھا ۔ ہمدردی ورحم وشفقت جو وہ اونکے ساتھ برتتے تھے اظہر من الشمس ہے ۔ مخدوم کی زندگی کے تمامی حصے ہندوستان ہی مین بسر ہوئے ۔ اور اسلئے اونکو یہانکی مختلف قومون اور جداگانہ معاشرت کے مختلف طبقون سے جو اونکے یہان آیا جایا کرتے تھے ملنا ہوتا تھا ۔ کیونکہ فقرا کی حالت اور وہ بھی ایسونکی جو رہنمائی و ہدایت کی مسند پر بیٹھے ہون امرا جیسی نہین ہوتی ۔ انکے مسکن سب کے ملجا و ماوے ہوتے ہین ۔ امرا و غربا

صحیح و مریض - مرد و عورت - جوان و مسن - لڑکا اور لڑکی - طالب دنیا و طالب عقبے - جاہل و عالم - راجا اور پرجا - یہود و نصارے - ہندو اور مسلمان - غرض سبھونکا مجمع رہتا ہے - مخدوم کی ہمدردی سب پر عام تھی - آجکل کے اونکے کمال والے بھی جہان پر حقارت و نفرت کی نگاہ ڈالتے ہین وہان بھی وہ رحم و ہمدردی ہی سے کام لیتے تھے - وہ انسان کو پہچانتے تھے کیونکہ اونکی شفقت سب پر عام تھی - اور شفقت ہی ایک کنجی ہے جو انسان کے خزانۂ دل کو ہر جگہ کھول دیتی ہے -

مخدوم کا شجرۂ بیعت و خاندان طریقت

مخدوم کا شجرۂ بیعت و خاندانِ طریقت

مخدوم کو چونکہ حضرت **نجیب الدین فردوسی** سے بیعت تھی اسلئے آپ کا خاندانِ طریقت **فردوسیہ** ہے - مگر تعلیم راہِ سلوک و معرفت کی چونکہ بلا وساطتِ پیر خاص حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ہوئی اسلئے آپ **اُویسی** ہین - اور اس سلئے یہ کہنا کہ آپ **اُویسی فردوسی** ہین بیجا نہو گا -

مخدوم کا شجرۂ بیعت یہ ہے :-

۱ - شیخ شرف الدین احمد بن یحیےٰ منیری بہاری -

۲ خواجہ نجیب الدین فردوسی -

۳ خواجہ رکن الدین فردوسی -

۴ خواجہ نجم الدین کبرےٰ

۵ خواجہ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی

۶ خواجہ وجیہ الدین ابو حفص

۷ خواجہ محمد بن عبد اللہ المعروف بعمویہ۔

۸ خواجہ احمد سیاہ دینوری۔

۹ خواجہ ممشاد علو دینوری۔

۱۰ خواجہ ابو القاسم جنید بغدادی

۱۱ خواجہ سری سقطی

۱۲ خواجہ معروف کرخی۔

۱۳ سیدنا امام علی رضا ع

۱۴ سیدنا امام موسیٰ کاظم ع

۱۵ سیدنا امام جعفر صادق ع

۱۶ سیدنا امام محمد باقر ع

۱۷ سیدنا امام زین العابدین ع

۱۸ سیدنا امام حسین ع

۱۹ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ

۲۰ حضرت سرور کائنات سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

مخدوم کے بعد آپ کے سجادہ پر حضرت مولٰنا مظفر بلخی بیٹھے۔ اور ان کے بعد حضرت حسین بلخی نوشۂ توحید جلوہ فرما ہوئے۔ اور ان ہی کے خاندان مین سلسلۂ خلافت ایک زمانہ تک قائم رہا۔

مخدوم کا مذہب و ملت

مخدوم کا مذہب و ملت

یہ کہنا کہ مخدوم حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ یا حنبلی تھے بہت مشکل ہے۔ جو شخص کہ علوم ظاہرہ و باطنیہ دونون کا عالم ہو۔ اوسکی نسبت ان امور مین کوئی راے قائم کرنی آسان نہین۔ اجتہاد ایک امر ظنی ہے۔ اور ارباب معرفت و مشائخ طریقت ظن و اجتہاد سے گزرے ہوئے ہوتے ہین اور ہر چیز کی معرفت کما ھُوَ اونکو حاصل ہوتی ہو پھر امور اجتہادی مین اونکی کیا روش ہوگی وہ ظاہر ہے۔ دیکھو کہین آپ آمین بالسر کہنے کو فرماتے ہین اور کہین قرأت فاتحہ خلف الامام کو ترجیح دیتے ہین۔ حق یہ ہے کہ مخدوم کا مذہب فقہاے اہل حدیث کا مذہب تھا جو تمام صوفیہ کرام مین اوسوقت شائع تھا اور جسکو خود مخدوم اپنی شرح آداب المریدین مین یون بیان فرماتے ہین۔ "مذہب این طائفہ آن ست کہ چون فقہا اندر چیزے اختلاف کنند آن قول کہ استوار تر ست ایشان گیرند چنانکہ اگر میان فقہا اندر جواز و فساد اختلاف بود ایشان جنبۂ فساد گیرند تا از عہدہ بیقین بیرون آیند و اگر اندر حلال و حرام چیزے اختلاف افتد جنبۂ حرام گیرند از بہر آنکہ اگر آن حلال بود

اجتناب از حلال زبان ندارد و اگر آن حرام بود ارتکاب حرام زیان دارد۔ پس احتیاط اندر ترک باشد۔ و احتیاط اندر باب دین گرفتن واجب ست۔ آنجا کہ مر احتیاط را وجہ ست۔ زیرا کہ محتاط ہموارہ با حق بماند و متوسع گاہ بحق افتد و گاہ بباطل۔ و دیگر معنی آنست ہر چیزے کہ فقہا را اندر و اختلاف باشد چون بدان گیری کہ احتیاط تر باشد و با جماع نزدیک تر باشد۔ بر تن دشوار تر و گران تر باشد و ہر طاعتے کہ بر تن دشوار تر آن فاضلتر۔ از بہر آنکہ سر ہمہ طاعتہا مخالفت نفس ست ...... صوفیان متفق شدہ اند با اصحاب حدیث و با فقہا در چیزیکہ ممکن بود۔ در معانی ایشان و رسمہاے ایشان چون آن معانی و آن رسوم ایشان از اتباع ہوا دور بود و با قتدا کردن صحابہ رضوان اللہ علیہم بر بستہ بود...... پس ہر کہ دزنگیر داز صوفیان علمے را یعنی از ان چیزہا کہ درگرفتہ اند اصحاب حدیث و فقہا بدان علم باز گردند سوے اصحاب حدیث و فقہا در حکمہاے شرع و حدہاے دین۔ پس اگر اجماع کردہ باشند اصحاب حدیث و فقہا پس صوفیان بر اجماع ایشان باشند۔ و چون اختلاف کردہ باشند اصحاب حدیث و فقہا پس بگیرند صوفیان احسن و اولے را۔ چنانکہ در مسئلہ مختلف فیہ بدانکہ بر فساد و عمل کردن بر آن کہ در ان نفس را نصیبے ہست ...... بنیت مذہب صوفیان طلب کردن تاویلات و ارتکاب شہوات در معاملات خود۔ یعنی بر ظاہر نصوص روند و طلب تاویل نکنند کہ در ان حظ نفس ست و شہوات در خصت“۔

اگر اہل سنت و جماعت کے چار مذہبون مین سے کسی خاص ایک کے ساتھ مخدوم مختص کئے جا سکتے ہین تو وہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔

غالباً مخدوم حنفی المذہب تھے

کیونکہ خود مخدوم فرماتے ہین کہ: "در مذہب ما استثنار در استقبال در ایمان جائز می دارند" اور یہ مذہب حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

مخدوم کی اولاد

مخدوم کی اولاد

مخدوم کی صلبی اولاد کا سلسلہ اسوقت ایک پوتی سے جاری ہے۔ آپ کے صاحبزادے شاہ ذکی الدین نے آپ کی حیات ہی مین ایک لڑکی بارکہ نام چھوڑ کر قضا کی۔ اس لڑکی کا بیاہ سید وحید الدین رضوی خواہرزادہ شیخ نجیب الدین فردوسی سے ہوا۔ اس کدخدائی سے ایک لڑکی طاہرا نام پیدا ہوئی جو شہاب الدین علوی طوسی سے بیاہی گئی۔ انکے دو بیٹے شیخ علیم الدین و شیخ امام الدین ہوئے۔ ایک زمانہ کے بعد جب فرزندان حسین بلخی نوشہ توحید نے خلع خلافت کیا تو مجاوران درگاہ نے حضرت بارکہ کی اولاد کو لاکر سجادۂ خلافت خانقاہ پر متمکن کیا۔ ان مین سے پہلے بزرگ جو سجادہ پر بیٹھے وہ شاہ بیکھ تھے۔ اسوقت تک خلافت خانقاہ اسی خاندان مین چلی آتی ہے۔ اور جناب شاہ امین احمد صاحب جو آجکل زیب دہ سجادہ ہین وہ مخدوم کی انتیسوین پشت مین اور سید وحید الدین رضوی کی سترھوین پشت مین ہین۔ شاہ صاحب ممدوح کو بیعت و خلافت جناب قدوۃ السالکین زبدۃ الواصلین حضرت شاہ جمال علی بلخی قدس اللہ سرہ العزیز سجادہ نشین

آستانۂ حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسی علیہ الرحمۃ ویکے از فرزندان حضرت حسین نوشۂ توحید بلخی برادر زادہ وسجادہ نشین حضرت مولانا مظفر بلخی سے ہے۔

مخدوم کی صلبی اولاد کا سلسلہ تو بس اسی ایک پوتی سے جاری ہے لیکن آپ کی اولاد معنوی اسوقت بھی ہندوستان کے مختلف حصوں میں پائی جاتی ہے۔ وان شاء اللہ تاقیام جہان قائم رہیگی۔

مخدوم کے معاصرین

مخدوم کے معاصرین

جسوقت مخدوم زیب دہ سجادۂ ارشاد و تلقین تھے اوسوقت دنیا کے مختلف حصوں میں بڑے بڑے بزرگان دین موجود اور ارشاد و تلقین میں مصروف تھے۔ نصیر الدین محمود چراغ دہلی دہلی میں۔ اخی سراج پنڈوہ (واقع بنگالہ) میں۔ سید جلال بخاری سیوستان میں۔ سید علی ہمدانی کشمیر میں۔ شاہ راجو قتال اوچھ میں۔ سلمان ساوجی ساوج میں۔ شیخ صفی الموسوی جد شاہان صفویہ ایران اردبیل میں۔ علاءالدولہ سمنانی خانقاہ سکاکیہ سمنان میں۔ اوحدالدین اصفہانی اصفہان میں۔ امام یافعی مکہ میں۔ حضرت سید امیر کلال ممالک شام میں۔ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند بخارا میں۔ سید احمد چرمپوش بہار میں

ازین قبیل ساری دنیا ایسے ایسے بزرگون سے بھری پڑی تھی۔ تصوف کے ہر خاندان مین ایک نہ ایک اہل کمال ضرور تھا۔ اور فیضان روحانی کے خم کے خم لنڈھائے جا رہے تھے۔ مئے عرفان کا بہوار تھا۔ شہر شہر مین خمخانۂ وحدت کے پیر مغان بخورید و بنوشید کی صدا لگا رہے تھے۔ پینے اور پلانے کا دور دورہ تھا۔ نہ پیر مغان کو بخل اور نہ خراباتیون کو حجاب۔ پھر کیا تھا۔ **بیت** خراباتیان مے پرستی کنید ٭ محمد بگوئید و مستی کنید ٭ دن دھاڑے جام چھلکتے تھے اور رنگ اوچھلتے تھے۔ جدھر دیکھو لوگ بادۂ عرفان سے چور اور مئے وحدت سے مخمور۔ لیکن اس مستی پر بھی غضب کی ہوشیاری اور شاہد شریعت کی دلداری تھی۔ لیکن افسوس! ع۔ خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا۔ جو سنا افسانہ تھا۔ اب وہ زمانہ کہان گیا اور وہ لوگ کیا ہوئے! ۔ خدا جانے کسکی نگاہ اپنا کام کر گئی اور سارے جہان کو ویرانہ بنا گئی۔ **شعر**

صحبت نیکان زجہان دور گشت | خوان عسل خانۂ زنبور گشت !!

دوسرے بزرگون کی نسبت مخدوم کی رائین

دوسرے بزرگون کی نسبت جو کچھ مخدوم نے فرمایا ہو اوسکو بطور انتخاب مین جستہ جستہ اونکی تحریرون سے اخذ کرکے یہان پر بلفظہ نقل کرتا ہون تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ بزرگان سلف مین سے مخدوم کسکو کیسا سمجھتے تھے۔ — دوسرے بزرگون کی نسبت مخدوم کی رائین

عین القضاۃ ہمدانی ٭۔ آن مست الست یزدانی عین القضاۃ ہمدانیؒ — عین القضاۃ ہمدانی

او را هم در صغر حال حق تعالی چندان معانی بخشیده و هر چه در مکتوب خود نبشته ست آن جمله از حال مشاهده خود نبشته ست و از ذوق یافت خویش خبر داده . . . .

وقتی عین القضاة را حالی پیش آمده ست . در غلبات احوال مناجات کرده ست که الٰهی درخواست من آنست که مرا بسوزند و تو بینی - آخر همچنان شد که بسوختند - در عین سوختن بود که آهی بر آورد - و آن محل او را طعن کردند که تو از حق خواسته بودی که مرا بسوزند بعد از انکه می سوزند - این آه چیست - گفت من نه از ان آه میکنم که مرا المی میرسد بلکه از ان آه میکنم که تعجیل می سوزند . . . . . . اگرچه هر کسی در علم معرفت چیزی چیزی نبشته اند اما چنانکه عین القضاة نبشته ست بر قانون و بر مقتضای تمهیدات اصول دین کم کسی نبشته است و مشکلات بسیار از ان حل می شود - اما دریافت و ادراک مفهومات و کلمات او را اطلاع بر اصول و قانون این طائفه باید که بود - و اگر نه بر فوائد دین بعض کلمات او را تقریر نه توان کرد ؏

شیخ الشیوخ صاحب عوارف رح

شیخ الشیوخ :- "**عوارف** اگرچه کتابی معتبر ست در باب تصوف و احکام طریقت و مذهب این طائفه بدان تحقیق می شود - هر چند مصنف آن برتر از ان بوده است که بهتر ازین و بیشتر ازین در قلم آوردی - اما این نزول بوده از ایشان در مقام مریدان و مبتدیان - و مع هذا وفور علم و کثرت معانی ایشان معروف و مشهور ست - تا خدمت شیخ نظام الدین در ملفوظ خویش آورده اند که هر نعمتی و دولتیکه ممکن ست که در بشر تواند بود حق سبحانه و تعالی به شیخ الشیوخ داده بود - مگر ذوق سماع که این چیز نه بود"۔

خواجه بایزید بسطامی رح

خواجه بایزید بسطامی رح :- "شبی در ایام زمستان خواجه بایزید علیه الرحمة

سبب احتلام حاجتِ غسل بشد۔ خواست کہ غسل کند۔ نفس کاہلی آورد۔ گفت ہنوز نیم شب است

زمانے دیگر بگزرد، آنگاہ غسل کنی و ایام سرما بود۔ خواجہ بایزیدؒ چون چنین کاہلی از نفس دید

در حال برخاست درمیان سرما با برقع خود را در آب انداخت تا می آرند کہ برقع بعدہ ہم را اندام

خشک شدہ است ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ این قوت از قوتِ ولایت بود الا حد بشر نیست۔"

خواجہ جنید:۔ "کلماتیکہ موجب قتل بود از ایشان صادر نشدہ است — حضرت خواجہ جنیدؒ بغدادی

و ایشان مقتدای طریقت اند و اتفاق ہمہ مشائخ برین ست۔ و مقبول ہمہ طائفہ اند و از

اہلِ صحو بودہ اند۔ اگرچہ ہزار در ہزار معانی در ایشان پدید آمدے ہم مثل آن کلمات بیرون

نداد ے۔"

خواجہ منصور حلاج:۔ "خواجہ منصور حلاج را کشتہ اند.... — خواجہ منصور حلاجؒ

کسے کہ کامل حال ست او را تغیرے نیست یعنی چیزے پدید نیاید در ایشان کہ بدان در آنجم

ایشان را نقصانے آید۔ اگرچہ نفس تغیر باشد از جہت بشریت۔ آن صفت لازمہ

بشریت است بتمکین آن برنخیزد۔ و ارباب تمکین را آن زیان ندارد ۔ و از ضعفِ حالتیکہ

کلماتے میگویند کہ ظاہر آن مردمان را خلاف شرع می نماید آن چیست ایشان را چون معانی

پدید می آید بعضے تحمل کردن نمی توانند۔ ضرورت قذف می افتد۔ و طبع بشر ست ہر چیز

کہ حوصلہ آن را فرو نتواند خورد بیرون اندازد"

شیخ نظام الدین اولیا:۔ "در بزرگی شیخ نظام الدین — شیخ نظام الدین اولیاؒ

شبہہ نیست بزرگ بودہ اند" . . . . شیخ نظام الدین ارحمہ اللہ مقامے بر ترم

کہ ہرچہ در بیداری مشکل بشد در خواب پرسید۔ خواب و بیداری یکے شدہ بود۔ این مقام برتر است واین از لطف حق است"...... "وہم در ملفوظ ایشان دیدہ ام کہ روزے امیر حسن عرضداشت کہ مراد در دعا معلول چندان رغبت نمی باشد۔ شیخ نظام الدین فرمود سبحان اللہ از دعا ہا ہمین قدر بسندہ است کہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ اَنْ لَّا اَسْأَلُکَ سِوَاکَ ہ۔ واین از ایشان از بزرگی ہمت ایشان است۔ اگر ایشان را جز این ہمتے دیگر بودے درین معرض بر زبان ایشان آن رفتے۔ چنانکہ گفتہ اند چون حضرت رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ در شب قرب و کرامت بمقام قاب قوسین رسید گفت اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْکَ۔ اگر در سرِ پاک وے جز حق چیزے دیگر بودے گفتے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ کَذَا۔ چون گفت مِنْکَ معلوم شد کہ در سرِ پاک وے و در ہمت بلند وے جز حق دیگر نماندہ بود"۔

مالک دینار رحمۃ اللہ علیہ:۔ "آن سالکے است رفتار مالک دینا"

شیخ شرف الدین پانی پتی:۔ ملفوظات مین مذکور ہے کہ قاضی زاہد نے مخدوم سے استفسار کیا کہ مرد خدا ہند مین کون ہے۔ ارشاد ہوا کہ "آن دیوانہ پانی پتی"۔

مخدوم کی نسبت دوسرون کی رائین

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی آپ کی نسبت لکھتے ہین کہ:۔

مالک دینار رح

شیخ شرف الدین پانی پتی رح

مخدوم کی نسبت دوسرون کی رائین

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی رائے

"شیخ شرف الدین احمد بن یحیے المنیری۔ قدس سرہ از مشاہیر مشائخ ہندوستان ست چہ احتیاج کہ کسے ذکر مناقب او کند۔ او را تصانیف عالی ست۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بسیارند از آداب طریقت و اسرار حقیقت درانجا اندراج یافتہ"

آپ کی شان مین مولٰنا مظفر بلخی کا قصیدہ

حضرت مولٰنا برہان الدین مظفر بلخی آپکی تعریف مین لکھتے ہین

"آن قدوۂ کہ نور جمال و جلال داشت ۔۔۔ در لا تمام بود در الا کمال داشت

شرف الحق آنکہ قطب زمین بود در زمان ۔۔۔ در آسمان مجمع ملائک جمال داشت

آن شہسوار گوے ز میدان صدق بُرد ۔۔۔ چوگان ہمتش بفرس گاہ حال داشت

جولانِ رخشِ ہمت او در رہِ صفا ۔۔۔ سرہاے سروران جہان پامال داشت

سین بود از سعادت خطِ جبین او ۔۔۔ وز دولت او بکفِ قدم نقش دال داشت

از نارِ عشق سوختہ شد پر و بال او ۔۔۔ از نورِ صرف وحدت او پر و بال داشت

او در فنا بحد و نہایت رسیدہ بود ۔۔۔ ملک بقاے ایزد باقی نوال داشت

او بود بے عیال اگرچہ از علوے قدر ۔۔۔ جملہ جہان ز مشرق و مغرب عیال داشت

بے میل مال بود و لے دستِ پاک او ۔۔۔ از فتح غیب گرچہ کہ صد گنج مال داشت

بے زلّت و زلال قدم بر صراط بود ۔۔۔ عصمت بذات پاکِ تن لایزال داشت"

آپکی تعریف مین نوشۂ توحید کے اشعار

نوشۂ توحید آپ کی شان مین فرماتے ہین:-

بود چون موئے ہمہ افعال او ۔۔۔ کے توان گفتن تمامی حال او

از فناے خویش گشتہ چون ہلال ۔۔۔ بود چون روحِ مجسم در خیال

دست ما افشانداز دنیا و دین / نقش بستے سجده اش روی زمین

هر نفس می آمدش بانگِ اَلَست / هر دم از قالوا بلیٰ میگشت مست

جان او پیوسته دایم با صمد / وصف او را قُل هُوَاللّٰهُ اَحَد

هستی خود ساخته تاراج او / با محمدؐ مصطفیٰؐ معراج او

محمد بن محمد عیسی البلخی المدعو به اشرف بن رکن

آپکی تعریف مین محمد بن محمد عیسے البلخی کے اشعار

جنکی وجہ سے آداب المریدین کی شرح کی گئی اونھون نے جو اشعار آپ کی تعریف مین لکھے ہین اگر مین اونکو یہان پر نقل کرون تو ہرگز بیجا نہوگا۔ وہ لکھتے ہین

اشعار

"شکرها میکنم بدرگہ حق / گرچہ شکرش نہ کارے آسان است

درمیان مشائخ وعلما / ذات پاکش چو مهر تابان است

اندرین عصر بد زکفر و زجهل / گفت او محض راه ایمان است

هرچه در راه دین شود مشکل / صد عبارت زبانش گویان است

وصف او در زبان نمی گنجد / هرچه گویم هزار چندان است

خواستم تا ز صد یکے گویم / گفتنِ صدق کار مردان است

هاتفِ غیب در سخن آمد / کار تو نیست کار حسّان است

با وجودے مُلوّثی بگناه / یاد پاکان کن که تاوان است

صفت اولیا خدا کرده — ذکر شان در قرآن فراوان است

وصف خود گر کند ز جهل کسے — گر کسے کو بچاه زندان است

ماه و جان را ز خجلت وصفش — لب گزیده بزیر دندان است

با فنون علوم کاندر عصر — پیش فضلش نهاده دندان است

دوستانش مدام در خنده — زان حسودش همیشه گریان است

اشرف ار کن مدح او نکند — وصف آن ذات کار پاکان است

اے خداوند خاک پایش کن — بر سرم کان نه لائق آن است

عذر تقصیر بندگی هر دم — می بخواهم چو زان پشیمان است

گر قبول افتدش عجب نبود — صفت لازمیش احسان است

بر امید قبول حضرت او — روز و شب زیر پاے دربان است

گشت آزاد هر که شد بنده — بر درش گرچه شاه خاقان است

وسعتے رفت اندرین گفتن — زین سبب جان چو بید لرزان است

ده تو توفیق بر نبشتهٔ خویش — اے خداوند هر که شایان است"

حاجی نظام غریب یمنی جامع لطائف اشرفی آپ کی تعریف مین لکھتے هین :—

صاحب لطائف اشرفی آپکی تعریف مین فرماتے هین

صفات ذات آن عالی مناقب — برون از حد و برتر از بیان است

نسبے ہے آن قدوهٔ اصحاب عرفان — نسبے آن عمدهٔ از عارفان است

شہِ ملکِ ملاؤ والیِ پاک ‌‌‌ ‌ ‌ ‌ ‌ کہ در ملکِ معارف کامران است
جہان شد تازہ از بادِ بہارش ‌ ‌ ‌ بہارِ خرم از سرو روان است
دماغ آسودۂ از باغ فردوس ‌ ‌ ‌ چراغ دودۂ فردوسیان است
بساتین تازہ دارد از ریاحین ‌ ‌ ‌ زگلزار معارف بوستان است"

احمد لنگر دریا آپکی نسبت لکھتے ہین۔

حضرت احمد لنگر دریا آپ کی نسبت فرماتے ہین:۔ "سبحان اللہ! زہے حوصلۂ مخدوم جہان قدس اللہ سرہ العزیز کہ حالے ومقامے کہ حضرت ایشانرا بود معلوم است۔ اما ہیچ وقتے سر سوزنے بیرون ندادند۔ زہے قوت و زہے مقام تمکین کہ حضرت ایشان را حاصل شدہ بود۔ وآنکہ یکبار در گرمی وقت سخن فرمودہ اند براے آن چہ نوع عذر کردہ اند" (مونس القلوب)

آپکے بارہ مین حضرت عبداللہ شطاری کا قول

حضرت عبداللہ شطار رح جو شطاریہ طریقہ کے پیشوا ہین اونکا کلام ہے کہ:۔ "بندہ معتقد کسے نیست۔ ہمہ بزرگان یکے اند۔ اما بندہ معتقد سلطان المحققین حضرت شیخ شرف الحق والدین منیری۔ وبندگی حضرت خواجہ فرید عطار ہستم۔ وحالیکہ این ہر دو بزرگان رسیدہ اند کسے کمتر رسیدہ است۔ و آنچہ این ہر دو بزرگان حقائق و دقائق راہ دین بیان کردہ اند۔ کسے بیان نکردہ است"۔ (معدن الاسرار)

ابوالفضل آپکی شان مین لکھتا ہے

ابوالفضل اپنی تحریر مین مخدوم کو ان لفظون سے یاد کرتا ہے:۔ "آن تشنۂ نشان یافتۂ آب کہ حسبتش تشنہ گرداند ونوشیدنش تشنہ تر شرف الدین منیری"

مخدوم کی عمر

مخدوم کی عمر

مخدوم نے بڑی عمر پائی - اواخر عمر مین اگرچہ بصارت کمزور ہوگئی تھی مگر بالکل زائل نہوئی تھی - طاقت بدنی بھی گو لازمی طور سے گھٹ گئی تھی - مگر تادم واپسین بلا استعانت غیرے اپنے سارے کام آپ کر لیتے تھے -

مخدوم کی عمر چار حصون مین منقسم کیجا سکتی ہے - ایک تو زمانۂ رضاعت وطفلی - دوسرا سن رشد سے اختتام تعلیم ظاہری تک - تیسرا زمانہ بیعت سے اوس زمانہ تک کہ آپ سجادۂ ارشاد وتلقین پر بیٹھے - چوتھا سجادہ نشینی کے زمانہ سے وفات کے وقت تک - ان چارون مین آخری حصہ سب سے بڑا ہے اور اول حصہ سب سے چھوٹا -

سلطنت کے انقلابات اور مخدوم پر اونکا اثر

درازی عمر کی وجہ سے مخدوم کی زندگی نے چند بادشاہون بلکہ چند خاندانون کو سریر دہلی پر دیکھا - مخدوم کی پیدایش ۶۶۱ سنہ ہجری مین ہوئی اور وفات ۷۸۲ سنہ ہجری مین - اس حساب سے مخدوم نے ایک سو اکیس برس کی عمر پائی - اس اثنا مین دلّی کی سلطنت نے جتنے پلٹے کھائے اونکا حال تاریخ سے ظاہر ہے - جسوقت مخدوم پیدا ہوئے خاندانِ التمش دلی کی تخت پر تھا - اور جسوقت آپکا وصال ہوا خاندان تغلق کا فیروز شاہ ابن سالار رجب دلی کا فرمانروا تھا - آپ ہی کے زمانہ مین غلامونکا خاندان - خلجیونکا خاندان - تغلق کا خاندان یکے بعد دیگرے سریر آرای دہلی ہوتا گیا - سلطان ناصرالدین محمود نے

لیکر فیروز شاہ ابن سالار رجب تک گیارہ بادشاہ۔ ناصر الدین محمود۔
غیاث الدین بلبن۔ معز الدین کیقباد۔ جلال الدین خلجی۔ علاء الدین خلجی۔
شہاب الدین عمر۔ قطب الدین مبارک شاہ خلجی۔ خسرو خان۔ غیاث الدین
تغلق۔ سلطان محمد شاہ تغلق۔ فیروز شاہ ابن سالار رجب۔ دھلی
کے تخت پر بیٹھتے گئے۔

سلطنت کی انقلابات اور خاندان کی اولٹا پلٹی سے مخدوم جیسے شخص کو
جو دنیا کے چھوٹے چھوٹے واقعات سے بھی سبق لیتے تھے۔ بے ثباتی عالم
کا بڑا بھاری سبق دے رکھا تھا۔ جور و ظلم۔ بیوفائی و خود غرضی محسن کشی
و بیرحمی۔ عشرت پسندی و شہوت پرستی جو محرک ان تمامی انقلابات کے تھے
انکی برائیان اور خرابیان بیّن طور سے مخدوم پر ظاہر ہو گئی تھین۔ اگرچہ مخدوم نے
ان مین سے کچھ بھی حصہ نہ لیا کیونکہ وہ اون لوگون مین نہ تھے جنکو لازمی طور سے سلطنت
کے انقلابات مین حصہ لینا پڑتا تاہم یہ سلطنت کی انقلابات تھے۔ کچھ لڑکون کا
کھیل تو تھا نہین کہ ایک نہایت ادنے حد تک محدود رہتا۔ ملک کے ہر شخص کو
ضرور کچھ نہ کچھ اوس سے متاثر ہونا لازمی تھا۔ پھر ملک مین رہ کر مخدوم کیونکر
انسے متاثر نہوتے۔ جسطور سے تھیئٹر کے ناظرین کو تھیئٹر کے ایکٹرون
سے زیادہ موقع تمامی سین کے دیکھنے اور اون سے نتیجہ نکالنے کا حاصل
ہوتا ہے۔ اوسی طور سے مخدوم کو ملک کے تھیئٹر مین جو پولیٹکل ڈراما

ایکٹ ہو رہا تھا۔ اوسکے دیکھنے اور اوس سے متنبہ ہونے کا پورا موقع تھا۔
ان انقلابات نے مخدوم کی زندگی پر گہرا اثر ڈالا تھا۔ جو تمامی عمر قائم رہا۔ باہمہ و
بے ہمہ کی روش جو مخدوم نے اختیار کی تھی آخر عمر تک اوسکو نباہی دیا۔

وفات

مخدوم کی وفات

۷۸۲ھ ہجری مین چھٹمین (۶؍) ماہ شوال کی شب کو ایک سو اکیس[۱۲۱]
برس کی عمر مین مخدوم نے رحلت فرمائی۔ اس زمانہ مین خلیفہ الحاکم
بامر اللہ ابو الفتح ابو بکر بن ابی ربیع سلیمان مصرمین
عباسیون کا خلیفہ تھا۔

زین بدر عربی نے جو آپ کی ملفوظات کے جامع ہین آپ کے
ارتحال کے وقت کو واقعات ایک مستقل رسالہ مین قلمبند کئے ہین اور جتنے واقعات
اونھون نے اوس رسالہ مین لکھے ہین سب اونکے چشم دید ہین۔ مین اوس سے کچھ
حالات اخذ کر کے ناظرین کے معائنہ کے لئے لکھے دیتا ہون۔ ان حالات کے
معائنہ سے آپ کے نفس قدسیہ اور کمالات کا اندازہ پورے طور سے کیا جا سکتا ہے
حق یہ ہے کہ یہی فضل و کمال ہین جو ایک جہان کو گرویدہ اور از خود رفتہ بنا دیتے ہین
اور عند اللہ منازل و مراتب علیا کا سزاوار کرتے ہین۔ ورنہ اس مشت خاک
مین دھرا ہی کیا ہے۔ اور وہ بھی اوس حالت مین جبکہ نہ تو کسیکو جاہ و مناصب دنیاوی

دینے پر ظاہری طور سے قادر ہوا ور نہ اندوختہ دنیاوی کا محافظ ہو۔ کسی نے سچ کہا ہے۔
مصرعہ " یَقُوْدُ اِلَیْہِ طَاعَۃَ النَّاسِ فَضْلُہٗ "

زین بدر عربی لکھتے ہین کہ:۔ شوال کی پانچوین تاریخ بدھ کے دن نماز صبح کے بعد حضرت مخدوم جہان قدس اللہ سرہٗ رواق مین بر سر سجادہ تکیہ فرما ہوئے حضرت شیخ خلیل الدین برادر حقیقی و خادم خاص اور بعضے دوسرے اعزہ و یاران دیرینہ جو شب و روز خدمت مین حاضر رہتے تھے موجود تھے۔ مخدوم جہانؒ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پڑھنا شروع کیا۔ اور حاضرین کو بھی اسکے پڑھنے کی ہدایت فرمائی حسب الحکم سب نے موافقت کی۔ پھر آپنے تعجب سے مسکرا کر فرمایا کہ سبحان اللہ وہ ملعون اسوقت مسئلہ توحید مین مجھے لغزش دینا چاہتا ہے۔ مگر بفضلہٖ مین اوسکی طرف کب ملتفت ہوتا ہون۔ اسکے بعد پھر لاحول پڑھنا شروع کیا اور حاضرین کو بھی فرمایا کہ تم بھی پڑھو۔ پھر ادعیہ و وظائف مین مشغول ہوئے یہانتک کہ چاشت سے فراغت فرمائی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد باآواز بلند فرمانے لگے " الحمد للہ! والحمد للہ "! ۔ خدا نے کرم کیا۔" المنۃ للہ! المنۃ للہ"! خوشی دل اور قوت باطن سے بار بار یہی اعادہ فرماتے تھے کہ الحمد للہ۔ المنۃ للہ۔ پھر رواق سے صحن رواق مین آکر تکیہ فرمایا۔ تھوڑی دیر کے بعد دست مبارک بڑھایا اور بطور مصافحہ قاضی شمس الدین کا ہاتھ پکڑا اور تھوڑی دیر پکڑے رہے۔ پھر چھوڑ دیا۔ وداع ان ہی سے شروع تھی۔ پھر قاضی زاہد کا ہاتھ پکڑ کر سینہ مبارک پر رکھا اور فرمایا زاہد

ہم وہی ہین - ہم وہی ہین"- پھر فرمایا"ہم وہی دیوانے ہین - ہم وہی دیوانے ہین"
پھر مقام تواضع مین نزول فرمایا اور کہا کہ"بلکہ ہم خاک کفش دیوانگان ہین"- پھر ہر ایک
کو بہت بڑی بشارت دیکر ہر ایک کے ہاتھ اور داڑھی کو بوسہ دیا اور رحمت پروردگار
عزوجل اور مغفرت کا امیدوار کیا اور یہ آیت باواز بلند پڑھی - لَا تَقْنَطُوا
مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا - اور یہ بیت زبان
شکرفشان پر جاری کیا - **بیت** خدایا رحمتت دریاے عام ست ✽
وزانجا قطرۂ مارا تمام ست ✽ پھر حاضرین سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ اگر
کل تم سے پوچھین کہ تم کیا لائے ہو تو کہنا کہ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ
اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ہم لائے ہین - اگر مجھ سے پوچھا جائیگا تو مین
بھی یہی کہونگا - پھر کلمۂ شہادت باواز بلند پڑھنے لگے - اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ
اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ
اور یہ دعا بھی پڑھی - رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ
نَبِیًّا وَّبِالْقُرْاٰنِ اِمَامًا وَّبِالْكَعْبَةِ قِبْلَةً وَّبِالْمُؤْمِنِیْنَ اِخْوَانًا
وَّبِالْجَنَّةِ ثَوَابًا وَّبِالنَّارِ عِقَابًا - پھر مولٰنا **تقی الدین اوحی**
کیطرف منہ کرکے آپ نے ہاتھ بڑھایا اور آغوش مین لیکر فرمایا کہ عاقبت
بخیر ہو اور بہت مہربانی فرمائی - پھر مولانا **آموں** کو پکارا - وہ دروازہ کے
پاس واق مین تھے - لبیک کہتے ہوئے دوڑے اور قدمبوس ہوئے - آپنے

اونکا ہاتھ پکڑا اور اپنے مُنہ اور سینہ پر ملا اور فرمایا کہ تم نے میری بڑی خدمت
کی ہے مین تمکو نہ چھوڑونگا۔ خاطر جمع رکھو۔ ہم سب ایک ہی جگہ ہونگے۔ اگر
کل تم سے پوچھین کہ تم کیا لائے ہو تو کہنا کہ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ
يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا۔ مجھ سے پوچھینگے تو مین بھی یہی کہونگا۔ حاضرین
سے کہدو کہ خاطر جمع رکھین۔ اگر میری آبرو رہیگی تو کسی کو بھی نہ چھوڑونگا۔ اسیطرح
ہر ایک شخص آتا تھا اور قدمبوس ہوتا تھا اور تجدید بیعت کی درخواست کرتا تھا
اور آپ ہاتھ پکڑ کر اسی بات پر اکتفا کرتے تھے اور دعا فرماتے تھے اور رخصت
ہوتے تھے۔ پھر مولانا **شہاب الدین ناگوری** آئے۔ آپنے کئی بار اونکے
سر اور مُنہ اور ریش اور دستار کو بوسہ دیا۔ اور "آہ! آہ! الحمد للّٰہ! الحمد للّٰہ!
کہتے ہوئے اپنا ہاتھ اونپر اوتارتے تھے اور درود پڑھتے تھے۔ اور **مولٰنا شہاب الدین**
جب جب مخدومؒ کے جمال باکمال پر نظر کرتے تھے درود پڑھتے تھے۔ پھر مخدوم نے
فرمایا کہ تمنے میری بڑی خدمت کی اور حُسنِ خلق کے ساتھ میری بیحد موافقت وملازمت
کی ہے۔ عاقبت بخیر ہو۔ مولٰنا **شہاب الدین** نے مولانا **مظفر بلخیؒ** اور
مولٰنا **نصیر الدین جونپوری** کو یاد دلایا اور عرض کیا کہ ان لوگون کے بارے
مین کیا ارشاد ہوتا ہے۔ آپ نے نہایت خوش ہو کر اور مسکرا کر پانچون اونگلیون
سے سینۂ مبارک کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ "**مظفر** میری جان ہے اور میرا جانان ہے
اور مولٰنا **نصیر الدین** بھی ایسے ہی ہین۔ خلافت اور مقتدائی کے لئے جو کچھ شایان ہے

وہ سب باتین ان لوگون مین موجود ہین۔ پھر قاضی شمس الدین آئے۔
اور حضرت مخدوم رح کے پہلو مین بیٹھے۔ مولانا شہاب الدین اور ہلال
اور عتیق نے عرض کیا کہ قاضی شمس الدین کے باب مین کیا حکم ہوتا ہے۔
آپ نے فرمایا کہ قاضی شمس الدین کو کیا کہون۔ قاضی شمس الدین میرا
فرزند ہے۔ مکتوبات مین کتنی جگہ مین نے کبھی اوسکو "فرزند" لکھا ہے اور کبھی برادر۔
علم درویشی کے ظاہر ہونیکا باعث وہی ہے۔ اوسی کے لئے اتنا کہنا اور لکھنا ہوا
ورنہ کون لکھتا۔ پھر مولانا نظام الدین اودھی قدمبوس ہوئے آپ نے
فرمایا بیچارہ گھر سے قصد کرکے میرے یہان آیا ہے۔ آپ کے سر مبارک پر جو ٹوپی تھی
تھی اوتار کر اونکو دی اور عاقبت بخیر ہونے کی دعا کی اور فرمایا کہ یاد رکھو جاؤ
اور اپنے اپنے دین و ایمان کا غم کھاؤ اور مشغول بحق رہو۔ پھر شیخ خلیل الدین
برادر حقیقی و خادم خاص نے جو پہلو مین بیٹھے تھے آپ کا ہاتھ پکڑا۔ آپ نے
اونکی طرف دیکھکر فرمایا کہ خلیل خاطر جمع رکھو اور پھر اونکو کچھ وصیتین
کین۔ شیخ خلیل الدین درد برادری سے نہایت شکستہ دل ہوکر آبدیدہ
ہوئے۔ آپ نے نہایت شفقت سے فرمایا کہ خاطر جمع اور دل قوی رکھو۔ اسکے
بعد بیچارہ مسکین زین بدر عربی نے سر نیاز زمین پر رکھا۔ ترسان و
لرزان تجدید بیعت اور توبہ کی نیت سے سلطان العارفین قدس سرہ کا دست
مبارک پکڑا اور چوما اور اپنے سر اور آنکھون اور ہتھیلیون پر پھرایا۔ استفسار ہوا کہ

کون ہے۔ مین نے عرض کیا کہ آپ کے آستانہ کا کتا زین بدر عربی
ہے۔ توبہ کرتا ہے اور تجدید بیعت کا ملتجی ہو۔ مخدوم نے فوراً فرمایا کہ جاؤ مین نے تمکو
قبول کیا اور تمہارے تمام گھر کو قبول کیا اور تمھارا سارا خیلخانہ میرے تعلق ہو سبکو قبول
کیا۔ اور کپڑے پہننا تمھارے نہ تھا تمھارے فرزندون کو بھی اختیار دیا۔ خاطر
جمع رکھو۔ اگر میری آبرو رہیگی تو مین تمکو بھی نچھوڑونگا۔ بیچارہ نے عرض کیا کہ مخدوم
جہان کے غلامونکو آبرو حاصل ہے۔ آپ نے فرمایا امید تو بہت کچھ ہے۔ اسیطرح
لوگ آتے تھے اور آپ فرماتے تھے کہ ایمان کا غم کھاؤ۔ اور رحمت و مغفرت کا امیدوار
کرتے تھے۔ اور بار بار آیۃ لاتقنطوا الیٰ آخرہ پڑھتے تھے۔ پھر آپنے فرمایا کہ مین
جو کہا کرتا تھا عاقبت عاقبت وہ یہی عاقبت ہو۔ یعنی وہ یہی وقت ہو۔ پھر آپنے
ایک لڑکے کو دیکھکر پنج آیت پڑھنے کی فرمایش کی۔ وہ سامنے بیٹھکر ادب سے
یہ آیت معظم پڑھنے لگا۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ الیٰ آخرہ۔ آپ
تکیہ فرماتے اوٹھ بیٹھے۔ باادب دوزانو حسب معمول قدیم بخشوع تمام سننے لگے جب وہ پڑھ چکا تو
آپنے فرمایا خوب ادا کرتا ہے۔ اسکے بعد پیراہن جسم مبارک سے اوتار کر وضو
کے لئے پانی طلب فرمایا۔ اور آستین چڑھاکر مسواک مانگی اور بسم اللہ بآواز بلند پڑھکر
وضو شروع کیا۔ اور ہر محل ہر فعل مین ادعیہ معمولی پڑھتے جاتے تھے۔ دونون ہاتھ کہنیون
تک دھوے۔ مگر منہ دھونا سہو ہو گیا۔ شیخ خلیل نے یاد دلایا۔ آپنے سرنو سے
پھر وضو کیا۔ تسمیہ اور ادعیہ جسطور پر کہ آئے ہین ہر محل مین باحتیاط تمام پڑھتے تھے اور

حاضرین تعجب کرتے تھے کہ اس حالت مین بھی اسقدر احتیاط ہے۔ قاضی زاہد نے
داہنا پاؤن دھوسنے مین ہاتھ بڑھاکر چاہا کہ مدد کرین۔ آپ نے روک کر فرمایا کہ ٹھہرو
اور اپنے سے وضو کیا۔ پھر شانہ طلب کیا اور ریش مبارک مین شانہ کیا اور جانماز
مانگی اور دو رکعت نماز پڑھی۔ آخرکار نماز مغرب کے تھوڑی دیر کے بعد آپ نے بِسْمِ اللّٰہ
باواز بلند پڑھنا شروع کیا اور بار بار اسکا اعادہ فرماتے تھے۔ پھر آیۃ لَآ اِلٰہَ اِلَّا
اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ پڑھی۔ پھر
بار بار بسم اللہ باواز بلند اور کلمۂ شہادت پڑھا۔ پھر لَاحَوْلَ پڑھی اور کلمۂ طیبہ
باتسمیہ پڑھنے لگے۔ کئی بار کلمۂ طیبہ پڑھا۔ اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کہنے کے بعد
بغایت ذوق اور قوت دل اور اشتیاق کے ساتھ بار بار زبان سے نکلتا تھا
مُحَمَّدٌ مُحَمَّدٌ مُحَمَّدٌ۔ پھر آپ نے درود پڑھا۔ پھر آیۃ اَنْزِلْ عَلَیْنَا
مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ الی آخرہ پڑھی۔ پھر یہ دعا پڑھی اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ
رَبًّا الی آخرہ۔ پھر تین بار کلمۂ طیبہ پڑھا۔ پھر ہاتھ آسمان کیطرف
اوٹھاکر بطور مناجات کے یہ دعا پڑھی۔ اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ کئی بار عاصیان امت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے
دعا کی۔ پھر شروع کیا۔ اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ۔ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ
اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّۃِ مُحَمَّدٍ اَللّٰھُمَّ تَجَاوَزْ
عَنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ۔ اَللّٰھُمَّ اَغِثْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ اَللّٰھُمَّ اَعِنْ

أُمَّةَ مُحَمَّدٍ ط اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِيْنَ مُحَمَّدٍ ط اَللّٰهُمَّ فَرِّجْ عَنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ فَرَجًا عَاجِلًا ط اَللّٰهُمَّ اخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِيْنَ مُحَمَّدٍ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ط امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعا کرنے کے بعد آواز کم ہوگئی۔ صرف یہ آیت سُنی جاتی تھی کہ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ط لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پھر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ پھر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کہا اور جان بحق تسلیم کیا۔

ابیات

چون سوے آخرت عَلَم برداشت	گفت بسم اللہ و قدم برداشت
دم گرمے کہ برکشید از دل	زدہ آتش بخرمن حاصل
کردہ ہا را شمرد ناکردہ	زابتدا باز ابتدا کردہ

سنہ ۷۸۲ھ میں شب پنجشنبہ شب ۲۶ شوال کو رحلت فرمائی

سنہ ۷۸۲ ہجری مین شب ششم شوال کو شب پنجشنبہ تھی کہ نماز عشا کے وقت انتقال ہوا۔ اور پنجشنبہ کے دن چاشت کے وقت مدفون ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۝

مخدوم اشرف جہانگیر نے نماز جنازہ پڑھائی

آپ کے جنازہ کی نماز حضرت مخدوم **اشرف جہانگیر** رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔ یہ حضرت مخدوم سے حصولِ بیعت کی نیت سے آئے تھے۔ مگر اُس وقت پہونچے جب مخدومِ عالم جاودانی کو رحلت کر چکے تھے۔

"پُرشرف" تاریخ انتقال

مخدوم کی وفات کا سن ان دو لفظون "**پُرشرف**" (۷۸۲) سے

نکلتا ہے۔ آپکا مزار موجودہ شہر بہار سے دکھن جانب **پنچانی** ندی کے پار اور **بڑی درگاہ** کے نام سے مشہور ہے قبر کچی ہے پختہ نہین اور نہ اوپر کوئی گنبد ہے۔ اگرچہ **سوریون** کے عہد سلطنت مین اوسکے حوالی مین مکانات اور مسجد اور حوض و فوارہ بنا۔ لیکن بخیال اتباع شریعت قبر اپنی حالت اصلی پر چھوڑ دی گئی۔

حصۂ دوم

باب اوّل

مخدوم اور علوم

مخدوم اور علوم

مخدومؒ کے مکتوبات ۔ ملفوظات اور رسالجات کے دیکھنے سے آپ کے تبحّر اور وسعتِ نظر کا پورا پورا اندازہ کیا جاسکتا ہے ۔ علوم ظاہری کی شاید ہی کوئی شاخ ایسی ملے جسمین آپ عاری دیکھائی دیتے ہون ۔ اگر تصوف کے ساتھ آپ کو انتساب نہوتا تو نہایت سُنہرے حروف مین آپ کا نام علماے ظواہر کی فہرست مین درخشان نظر آتا ۔ حدیث ۔ فقہ ۔ اصول ۔ تفسیر ۔ کلام ۔ ادب ۔ منطق ۔ فلسفہ ۔ ریاضی ۔ ہیئت ۔ ہندسہ کوئی فن لو سب پر حاوی تھے بلکہ اکثر مین پوری دستگاہ اور کامل تبحر تھا ۔

فن حدیث مین مخدوم کا کمال

فن حدیث جو زمانہ دراز تک معرکۃ الآرا علم رہا ہے اور جسمین مختلف فرقے علما کے ہوگئے ہین اور جسکی موشگافیون مین ہمارے سلف نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کیا ۔ اگرچہ ممالک عرب و شام و مصر و اندلس مین اپنے جلوے دکھا رہا تھا اور بڑے بڑے ائمۂ فن ان ملکون مین موجود تھے مگر یہان ہند مین مخدوم کے بہت بعد تک بھی باوصف اسکے کہ یہان کے

فرمانروا بھی مسلمان ہی تھے۔ اور اس علم کو مذہب اسلام سے خاص تعلق تھا۔
اسکے تعلیم و تعلم کا نام ہی نام کو چرچا اور رواج تھا۔ یہہ کسیطرح نہین کہا جا سکتا
کہ دوسرے ممالک اسلامیہ کیطرح ہند بھی اسکے پرتو سے روشن تھا
اور بڑے بڑے کاملین اس فن شریف کے یہان بھی عام طور پر پائے جاتے
ہون۔ کوئی انتظام سلطنت کی جانب یا اتفاق قومی کی مدد سے اسکے
تعلیم و تعلم کا یہان نہ تھا کہ کوئی شخص اس علم کو کمال کے ساتھ حاصل کرسکتا۔
اور اسکی تحصیل مین اوسکو آسانی ہوتی۔ ایسے وقت مین مخدوم کا تھوڑا کمال
بھی نہایت وقعت کے قابل ہے اور آپ کو اوسی قدر و منزلت کا مستحق
بناتا ہے جو اس فن کے ائمہ کو اونکے ملکون مین حاصل تھی۔ اسلئے مخدوم
کی جو راے اسکے متعلق ہے وہ ضرور اس قابل ہے کہ اوسکا ذکر بھی مخدوم
کی سوانح عمری مین کیا جاے۔ اسی وجہ سے مین آپ کے ملفوظات وغیرہ سے
التقاط کرکے یہان پر کچھ لکھتا ہون:- آپ فرماتے ہین کہ فن حدیث نہایت
مشکل فن ہے۔ آج سات سو برس ہوئے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم
سے روایت کیجاتی ہے۔ کل کی روایت جو آج کی جاتی ہے اوس مین تو
اتنے اختلافات ہوتے ہین پھر سات سو برس کی روایتون کا کیا پوچھنا۔
علاوہ برین اس مین اتنے مذاہب ہو گئے ہین کہ جنکا حساب نہین ہے۔ ایسا
بہت ہوا ہے کہ لوگون نے اپنے قول کی تقویت و شہرت کے لئے کہدیا کہ

قال رسول اللہ جب ذا۔ عبارت اپنی۔ زبان اپنی۔ بس قال رسول اللہ بڑھا دیا۔ **قاضی امام ابو یوسف** رحمۃ اللہ علیہ کو بارہ ہزار حدیثین متفریات وموضوعات کی قسم کی یاد تھین۔ ماسوا اسکے تفسیرون مین ہر سورہ کے سرے پر جاس مضمون کی حدیثین لوگون نے لکھی ہین کہ فلان سورہ کوئی پڑھے تو اوسکے لئے یہ ہوگا اور وہ ہوگا۔ یہ سب بھی منجملہ متفریات کے ہین۔ یہ راے بالکل حضرت **امام اعظم** رح کی راے کے مطابق ہے اور حق یہ ہے کہ قرین عقل وانصاف بھی یہی ہے۔

تفہیم احادیث کیلئے مخدوم کی شرطین

تفہیم احادیث کے لئے مخدوم نے چند شرطین لگائی ہین۔ اور فرماتے ہین کہ جب یہ شرطین موجود ہون تب البتہ آدمی حدیثون کے پورے تفہیم پر قادر ہوسکتا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ وہ **درایت** کا بھی ایک اصول قائم کرتے ہین۔ **خوان پُر نعمت** کی مجلس ششم مین آپ سے منقول ہے کہ "علم احادیث شکل علمے ہست۔ جملہ اقسام کتاب دران موجود ہست۔ تاآن جملہ نداند معنی یک حدیث نتواند گفت۔ ومعنی احادیث کسے تواند گفت کہ بر معانی کتاب حاوی باشد۔ اگر حدیثے ورا پیش آید۔ آنرا با کتاب مقابلہ کند۔ اگر بکتاب برابر یابد قبول کند واگر مخالف یابد رد کند۔ پس کسے کہ معانی کتاب را نداند بچہ مقابلہ کند"۔

مخدوم کے نزدیک مذہب روایت بالمعنے مرجح ہے

روایت احادیث کی نسبت مخدوم مختلف مذاہب کے دلائل بیان فرماکر کہتے ہین کہ۔ "اعتبار معنی راست نہ مجرد لفظ را" اس سے یہ بات مستنبط ہوتی ہے کہ

آپ کے نزدیک روایت بالمعنے مرجح ہے۔ یہان پر مخدوم کا دائرہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دائرہ سے وسیع تر ہے۔ امام صاحب صرف اون چند حدیثون کو جو اونکے زمانہ سے پہلے بالمعنے روایت ہوچکی اور محدثین مین شائع تھین قبول کرتے ہین اور وہ بھی اس قید کے ساتھ کہ رُواۃ حدیث ثقہ ہون یعنی الفاظ کے اثر اور مطالب کے تغیر سے واقف ہون۔

ذات وصفات باری تعالٰے کی معرفت مین خبر واحد سے تمسک کرسکتے ہین یا نہین

ذات وصفات خداوندی کی معرفت مین خبر واحد سے تمسک کرسکتے ہین یا نہین اس بارہ مین مخدوم کا وہی مذہب ہے جو سارے علمای سنت وجماعت کا ہے۔ وہ جاہل مشائخون کی طرح اجماع امت سے بے پرواہ نہین ہین۔ **معدن المعانی** کے باب ہفتم مین اقسام حدیث سے بحث کرکے فرماتے ہین کہ ذات وصفات خداوندی کی معرفت مین خبر واحد سے تمسک کرنا علماے سنت وجماعت کے نزدیک جائز نہین ہے۔ کیونکہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ؕ علاوہ اسکے خبر واحد اس روسے بھی ظنی ہے کہ رُواۃ معصوم نہین ہین۔ مگر ہان فروعات مین خبر واحد سے تمسک کرسکتے ہین۔ کیونکہ وہ فروعات دین ہین۔ اور فروعات مین ظن کافی ہے۔ دلیل قطعی مشروط نہین ہے۔ کیونکہ اونکا مبنا ظاہر پر ہے۔ یہین سے اون لوگون کا جواب بھی نکلتا ہے جو ذات خداوندی کیلئے چشم وصورت وغیرہ کا اثبات خبر احاد سے کرتے ہین۔ مثل اس حدیث کے کہ إِنَّ اللهَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰى

صُوفِیَّۃ

تشریح معانی احادیث

حدیث کے معنی کو سمجھنا اور دوسرون کو سمجھانا مخدوم ہی کا حق تھا۔ مین یہان پرشتے نمونہ از خروارے چند مثالین لکھتا ہون :-

خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ مِنْ نُوْرِہٖ :- مخدوم اس حدیث کی یون شرح کرتے ہین کہ اس حدیث مین دو دقتین لازم آتی ہین۔ ایک تو یہ کہ نور حق قدیم ہے اور قابل تجزیہ ولائق تبعیض نہین۔ اور یہان مِنْ نُوْرِہٖ آیا ہے اور مِنْ تبعیض کے لئے آتا ہے۔ دوسری یہ کہ چونکہ نور حق قدیم ہے اسلئے ضرور ہوا کہ نور محمد بھی قدیم ہو کیونکہ یہ اذان نور حق ہے۔ ان دقتون کو بیان فرما کر اسطور سے انکی تردید کرتے ہین کہ نور رسول کا نور حق سے ہونا بطور فیض کے ہے، نہ کہ بطریق تجزیہ و تبعیض کے۔ کیونکہ یہ ضرور نہین ہے کہ جو کسی چیز سے پیدا ہو وہ تجزیہ اور تبعیض ہی کو مقتضی ہو۔ اور اسکی مثال ظاہر ہے۔ دیکھو آئینہ کے اندر کی صورت صورت خارجیہ سے پیدا ہوتی ہے اور اسمین کچھ تجزیہ اور تبعض نہین ہے۔ یہ ضرور نہین ہو کہ اگر کوئی چیز کسی چیز سے پیدا ہو تو اسمین تجزیہ اور تبعیض ضروری ہو۔ اب رہا قدیم ہونے کا جواب۔ وہ یہ ہے کہ آفرینش رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نور حق سے ہے۔ یہ اشارہ ہے حقیقت انسانیت کیطرف۔ اور اسمین دو باتین ہین۔ ایک تو یہ کہ مُحدِث ہو دوسری یہ کہ غیر مخلوق ہے۔ مُحدِث اس وجہ سے کہ لم یکن فکان۔ نہین تھا بعدہ ہوا۔ اور یہ امارات

حدوث سے ہے۔ پس مُحدِث ہوا۔ اور غیر مخلوق اس سبب سے کہ اسمین کیفیت نہین ہے
نہ متصل ہے نہ منفصل۔ نہ خارج ہے نہ داخل۔ نہ مکیّف ہے نہ محدود۔ پس غیر مخلوق
تو اسوجہ سے ہو کہ اسمین کیفیت نہین ہے اور مُحدِث اسوجہ سے کہ لم یکن فکان

اَلْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْهِ فِی الدَّارَیْنِ :۔ اسکی شرح
یین فرماتے ہین کہ ظاہرا یہہ حدیث فقر ذُل و اضطراری پر دلالت کرتی ہے کیونکہ
فقر کی دو قسمین ہین یعنی فقر عزّ اور فقر ذُل۔ انکو فقر اختیاری اور فقر اضطراری بھی
کہتے ہین۔ فقر ذُل تو وہ کہ صاحب فقر شاکی ہو۔ اور فقر سے خرسند نہو اور آب و نان
کی محتاجگی سے فرائض و واجبات کو ترک کردے۔ اور خلق کے سامنے دست
سوال پھیلاے اور نامشروعات مین عمر کاٹے جیساکہ مساجد اور بازارون مین
آے دن مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔ نعوذ باللہ منھا۔ دنیا میں اس فقر کا ذُل ظاہر
ہے۔ اور ذُل کا سواد کے ساتھ نسبت کرنا استعارتاً ہے۔ اور چونکہ آج اوس
سے ارتکاب معصیت اور اتیان مُحرّمات ہوتا ہے۔ اسلئے کُل معصیت و افلاس
و ترک طاعات سے سواد وجہ ہوگا۔ کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا
ظَاهِرًا بھی اسی پر محمول ہے۔ یعنی چونکہ اوس سے اس فقر اضطراری مین ارتکاب
معصیت ہوتا ہے اور ترک طاعت۔ اسلئے یہ امر اوسکے کفر کا بھی سبب ہوسکتا ہے
کیونکہ کبیرہ سے کفر مین گرفتار ہوجانا نزدیک تر ہے۔ اور جہان کہین کہ دعا مین
آیا ہے کہ اَللّٰهُمَّ وَقِنَا عَذَابَ الْفَقْرِ وہان ایسے ہی فقر سے پناہ

الفقر سواد الوجہ فی الدارین کی شرح

مانگی گئی ہے - اور فقر غنود اختیاری وہ ہے کہ صاحب فقر اوس سے خورسند ہوتا ہے اور طاعت و عبادت مین اوس سے خلل نہین پڑتا اور اوسسے شکایت نہین ہوتی - اور یہہ خود انبیا اور اولیا کا مطلوب ہی - خاقانی کہتا ہے **بیت**

پس از سی سال این معنی محقق شد بخاقانی ؛ کہ سلطانی است درویشی و درویشی است سلطانی

لیکن محققین اور ارباب معانی کے نزدیک فقر کی نسبت سواد کیطرف اسوجہ سے کی گئی ہے کہ سواد ایک ایسا رنگ ہے جو کسی رنگ سے متبدل نہین ہوتا نہ لال ہوتا ہے نہ زرد ہوتا ہے اور نہ سفید ہوتا ہے - برخلاف اسکے دوسرے رنگ ہین - لال کو سیاہ کرنا چاہین تو سیاہ ہو جائیگا - زرد کرنا چاہین زرد ہو جائیگا اور اگر چاہین کہ کوئی دوسرا رنگ ہو جاے وہ بھی ہو جائیگا - لیکن سیاہی کوئی رنگ قبول نہین کرتی - اسیطرح سے فقر کا اقتضا یگانگی ہے - ہرگز دوئی قبول نہین کرتا - پس جو شخص کہ فقر مین پہونچا - یگانگی مین پہونچا کہ ہرگز دوئی کو اوس مین مدخل نہین ہے - **اشعار**

رہ نہ دور است بل دو رنگی تست ؛ کفر و دین از پے دو رنگی تست

این ہمہ رنگہاے پر نیرنگ ؛ خم وحدت کند ہمہ یکرنگ

ہان سیہ باش چونکہ نکتہ پردہ ؛ کہ سیہ ہیچ رنگ نپذیرد

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلىٰ كُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ :-

طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة

اس حدیث کی شرح مین مخدوم فرماتے ہین کہ "این را بسیار تاویل کردہ اند بعضے

ازین علم ہمان علم پنج چیز مراد داشتہ اند۔ یکے کلمۂ شہادت۔ دوم صلوٰۃ۔ سیوم صوم
چہارم حج پنجم زکوٰۃ۔ چنانکہ علیحدہ علیحدہ در حدیثے مذکور ست۔ و بعضے تاویل کردہ اند
کہ مراد ازین علم ہمان قدر باید کہ مَا مُحْتَاج اوست۔ و فرض ہمان مقدار ست
دیگر تاویل این کردہ اند کہ اَلْعِلْمُ فَرِيْضَةٌ فِيْ وَقْتِهٖ۔ براے ہر وقت علم
فریضہ ست بر حسب آن وقت۔ چون وقتے در آید علم آن وقت طلبد کہ در آن وقت مرا چہ بجا باید آورد"
پھر شرح آداب المریدین مین مخدوم فرماتے ہین:۔ "طلب کردن
علم فریضہ ست بر ہر مردے مسلمان و بر ہر زنے مسلمان۔ امّا باید دانستن کہ طلب کردن کدام
علم فریضہ ست۔ علما را درین اقوال ست۔ متکلمان می گویند کہ آن علم علم کلام ست۔ زیراکہ
بدو دانستہ می شود توحید ذات حق تعالےٰ و صفات او۔ و فقہا می گویند کہ آن علم علم
فقہ ست۔ زیراکہ عبادت بدان دانستہ می شود۔ و حلال و حرام بدان معلوم میگردد۔
یعنی در دین آن مقدار کہ ہر کسے بدان محتاج ست فرض ست۔ نہ واقعات و حادثات
نادرہ۔ مفسران و محدثان می گویند کہ آن علم علم کتاب و سنت ست۔ زیراکہ بدین ہر دو ہمہ
علمہا توان رسید۔ امّا تاویل مختار آن ست کہ ابو طالب مکی رحمہ اللہ در قوت القلوب
آوردہ ست۔ و آن دانستن پنج رکن ست کہ بناے اسلام بران پنج رکن ست۔ چنانچہ
پیغامبر فرمود صلے اللہ علیہ وسلم کہ بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ
اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاِقَامُ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءُ الزَّكٰوةِ
وَصَوْمُ شَهْرِ رَمَضَانَ وَحَجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا

بنا کردہ شدہ ست اسلام بر پنج چیز۔ گواہی دادن کہ نیست معبود در وجود جز خدا۔ و برپا داشتن نماز و دادن زکوٰۃ و روزہ داشتن ماہ رمضان و حج کردن خانہ کعبہ ہر کرا توانائی آن باشد۔

من عرف اللہ کل لسانہ
کی شرح

مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ کَلَّ لِسَانُہٗ :- مخدوم فرماتے ہین کہ:۔

"چیزیکہ ارباب مشاہدہ و مکاشفہ را مکشوف می شود و مشاہدہ ایشان میگردد۔ زبان ظاہر از عبارت کردن آن گنگ می شود۔ ازین لسان لسان ظاہر مراد ست۔ یعنی ازانچہ مشاہدہ و مکاشفہ ایشان می شود اگر زبان ظاہر خواہد ازان عبارت کند نتوانند۔ نہ آنکہ مراد از حدیث آن ست کہ ہر کہ خدا را شناسد گنگ شود و ہیچ سخنے نگوید" بعد اسکے فرماتے ہین کہ:۔" در حدیث مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ طَالَ لِسَانُہٗ این محمول بر لسان باطن ست۔ طَالَ لِسَانُہٗ۔ یعنے زبان باطن او در گفت معرفت دراز شود۔ و جائز ست کہ این را بر زبان ظاہر ہم برانند و جائز کہ یکے را بر ابتدا رانند و یکے را بر انتہا۔"

دعا

اَلْعَبْدُ یَدْعُوْ وَالرَّبُّ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ :-

مخدوم فرماتے ہین کہ بندہ کا کام دعا کرنا ہے مگر استجابت اسکو لازم نہین ہے۔ جو کچھ کہ پروردگار چاہتا ہے کرتا ہے۔ اگر یہان پر یہہ اعتراض کیا جاے کہ یہہ نص کے مخالف ہے۔ کیونکہ نص یہہ ہے کہ اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دعا کرو قبول ہوگی۔ اجابت کا وعدہ ہے اور وعدۂ ربانی مین خلاف نہین ہے۔ پس چاہئے کہ بحکم وعدہ ایفا ہو۔ اسکا جواب

یہہ ہے کہ اس آیۃ مین بعضون کے قول سے مشیت مضمر ہے یعنی اَسْتَجِبْ لَکُمْ
اِنْ شِئْتُ۔ پس اصل مین یہ آیت یون ہے۔ اور حدیث اسی آیت کے
موافق ہے۔ اب رہا یہ قول کہ نہین۔ حکم آیت مذکورہ مین مطلق ہے۔ اور مشیت
مضمر نہین ہے۔ اس صورت مین جواب یہہ ہے کہ فی الجملہ اجابت ہے۔ جو کچھہ کہ
اوسکا مطلوب ہے حق تعالےٰ یا ہین اوسکو پہونچاتا ہے یا اوسکے لئے کل
کے واسطے ذخیرہ کرتا ہے۔ چنانچہ منقول ہے کہ قیامت کے دن کوئی بندہ
ایسا بھی ہوگا جسکو بلا اعمال کے درجے اور کرامتین ملینگی اور وہ کہیگا کہ
"خداوندا من کہ در دنیا عملے نکردہ ام کہ این بدان یابم۔ اوسکو فرمان حق پہونچیگا
کہ تو دعا کردہ بودی ما برائے تو ذخیرہ ساختہ بودم۔ رہی مشیت جو حدیث مین
مین مذکور ہے وہ نفس اجابت مین نہین ہوسکتی ہے۔ وہ اسمین ہے کہ آیا وہ چیز
جسکی اوس نے دعا کی ہے دنیا ہی مین ملیگی یا کل کے لئے ذخیرہ ہوگی عملاً
بقدر الامکان۔

دعا کی نسبت بندگون کے اقوال

اسکے بعد مخدوم فرماتے ہین کہ ارباب معنی نے دعا کی نسبت یہ کہا ہے
کہ عوام کی دعا باقوال ہوتی ہے اور زاہدون کی دعا بافعال۔ اور عباد کی دعا
باحوال۔ بعضون کا یہہ بھی قول ہے کہ مبتدیون کی زبان دعا کے لئے کشادہ
رہتی ہے مگر محققون کی زبان دعا مین گنگ ہو جاتی ہے۔ کیونکہ محققین اصحاب
مشاہدہ ہین اور مشاہدہ مین فنا ہے۔ اور فنا مین زبان کہان رہتی ہے کہ دعا کرے

اور یہہ بعضے احوال مین ہوتا ہے۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ دعا کا یہہ فائدہ ہے کہ اپنے خدا کے سامنے اپنی حاجتمندی کا اظہار کرے۔ ورنہ خدا وہی کرتا ہے جو اوسکو چاہئے۔ ایک دوسرے بزرگ نے کہا ہے کہ "اذن دعا این ہم جزوے از عطا است"۔ جیسا کہ **خواجہ کنانی** رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ خدا مومن کی زبان معذرت کے ساتھ اوسیوقت کھلواتا ہے جب اوسکے لئے مغفرت کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ ایک تیسرے کا قول ہو کہ" دعا موجب حضوری ہے اور عطا لوٹ جانیکا موجب۔ پس دروازہ پر دعا مین کھڑے رہنا بہتر ہے اس سے کہ عطا پاکر دروازہ سے لوٹ جائین"۔ دعا کا مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ یعنی دعا کرنا افضل ہے یا خاموش رہنا۔ بعضون نے کہا ہے کہ اپنے لئے دعا کرنا عبادت ہے اسیلئے دعا کرنا افضل ہو۔ اور بعضون کا قول ہو کہ جریان حکم مین خاموش رہنا افضلتر ہے اور جو کچھ کہ اختیار حق سے سابق و مقدر ہے اوس پر راضی رہنا اولےتر ہے دعا کرنے سے بزرگون کا کلام ہے کہ اوقات مختلف ہین۔ بعضے احوال مین دعا افضل ہو اور بعضے مین خاموشی۔ اور ان دونون حالتون مین فرق ہے۔ اگر اپنے دل مین بسط کی زیادتی دیکھے تو اس حال مین دعا افضل ہے۔ اور اگر اپنے دلمین گدازی کی اور قبض پاوے تو ترک دعا افضل ہو۔ اور اگر یہ دونون نہ پائے تو اوسکے لئے دعا اور ترک برابر ہے۔ گویا اوسوقت ٹھنڈھا پڑا ہوا ہے۔ اگر اوسپر علم غالب ہے

تو دعا اولیٰ ہے کیونکہ یہ عبادت ہے اور اگر معرفت و حال کا غلبہ ہے تو خاموشی اولیٰ ہے۔ اب رہی یہ بات کہ جب قضا کا رد ہی نہین ہے تو دعا کا کیا فائدہ۔ اسکا جواب یہ ہے کہ دعا سے بلا کا رد ہونا یہ بھی قضا ہے۔ علاوہ برین دعا رد بلا اور نزول رحمت کا سبب ہوتی ہے جیسے کہ سپر رد تیر کا۔ اور تیر کا سپر کی وجہ سے رد ہونا یہ بھی بوجہ قضا کے ہے۔ بندہ کو بندگی چاہیئے ترک بندگی جائز نہین۔ اور شریعت پر عمل کرنا بندگی ہے۔ اور شرع حکم کی بجا آوری ہے۔ لیکن ہونیوالا وہی ہے جو تقدیر ہے۔ باقی رہے آداب دعا۔ مخدوم فرماتے ہین کہ دعا کا ادب یہ ہے کہ جب اپنے اللہ سے کوئی حاجت چاہو اور اجابت مین تاخیر ہو تو حق کو متہم نکرو اور یہ سمجھ لوکہ خیر اسی مین ہے۔ اور جب سوال کرو تو اوس مین عجلت نکرو اور استوار رہو کہ مقسوم مین تفاوت نہین ہے۔ اور یہ بھی جان لوکہ خدا کو اوس سے زیادہ اختیار ہے جتنا کہ بندہ کو اپنے نفس پر اختیار ہے۔

تفسیر مین مخدوم کا پایہ

تفسیر مین بھی آپ کا پایہ نہایت ارفع و اعلےٰ تھا۔ لوگ برابر آتے اور قرآن کے مختلف مقامات سے سوالات کرتے مخدوم نہایت واضح اور بیّن طریقے سے مقامات مشکلہ کی تفسیر کرتے۔

تفسیر مین مخدوم کی شرطین

تفسیر بیان کرنے کے لئے مخدوم نے بہت سی شرطین ٹھہرا رکھی ہین۔ **معدن المعانی** کے باب ششم مین فرماتے ہین کہ "اگر کسے لغات عرب را بشناسد و نزول را بداند روا باشد کہ قرآن را تفسیر کند۔ اما کسیکہ بتکلف

ہست و وجوہ لغات عرب نداند روا نبود مر او را کہ تفسیر کند الا بمقدار انچہ شنیدہ باشد پس آن از وے بروجہ حکایت بود نہ بروجہ تفسیر"۔ پھر ایک دوسری جگہ فرماتے ہین۔ "در تفسیر ظاہر قرآن مشائخ و علما شریک اند۔ لیکن در فوایدہ اشارات و لطائف و رموزات ہمہ شریک نہ اند زیرا کہ قرآن را مفہومات ہست۔ یک مفہوم ہست و دو مفہوم ہست و سہ مفہوم ہست و چار مفہوم ہست ہمچنین تا صد و بیش ازان۔ پس ہر کہ تفسیرے نبشتہ ہست براندازہ مفہوم خود نبشتہ ہست۔ کسے بیک فہم رسید۔ کسے بدو فہم رسید۔ کسے بسہ فہم رسید۔ کسے بچہار فہم رسید۔ ہر کہ بفہم اول رسید او ہم ازانجا نبشت و کسیکہ بفہم دوم رسید او ہم ازانجا نبشت۔ ہر کسیکہ بچہارم رسید او ہم ازانجا نبشت۔ پس کسیکہ نظر در تفاسیر میکند مقصود او ازان طلب زیادت فائدہ ہست۔ اما تفسیر قرآن برای خویش درست نیست۔ چنانکہ حضرت رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ مَنْ فَسَّرَ الْقُرْاٰنَ بِرَاْیِہٖ فَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ۔ و از امام شعبی روایت ہست کہ روزے بر ابی صالح بگزشت پس او را بگوشہ گرفت و گفت تو کہ قرآن نخواندہ چگونہ تفسیر میکنی۔ و از عمر خطاب نقل ہست کہ در دست مردے مصحف دید کہ نزدیک ہر آیتے تفسیر آن نبشتہ بود پس مقراض طلبید و براشید"۔

تفسیر زاہدی و تفسیر کبیر پر مخدوم کی رائے

تفسیر زاھدی کو مخدوم از بس معتبر و جامع ضروریات دین سمجھتے تھے۔ خوان پُر نعمت مین ہے کہ آپ فرمایا کرتے کہ دین مین جن باتون کی ضرورت ہے وہی اسمین موجود ہین۔ ہرگز افراط و تفریط کو راہ نہین دی گئی ہے کہ جن سے

بیکار طبیعت کو ملال ہو۔ اسی جگہ تفسیر کبیر کا بھی ذکر کرتے ہین اور کہتے ہین کہ "ذرہ وار دے دیلیلے وار در روجوہ - وہر دارو دے را جواب بر وجوہ گیفستم چندین وجوہ از ضبط آدمی چون بابرون ست"۔ مخدوم فرماتے ہین کہ امام زاہد جہان کہین کہ مشکل آیۃ ہوتی ہے یون شروع کرتے ہین کہ تفسیر اسکی مشکل ہے اور سبھون نے کچھ نہ کچھ لکھا ہے۔ لیکن وہ خطا ہے اور شرع کے اصول و قانون سے گرا ہوا ہے پہلے مین اوس خطا کو نکال ڈالتا ہون تاکہ آیۃ کی پوری تفسیر معلوم ہو۔ پھر اون خطاؤن کو ایک ایک کرکے ظاہر کرتے ہین اور لکھتے ہین کہ یہ خطا ہے اور جو صحیح اور شایان اعتقاد ہے وہ یہ ہے جو مین لکھتا ہون۔ اور اسی کے ضمن مین یہہ بھی لکھتے ہین کہ اسپر اعتقاد کرو کل قیامت کی ضمانت مین کرتا ہون۔ ایسی خطاؤن کی تین مثالین بھی مخدوم نے بیان کی ہین۔ ایک تو یہہ کہ حضرت سلیمان علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام سے چالیس دن کے لئے جو سلطنت زائل ہوگئی تھی اوسکی وجہ یہ تھی کہ آپ کی بیوی نے چالیس دن اپنے محل مین بت پرستی کی تھی۔ دوسری یہہ کہ داؤد پیغمبر علیہ السلام اوریا کی بی بی پر عاشق ہوگئے تھے۔ اوریا کو باہر بھیجکر مروا ڈالنا چاہا تھا تاکہ اوسکی بی بی سے نکاح کرسکین۔ تیسری یہ کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب پر عاشق ہوگئے تھے اور خواہش تھی کہ حضرت زید طلاق دیدین مگر ظاہرا جب حضرت زید آپ سے پوچھتے تھے کہ طلاق دون تو آپ

روکتے تھے۔ امام زاہد لکھتے ہین کہ یہ سب باتین خطا ہین۔

مفسرون کے درمیان یہ بہت ہی مہتم بالشان مسئلہ ہے کہ مُعَوِّذَتَیْن داخل قران ہین یا خارج از قرآن۔ اسمین دو گروہ ہو گئے ہین ایک گروہ تو اسکو داخل کہتا ہے اور دوسرا خارج۔ مگر مکتوبات دوصدی کے مکتوب صد و پنجاہ ویکم مین مخدوم فرماتے ہین کہ اصح قول یہی ہے کہ داخل قرآن ہین اور اسی پر علما کا اجماع ہے۔ باقی رہا دوسرا قول وہ مردود علما ہے اسلئے اگر نماز مین یہہ پڑھی جائین تو باتفاق جائز ہوگا۔

ایک روز مولانا آدم حافظ نے مخدوم سے یہ پوچھا کہ آیۃ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا کی تفسیر کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ "اہل قریش بتان را می پرستیدند و بتان را درون کعبہ آوردہ بودند میگفتند کہ ما تقرب میجوئیم بخدائی خداوند و عبادت میکنیم لیکن این بتان دران عبادۃ شریک اند۔ بعدہ این آیۃ نازل شد نزول آیۃ درحق ایشان بود۔ امّا اہل اشارت و اہل فقہ چنانکہ این آیۃ را بر شرک جلی می رانند از روی ظاہر لفظ۔ بر شرک خفی نیز میدارند از روی اعتبار"۔ اور فرمایا "شرک ظاہر است و شرک خفی ست۔ شرک ظاہر چنانکہ درحق ایشان آیۃ نازل ست یعنی گرفتن معبودے جز خدا اَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهٗ هَوٰىهُ اشارت برین ست۔ و شرک خفی چنانکہ خوف از غیر و امید بغیر۔ این شرک خفی ست۔ و درویشان از روی اعتبار

این تفسیر می کنند۔ و کدام کس ہست کہ در وے این ہمہ نیست۔ و این طائفہ ہر گاہ کہ این آیت یاد می کنند دست بر سر می نہند۔ زیرا چہ ایشان را مطلوب و مقصود لقائے حق است و آن مشروط شد برین دو شرط۔ یکے عمل صالح و دیگر عدم شرک۔ و میگویند این ہر دو بر ما نیست اگر شرک خفی۔ خود ازان خالی نہ ایم۔ انبیا ازان معصوم اند۔ و اگر عمل صالح۔ آن ہم نیست۔ آن خود در فساد انداختیم بحکم عیوب و آفاتیکہ در اعمال ہست۔ پس پندارے بیش نیست۔ کہ اگر مدعئے میگوید من چنین کارے نیکو میکنم و خبر ندارد کہ آن بدہست چنانکہ خواندی وَهُمْ يَحْسَبُونَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا پندارد کہ نیکو میکنم۔ و آن ہست کہ میگوید مسلمانم یا مومنم۔ و خبر آن ندارد کہ چیست۔ پندارے بیش نیست کہ می گوید ما کارے میکنم و این پندار در وقت ندائے فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ پدید آید۔ بیت خواجہ پندارد کہ دارد حاصلے حاصل خواجہ بجز پندار نیست ۞ ازین شرک خفی کدام خالی ہست؟۔

یہان پر بیجا نہوگا اگر مین مخدوم کی رائے کو جو معانی و الفاظ قرآنی کی نسبت ہے جگہ دون۔ کیونکہ ایک زمانہ مین یہ مسئلہ بھی نہایت معرکۃ الآرا و مہتم بالشان مسئلہ رہا ہے اور مامون الرشید کے عہد خلافت مین اس نے ایک معتد جماعت علما پر خلیفہ کی خوشامد کا دھبا لگایا اور امام احمد حنبل رح جیسے معظم و برگزیدہ بزرگ کو بھی پا بزنجیر کرایا ہے۔ مخدوم رح تحفۂ غیبی مین فرماتے ہین کہ "جملہ معانی قران و جز آن ملکوتی ہست اما لفظ ملکی ہست"۔

معانی و الفاظ قرآن پر مخدوم کی رائے

پھر فرماتے ہین کہ "جسم ملکی ہست و معنی کہ در وست ملکوتی - ہر چہ محسوس ست و در حس ما
در می آید آن ملکی ست و ہر چہ محسوس ما نیست و ما آن را نمی بینیم آن ملکوتی ہست - آن را
بصیرت باید کہ تا بہ بیند - این ہست کہ گفت **بیت** ہر کرا نمود از محض عطاست ؛ وانکہ
را نہ نمود از حکم قضاست"۔

فقہ مین بھی مخدوم کو اول درجہ کی دستگاہ تھی - بلکہ بذات خاص
اونکو منصب اجتہادی حاصل تھا - اس اجتہاد سے میری غرض اجتہاد فی البعض
ہے - مین آپ کے اجتہاد مستقل کا قائل نہین ہون - آپ دوسرے
فقہا کیطرح تنگ گیر نہ تھے - بلکہ برخلاف اسکے آپ آسانی اور وسعت کے
حامی تھے - سنت الٰہی کے آپ پورے ماہر تھے - آپ اسکو خوب سمجھتے تھے
کہ قدم قدم پر جکڑنے سے دنیا چل نہین سکتی - جب بمقتضاء فطرت انسانی لوگ
سختی کے بوجھ کو اوٹھا نہین سکتے جس سے لازمی طور پر مذہب و تمدن دونون
مین خلل عظیم مترتب ہوگا - آپ کم بین و کوتہ اندیش نہ تھے - آپ کی نگاہ افراد
انسانی کے تمامی طبقات پر حاوی تھی - جہمات مسائل جنپر فن فقہ کی بنیاد قائم ہے
آپکو پورے طور سے مستحضر تھے - خوان پر نعمت کی مجلس ششم مین فرماتے ہین کہ -
راہ اسلام کشادہ ست ہر چہ بر خلق دشوار آید آن امر و زجائز نیست کہ بر خلق بہ نہند - مگر آنکہ چیزے
بنص کتاب ثابت شدہ ہست و خلق آن را آتی می شود و دران مبتلا شدہ - چنین چیزہا
روا نباشد کہ بر خلق آسان گیرند - چنانکہ حرمت شرب خمر بکتاب ثابت شدہ است و چندین

فقہ مین مخدوم کی دستگاہ اور اوسمین انکا اصول

ہزار خلق درین مبتلا شدہ می خورند اینجا نگویند کہ خلق مبتلا شدہ اند۔ اما چیزے در حد مجتہد فیہ است و خلق بران مبتلا شدہ اند۔ بر خلق اندران دشوار نگیرند۔ چنانچہ آسانی خلق باشد دران چیز حکم بدان کنند۔ ہرچہ اجتہاد را دران مدخل ہست فتوا ے بر وجہے بنویسند کہ خلق را آسان باشد و حرجے بدیشان نرسد۔ این حکم از قران ثابت ہست۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ ط۔"

تغیر الفتوے بتغیر الزمان

مخدوم اسکو پورے طور سے مانتے ہوئے تھے کہ تغیر زمانہ کے ساتھ ہی ساتھ احکام فقہی مفتیٰ بہ بھی بدلتے رہتے ہین۔ چنانچہ فرماتے ہین کہ:" اگر در عصر اول فتوے بچیزے دادہ اند کہ آن بر خلق در عصر ثانی و ثالث تشدید ہست و آن مجتہد فیہ ہست۔ این چنین فتوہا در عصر ثانی و ثالث بگردد۔ یَتَغَیَّرُ الْفَتْوٰی بِتَغَیُّرِ الزَّمَانِ اینجا محمول است"

اس تغیر کے وجوہ صاف صاف ہین۔ کیونکہ جو چیز مشروع ہوئی ہے ایک ہیئت خاص کے ساتھ مشروع ہوئی ہے۔ اسلئے اوسکی مشروعیت کا سبب وہ ہیئت خاص ہے۔ مخدوم اسیکو خوان پر نعمت کی مجلس سوم مین فرماتے ہین کہ:" ہرچہ مشروع شدہ است بہیئتے مشروع شدہ ہست پس مقتضی مشروعیت آن چیز ہمان ہیئت ہست کہ شارع بدان آتی شدہ است"۔

رجوع الی القرآن فی جمیع الاحکام الشرح

—— اون مسائل فقہی مین جنکی نسبت صریح نص قرآنی نہ ملے دست در خنا گراشتن آپ جائز نہین کہتے تھے۔ ہان پہلے قرآن کیطرف رجوع کرو اگر اوس سے مدد نہ ملے تو سنت کیطرف رجوع کرو۔ اور اگر وہان بھی چارہ جوئی نہو تو اجماع امت کو دیکھو۔

اِرْجِعْ اِلَی الْقُرْاٰنِ فِیْ جَمِیْعِ الْاَحْکَامِ کے یہ معنی نہین ہین کہ صرف قرآن ہی سے استنباط کرو اور سنت و اجماع و اجتہاد کیطرف رخ بھی نکرو چنانچہ اسکی شرح شرح آداب المریدین مین مخدوم یون کرتے ہین کہ "رجوع کنید در ہمہ احکام بقرآن۔ اگر در قرآن نیابید بسنت رجوع کنید۔ واگر در سنت نیابید باجماع رجوع کنید۔ اگر آنجا ہم نیابید باجتہاد رجوع کنید۔ اگر اہل اجتہاد باشید"

قضاء القاضی ینفذ ظاہرا و باطنا

قاضی کے احکام پر عمل ہونے سے اگرچہ وہ احکام چھپی غلطی پر بھی مبنی ہون۔ مسلمان نہ تو عند الناس ماخوذ ہوتا ہے اور نہ عند اللہ۔ اور قَضَآءُ الْقَاضِیْ یَنْفُذُ ظَاهِرًا وَّ بَاطِنًا سے یہی مراد ہے۔ یہی خیال مخدوم کا بھی ہے۔ چنانچہ وہ خوان پُر نعمت کی مجلس بست و دوم مین فرماتے ہین کہ: "ظاہرًا یعنی میان خلق و باطنًا یعنی عند اللہ۔ صورت این چنین باشد کہ اگر در خلاف واقعہ قاضی بشہادت شاہدین حکم کرد آن حکم او جائز است در ظاہر شریعت و عند اللہ ہم۔ تا فردا برائے آن ماخوذ نباشد۔ چنانکہ اگر مردے دعوے نکاح کرد بر زنے و زوجیت میان ایشان نہ و برین دو گواہ آورد۔ و قاضی بدان دو گواہ حکم بر زوجیت وے کرد۔ اکنون اینجا چنانکہ در ظاہر شریعت آنچہ احکام زوجیت است جملہ ثابت می شود۔ و تصرفات ظاہر ہم جائز می آید۔ در باطن نیز۔ اگر تصرف می کند بحکم قاضی عند اللہ ماخوذ نبود"

ایک مذہب والا دوسرے مذہب والے کے احکام پر عمل کر سکتا ہے یا نہین؟

یہ مسئلہ کہ چونکہ سنت و جماعت کے چارون مذہب حق ہین اگر ایک مذہب والے نے دوسرے مذہب کے موافق عمل کیا تو جائز ہوگا یا نہین اسکی نسبت

مخدوم تحفۂ غیبی مین فرماتے ہین کہ۔ "اگر کسے بمذہبے دیگر کارے می کند فی الجملہ جائز داشتہ اند" پھر فرمایا کہ۔ "اگر یکے میگوید کہ من مذہب امام اعظم ابو حنیفہ ویا مذہب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما بر خود التزام کردم۔ گفتہ اند کہ التزام او بروے لازم گردد یا نہ۔ اصح این ست کہ لازم نگردد۔ پس حنفی مذہب اگر در وقتے کار بر قول امام شافعی ویا بر قول مجتہدے دیگر کند جائز باشد"

خود مجتہد کو جائز ہے یا نہین کہ دوسرے مجتہد کے اجتہاد پر کاربند ہو۔ اسکی نسبت مخدوم کا قول ہے کہ یہ جائز نہین ہے لیکن ضرورت کے وقت ایک مجتہد دوسرے مجتہد کے اجتہاد پر عمل ہو سکتا ہے۔ تحفۂ غیبی مین مخدوم فرماتے ہین کہ "مجتہدے را کار کردن بر اجتہاد خود فرض ست۔ او را جائز نیست کہ تقلید مجتہدے دیگر کند تا اگر مسئلہ پیش آید کہ نہ دران صریح آیت قرآن ست و نہ حدیث پیغامبر علیہ السلام و نہ اجماع امت در چنین مسئلہ مجتہد را واجب این ست کہ اجتہاد کند۔ بدانچہ اجتہاد او واقع شود بدان کار کند۔ و تقلید مجتہدے دیگر نکند کہ مجتہد را تقلید مجتہدے دیگر جائز نیست ولیکن در حق ایشان نیز در وقت ضرورت گفتہ اند کہ اگر بر قول مجتہدے کار کند روا باشد۔ چنانکہ می آرند وقتے در روز جمعہ ابو یوسف قاضی رحمہ اللہ در حمام رفتہ بودند و غسل کردہ۔ بعدہ بمسجد جمعہ آمدند امامت کردند۔ بعد از اداے جمعہ حامی بیامد و خبر کرد کہ موشے در چاہ افتادہ یافتہ ایم و شما امروز غسل در حمام کردہ اید۔ ابو یوسف قاضی رحمہ اللہ فرمود کہ امروز ما درین مسئلہ بر قول امام شافعی کار کردہ ایم کہ بر قول امام شافعی این ست کہ چون

ایک مجتہد دوسرے مجتہد کے اجتہاد پر عمل کرسکتا ہے یا نہین اور کرسکتا ہو تو کونسی حالت مین ؟

آب بہ قُلَّۃ و ثُلُثَیَن رسد کہ اگر نجاستے دران آب بیفتد آب پلید نگردد۔ اینکہ ابویوسف قاضی اگرچہ مجتہد بود و مجتہد را بر قول مجتہدے دیگر کار کردن جائز نہ۔ مع ہذا چون ضرورت بود بنا بر ضرورت عمل ایشان درین مسئلہ بر قول امام شافعی رحمہ اللہ افتاد۔۔۔

۔۔۔۔ و دیگر امام شافعیؒ اینز می آرند کہ وقتے حجامت کنانیدہ بودند۔ موی محاسن وناخن در کنار ایشان افتادہ بود۔ بے آنکہ از خود بیفشانند و دور کنند ہم باآن نماز گزارند۔ و نزدیک ایشان حکم این ہر چیز از زندہ جدا شود چنانکہ موے و ناخن پلید ہست۔ باآن نماز جائز نیست۔ بعد از نماز اصحاب ایشان خبر کردند کہ موے وناخن بر اندام و بر جامۂ شما بود و باآن نماز گزاردہ شدہ است و حکم نزدیک شما بر خلاف این ہست۔ امام شافعی جواب فرمودند کہ درین مسئلہ ما بر قول ابو حنیفہ کار کردہ ایم"۔

سارے اقوال مجتہدہ مختلفہ کو باہم جمع کر سکتے اور اون سب پر عمل ہو سکتے ہین یا نہین۔ اسمین مخدوم کی یہ راے ہو کہ "جمع در ہمہ مسائل نخواہد آمد زیرا کہ در مسئلۂ یکے یجوز گفت و دیگرے لا یجوز گفت۔ در چنین مسئلہ جمع ممکن نیست کہ یجوز و لا یجوز را قول و عمل جمع کردن در وسع کسی نیست از جہت احد۔ مگر جائیکہ ممکن باشد اگر دران صورت جمع میان اقوال می کنند آید۔ و مذہب اہل تصوف خود ہمین ہست و احتیاط درین ہست" (تحفۂ غیبی)

جن اقوال کو جمع کرنا ممکن ہے اونمین مخدوم کا مسلک اجماع کا تھا۔ اور اسکو وہ اسلئے زیادہ پسند کرتے تھے کہ اسمین احتیاط کا پہلو غالب رہتا ہی

تمامی اقوال مختلفہ کو باہم جمع نہین

جمع با

اور عبادات کے باب مین احتیاط واجبات سے ہے۔ دیکھو خوان پر نعمت کی مجلس سی و ششم مین فرماتے ہین کہ "۔ درین فصل احتیاط واجب ہست۔ بروجے آتی شود کہ میان ہر دو قول جمع آید۔ زیراکہ اگر کارے بر قول مجتہدے کرد فردا این را برحق حجت این قول بدست شد۔ چنانکہ این ابرحق حجت این قول شد جائز کہ فردا قول دیگرے حق را برے حجت باشد۔ چنانکہ مسح راس۔ نزدیک امام اعظم رح مسح ربع راس فریضہ است ونزدیک امام مالک رح استیعاب فرض ہست۔ پس احتیاط اینجا واجب ہست۔ بمیان ہردو قول جمع کند جملہ سر را مسح کند...... واین حکم نزدیک مشائخ ست کہ بدان طریق کار کند کہ میان جملہ اقوال جمع آید۔ تا نزدیک مشائخ آمدہ ہست کہ متوضئے اگر مس ذکر کرد وضو بشکند اعادت وضو کند...... ہر مجتہدے را کار بر اجتہاد خود کردن فرض ہست۔ اما درین باب احتیاط مجتہد را نیز شاید کہ جمع کند میان اجتہاد خود و اجتہاد مجتہد دیگر۔ واز یجا نگویند کہ از اجتہاد خود رجوع کرد و تقلید اجتہاد دیگرے کرد۔ زیراکہ او را نظر بدان ہست کہ حکم شرع این ہست کہ احتیاط در باب عبادات واجب ہست۔ بدین شرط جمع کردہ است نہ آنکہ رجوع از اجتہاد خود کردہ ہست۔ یا تقلید اجتہاد مجتہدے دیگر کردہ است۔ دردے عمل مجتہد وغیر مجتہد برابر اند"

حق یہ ہے کہ اجتہاد کا کھٹراگ اوسی دم تک لگا ہوا ہی جس وقت تک درجۂ علم و معرفت حاصل نہین ہوا ہی۔ جب یہ حاصل ہو گیا پھر کہاں کا اجتہاد اور کہاں کی تقلید۔ کیونکہ اجتہاد کا بڑا سبب عدم علم و اشتباہ ہے۔ نہین جاننے

کس وقت تک اجتہاد ہے

کی وجہ سے آدمی مذبذب و مشتبہ حالت مین پڑا رہتا ہے۔ اور ایسی ہی حالت مین غلطی مین گرفتار ہو جانے کے ڈر سے تقلید کرتے جمتی ہی۔ اور جہان پورا علم و معرفت حاصل ہو گیا اوسکو ان دو مین سے ایک کی بھی ضرورت باقی نہین رہتی۔ چنانچہ مخدوم بھی اسی امر کو معدن المعانی کے باب پنجشم مین یون ذکر کرتے ہین :۔

"اجتہاد تا آن زمان ہست کہ کسے بعلم نرسیدہ ہست۔ چون بعلم رسید اجتہاد بر خاست۔ مجتہد کہ بر چیزے اجتہاد می کند یعنی بمغز علم و خلاصۂ علم برسد از ان جہت کہ آن امر برو ملتبس و مشتبہ می شود و بمعرفت آن کما ہو نمی رسد و ضرورت در اجتہاد می شود۔ اما بر کسے کہ ملتبس و مشتبہ نمی شود و بعلم آن رسید و معرفت آن کما ہو حاصل کرد او چہ محتاج ہست کہ اجتہاد کند۔ .... اجتہاد ظنی ہست و ارباب معرفت و مشائخ از ظن و اجتہاد گزشتہ اند و بعلم رسیدہ و معرفت ہر چیزے کما ہو ایشان را حاصل شدہ ہست و بمقام علم برتر از اجتہاد ہست۔ در اجتہاد خطا افتد۔ اما در علم ہرگز خطا نیفتد۔ زیرا کہ علم چیست۔ معرفۃ الشیٔ کما ھو۔ و در ان چہ خطا۔"

مخدوم کے زمانہ مین ہندوستان مین علوم کی حالت

اگرچہ تمام ممالک اسلامی مین مخدوم کے بہت زمانہ قبل ہی سے درس و تدریس کا ایک عظیم الشان سلسلہ قائم ہو گیا تھا اور بڑے بڑے مجتہد۔ فقیہ۔ محدث فلسفی۔ مورخ پیدا ہو گئے تھے اور بادشاہون اور امرا کے دست سخا اور اون کی ہمتین علم و اہل علم کی پرورش مین اپنی فیاضیون کے کرشمے دکھلا رہی تھین۔ تاہم ہندوستان باوجود اسکے کہ اسپر زمانہ سے مسلمان فرمانروا تھے غضب کی خواب غفلت

مین سو رہا تھا۔ یہان جو مدعی علم بھی ہوتے وہ اکثر ایسے ہی ہوتے کہ صرف اون کے دعوے کا بیان کر دینا ہی اوسکی تردید کے لئے کافی ہوتا۔ دیکھو صاحب خوان پر نعمت ذکر کرتے ہین کہ ایک روز شیخ معزالدین نے مخدوم سے کہا کہ بہار مین ایک شخص کہتا ہے کہ مین نے فتوے لکھا ہے کہ جد ابریشمی حرام ہے۔ مخدوم نے فرمایا کہ "بگلی می کرد۔ سخن این چنین کسان راچہ اعتبار۔ اول این چنین کسان را سخن دران ہست کہ بارنے رعایت فہم می کنند؟۔ سخن کہ قبول می کنند از صاحب دینے و مقتدائے و معتمدے اگر شنیدہ باشند آنگاہ قبول کنند۔ اما سخن ہر کس را چہ اعتبار۔ اینجا ہمین کہ ہدایہ، بزدوی خواندہ مفتی شدند۔ جواب فتوائے نبشتن آغاز کردند۔ اگر مسئلہ از عقیدہ و معرفت پرسند درمانند۔ پس سخن این چنین کسان را چہ اعتبار۔ ایشان را فہم کجا و دین کجا"

کون کون باتین مفتی کے لئے ضروری ہین۔

درجۂ **افتا** ایک مہتم بالشان درجہ ہے۔ اسکی ذمہ داریان غضب کی سخت ہین اور اسکے نتائج صرف ہماری موجودہ زندگی تک محدود نہین رہتے۔ بلکہ ہمارے رفیق طریق بنکر غازی کی نیت سے اوس سفر مین بھی جہان کا مسافر پھر نہین لوٹتا ساتھ ساتھ ہوتے ہین۔ اسلئے ہر شخص کا زہرہ نہین ہے کہ اس جگہ قدم رکھ سکے اور ہرگز کوئی شخص جو ذرہ بھی عقل رکھتا ہوگا اسکی ذمہ داریون کو جانکر مفتی بننے کا ادعا محض نہین کر سکتا۔ مگر اسکے استحقاق کے لئے کیا کیا شرطین ہین اسکو جاننا اسکے دعوے سے بچنے کے لئے ضرور ہے۔ فقہ کی کتابین ان شرطون سے بھری پڑی ہین اور اسبارے مین مختلف لوگون نے مختلف شرطین قائم کی ہین۔ مجتہد ہونا

کوئی بحث نہین ۔ کیونکہ وہ میرے دائرے سے باہر ہین۔ البتہ مخدوم نے جو شرطین قائم کر رکھی تھین اونکا اعادہ یہان ضرور ہے۔ وہ فرماتے ہین کہ:۔ "کسانے کہ اصحاب دین اند و معانی کتاب خدا و احادیث رسول صلعم را واقف شدہ اند ایشان توانند کہ بدانند کہ این روایت در کدام محل ہست و کجا صرف کنند۔ درین وقت حدیثے اگر از مفتیان بے سند در مانند و اصلے ہمین پیش نیست۔ تفسیر و احادیث۔ اگر تفسیر و احادیث را مستحضر شدہ باشند توانند کہ احکام ہم ازان گویند کہ احکام ہم از قران و احادیث کشیدہ اند" (خوان پر نعمت)

نئے مسائل فقہی مین کیا کرنا چاہئے

اس زمانہ مین علوم و فنون نے عملی درجہ مین پہونچکر انسان کے تمدن و معاشرت مین ایک ہلچل سی ڈالدی ہے اور انسان پر روزانہ نت نئے ملکون اور وسائل سفر سے سابقہ پڑنے کے راستے کھولدئے ہین۔ سوچنا ہے اب آئے دن مسلمانون کو ایسے ایسے نئے مسائل کے جاننے اور حل کرنے کی ضرورتین پیش آتی رہتی ہین جنکا شارع علیہ السلام و خلفاے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ مین ہرگز موقع نہین تھا۔ ایسی حالت مین ضرور ہوگا کہ جب کوئی نیا مسئلہ پیش آئے تو اوسکے اسباب و موقع و وقت وغیرہ الغرض تمامی حالات مالہ و ماعلیہ کو خوب سوچ سمجھ کر اوسکی راہ نکالی جائے اور صرف یہ کہکر کہ کتب فقہ اس جگہ خاموش ہین یا ایسا ہی چلا آتا ہے چپ نہ رہنا چاہئے کیونکہ اگر ہمارے سلف بھی یہی طریقہ اختیار کئے ہوتے تو اسوقت جو سرمایہ فقہ کا ہمارے پاس موجود ہے اسکا ہرگز وجود نہوتا اور ایسا

گرنا ہے گر بیجا بھی نہو گا۔ دیکھو ایک بار مخدوم کے جلسہ مین بھی ایک ایسا ہی قصہ چھڑا کہ بلغاریہ مین شب کی یہ حالت ہو کہ ادھر آفتاب غروب ہوا اور ادھر فوراً پھر نکلا۔ ایسی حالت مین کتنے وقتون کی نمازین فرض ہونگی۔

مخدوم نے فرمایا کہ :۔ "اہل آن شہر ہمین افتوے کردہ در بخارا فرستادند۔ ائمہ بخارا ہمہ جمع شدند۔ گفتند کہ پنج نماز فریضہ ہست کہ تواند کہ چہار گرداند؟ ہم بدین شکل میان خود ہر کسے چیزے چیزے می گفتند۔ آخر بدین متفق شدند کہ اگرچہ پنج نماز فریضہ ہست اما سبب وجوب وقت ہست و آن اصلا نہ۔ پس نماز ہم واجب نشود۔ در حق ایشان ہمان چہار نماز باشد۔"

(از خوان پر نعمت)

ادائے فرائض مین رضائے ابوین

اگرچہ اب ہندوستان مین مغربی تعلیم کے صدقہ مین ہم ہر طور سے آزاد ہین اور ساری شرطون سے باہر لیکن مجھے ایسے لوگون سے کچھ بحث نہین مجھے صرف اون سے بحث ہے جو اسوقت تک اسلامی تہذیب و قوانین کے پابند ہین۔ اون مین اکثر کا یہ خیال ہے کہ ادائے فرائض مین رضائے ابوین کی شرط نہین ہے۔ مخدوم اس تعمیم کی تردید کرتے ہین۔ وہ کہتے ہین کہ فرض کی دو قسمین ہین۔ ایک فرض زائد اور ایک فرض لازم جیسا کہ نماز پنجوقتی۔ روزہ رمضان رمضان لانا وغیر ذالک۔ نماز جنازہ اور جہاد کرنا یہ فرض زائد کی مثالین ہین۔ اسی لئے اگر کوئی شخص چاہے کہ جہاد مین جائے تو رضائے ابوین شرط ہے۔ اور اگر یہی جہاد نفیر ہو جائے تو فرض لازم ہو جائیگا اور رضائے ابوین کی شرط باقی نرہیگی۔

کیونکہ اصول دین مین رضاے ابوئین کی بخ نہین ہے۔ زوائدین البتہ یہ مشروط ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص تصفیۂ باطن کی غرض سے کسی بزرگ کے پاس جانا چاہے تو چونکہ یہہ زوائد سے ہے اور بلا اسکے نفس ایمان مین خلل نہین ہوتا ہے رضاے ابوئین شرط ہے۔ شرع مین ابوئین۔ اوستاد۔ پیر۔ سب کو حقوق ہین۔ انکے حقوق کی رعایت ضرور ہے۔ (خوان پر نعمت)

اسجگہ ہرگز بیجا نہوگا اگر مین اون چند مسائل فقہی پر جو فی زماننا ہندمین علماے اسلام کے درمیان باعث نزاع باہمی ہو رہے ہین مخدوم کی جو رائے تھی اوسکو جگہ دون۔ وھو ھذا:۔

قرأت فاتحہ خلف الامام

قرأت فاتحہ خلف الامام:۔ خوان پر نعمت کی مجلس سی و ششم مین مخدوم سے منقول ہے کہ۔" قرأۃ فاتحہ بکند۔ و مشائخ ہمی خوانند۔ وآنکہ درین باب وعید آمدہ است کہ مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْاِمَامِ فَفِیْ فِیْهِ الْکَثْلَثَةُ[1] یحتمل کہ ازین قرأۃ ضم سورہ مراد باشد۔ اما علی الیقین از کجا اید کہ مطلق قرأۃ مراد باشد۔"

دعاے قنوت در نماز صبح

خواندن دعاء قنوت در نماز بامداد۔ معدن المعانی مین ہے کہ۔" مولانا نصیر الدین امام قاضی حنفی مجاہ۔ احیاء علوم میگزشت تا برین حرف رسید نزدیک امام شافعی در نماز بامداد دعاء قنوت بخواند۔ بیچارہ عرض داشت کہ مشائخ برین جمہ میگزارند یا نہ؟ بندگی مخدوم علیہ الرحمۃ فرمود کہ نمیگزارند مگر کہ از مذہب امام شافعی باشند۔ و مشائخ

[1] اے ہر کہ قرأت کند پس امام۔ پس سنگریزہ یا خاک در دہانش باد ۱۲

دیگر ہم بگزارند و قسمے کہ کارے و نہجے ایشان را پیش می آید۔

آمین با لجہر یا بالستر: معدن المعانی مین ہی کہ بیچارہ عرضداشت کہ امام بعد ولا الضالین۔ آمین گوید؟ مخدوم فرمود کہ گوید امّا بخافت آہستہ

آمین بالجہر یا بالستر

سجدہ لغیر اللہ پر جو بحث مخدوم کی ہے اوسکا ذکر بھی یہان پر خالی از فائدہ نہوگا۔ اور یہ بحث اسیر چھڑی تھی کہ حاضرین مجلس مین سے ایک شخص نے کہا ایک بار شیخ نظام الدین اولیا کی حضور مین ایک شخص آیا اور اوسنے بطور سجدہ سر نیاز زمین پر رکھا تھا۔ مخدوم نے اسکو سنکر فرمایا کہ "شاید کہ مباح باشد۔ زیراچہ پیش ازین پیشینیان بجاے تحیت رعیت مر بادشاہ را سجدہ میکردند۔ و تحیت پیشینیان نیز سجدہ بود۔ شاید کہ باقی ماندہ باشد .... از ضرورت نسخ این لازم نیست کہ اصلا مراد را مشروعیت باقی نماند۔ روا باشد کہ چیزے منسوخ شود و شریعت در وجوے باقی ماند۔ چنانکہ روزۂ عاشورہ و روزۂ ایام بیض کہ فرضیت آن منسوخ ست معہذا شریعت باقی ست .... اگر بہ نیت عبادت سجدہ کند انگاہ کفر باشد اما بہ نیت تحیت و سلام شاید کہ مباح باشد" (از خوان پر نعمت)

سجدہ لغیر اللہ

امامت مُبتدِع کا مسئلہ بھی ایک معرکۃ الآرا مسئلہ ہے مخدوم نے اسبارہ مین مختلف اقوال کا موازنہ کرکے جو راے قائم کی ہے اوسکو مین ہرگز ترک نہین کرسکتا۔ تحفۂ غیبی مین مخدوم فرماتے ہین کہ: "بعضے جانگاہ در نظر آمدہ ہست کہ امامت مبتدع جائز ہست ولیکن مکروہ۔ ...... علماء را درین اختلاف

امامت مُبتدِع

است۔ قَالَ بَعْضُهُمُ الْبِدْعَةُ كُفْرٌ وَالْمُبْتَدِعُ كَافِرٌ۔ و بعضے گفتہ اند بدعت کہ در ذات وصفات و کلام و ارادت و آنچہ بانکار آن انکار نص کتاب و خبر متواتر و اجماع امت لازم آید ایچنین بدعتے کہ خلاف دین ہمہ باشد کفر است۔ و بدعتیکہ جز این است موجب کفر نیست بلکہ فسقے باشد۔ پس اینکہ در روایت قید افتادہ اِذَا لَمْ يَكُنْ مُبْتَدِعًا۔ شاید کہ مراد ازین مبتدع مبتدعے باشد کہ یحکم بکفرہ۔ . . . . . و دیگر وجہ بدین طریق گویم کہ چون در کفر مبتدع اختلاف است بعضے علما مطلقاً کافر گفتند و بعضے فاسق گفتند۔ پس از جہت احتیاط ہمچنین آید کہ امامت مبتدع جائز نباشد نَظَرًا اِلَى الْاِخْتِلَافِ فِىْ كُفْرِهٖ۔ و این جہت عدم جواز امامت را در حق ہمہ مبتدعان مطلقاً نیکو وجہے است . . . . . آنکہ این حدیث آوردہ اند کہ صَلُّوْا خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَّ فَاجِرٍ این حدیث مأوّل است در حق امیر برّ و فاجر۔ ازین مراد امیر برّ و فاجر است۔ نہ مطلقاً برّ و فاجر۔ یعنی پس ہر امیر بد و نیک نماز بگزارید۔ جائے ہمچنین نوشتہ دیدہ ام و ہمانجا ذکر کردہ است کہ اگر در غیر امیر داریم پس بہ بینیم کہ فاجر مُعلن است یا فاجر مستور۔ اگر فاجر مُعلن است امامت او جائز نبود۔ و اگر مستور است امامت او جائز بود اما در حق امیر فاجر مُعلن گفتہ اند کہ امامت او جائز باشد۔ زیراکہ زجر در حق امام متعذر است و در حق غیر امام متعذر نہ"

شیخزادہ اُچّہ نے ایک بار مخدوم سے سوال کیا کہ درود میں جو یہ کہتے ہین کہ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ۔ اسمین تو حضرت

كما صلیت علی ابراھیم کی تشریح

ابراہیمؑ سے تشبیہ ہوئی پس شبہ بہ کو مشبہ سے فاضل ہونا چاہئے مخدوم نے جواب دیا کہ تشبیہ نفس رحمت مین ہے نہ کہ نفس مرحوم مین مقصود یہ ہے کہ باندازہ قدر ومنزلت حضرت ابراہیمؑ کے جیسی رحمت تو نے اونپر کی ہے ویسی ہی رحمت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر انکی قدر ومنزلت کے اندازہ سے کر۔ اس سے فضیلت مین کوئی نقص نہین آتا۔ شیخ معزالدین نے جو حاضر مجلس تھے اسپر یہ اعتراض وارد کیا کہ اگر نفس رحمت مراد تھی تو حضرت ابراہیمؑ کی تخصیص کی کیا وجہ۔ مخدوم نے اسکا یہ جواب دیا کہ چونکہ حضرت ابراہیمؑ کو مقام خلت حاصل تھا اور ہمارے پیغمبر صلعم کو مقام محبت۔ اور خلت ومحبت معنے کے اعتبار سے واحد ہین اسلئے حضرت ابراہیمؑ کی اس جگہ تخصیص کی گئی۔ (خوان پر نعمت مجلس بست وہفتم)

ایسے **معمولات** جنمین قبول کی شرطین موجود نہون وہ بقول مخدوم هباءً مَنْثُوْرًا ہین۔ اونکی کوئی جزا نہین لیکن شرائط جواز کی موجودگی کے سبب ایسے لوگ شرعاً بری الذمہ ہونگے۔ علاوہ برین اگر ایسے معمولات کو کسی نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہو تو بحکم حال وہ فرائض حال ہوجائینگے بقدر امکان اونکو بجا لانا چاہئے اور جتنا کہ وہ بجا لاسکتا ہو اگر اوس مین اوسنے پہلوتہی کی تو اوسکے لئے وہ ماخوذ ہوگا۔ معمولات ووظائف

مخدوم سحر کے قائل تھے اس سے میری مراد یہ نہین ہے کہ وہ اسکی مخدوم سحر کو مانتے تھے

حقانیت کو مانتے تھے بلکہ اسکے اثر کو تسلیم کیے ہوئے تھے۔ **معدن المعانی**
کے باب ششم مین فرماتے ہین کہ "السحر حق یعنی ثابت اثرہ۔ حاین نہ آن
حق ہست کہ ضد باطل ہست"۔

فرق میان سحر و معجزہ

سحر و معجزہ مین جو فرق ہے اوسکا بیان بھی یہان پر بیجا نہو گا۔ معجزہ وہ ہے جو خرق عادت کے طور پر نبی سے ظاہر ہو۔ اور دوسرے لوگ اوسکے مماثل کے اظہار سے عاجز ہون۔ اور سحر وہ ہے جو خرق عادت کے طور سے نہین بلکہ بطور معتاد ساحر سے سرزد ہو۔ مگر چونکہ آلات و اسباب جو اوسکے ظہور کے لئے لازمی ہین وہ دقیق و دشوار ہین اسلئے ہر شخص اوسکو نہین کر سکتا۔ لیکن اگر اون اسباب و آلات کو بہم پہونچا سکین اور اوسکی شرائط لازمی کو پورا کر سکین تو اوسکا ہونا ممکن ہے۔ اور چونکہ ایک ساحر دوسرے ساحر سے سیکھتا ہے اسلئے باوجودیکہ سحر و معجزہ صورتاً ایک ہی طور سے دکھائی دیتے ہین سحر خرق عادت نہین ہے بلکہ معتاد ہے۔ معجزہ مخصوص انبیا ہے۔ اور نبوت کسبی اور اختیاری نہین۔ یہ مختص بفضل ہے۔ پیغمبر پیش از اظہار وحی و بعد از اظہار وحی دونون حالتون مین پیغمبر ہے۔ اور پیش از وحی و اظہار نبوت نبوت کی علامتین اوس مین ظاہر ہوتی ہین کہ وہ سب اوسکی نبوت پر دال ہوتی ہین اور یہ ممکن الوقوع ہے۔ کیونکہ اگر کسی شخص مین کوئی چیز ہو تو قبل اسکے کہ وہ چیز اوس مین ظاہر ہو بعض علامتین اور دلیلین اوسکی اوس مین ایسی ظاہر

ہوسکتی ہین جو دوسرون ہین نہون -

علم کلام کے اکثر مسائل پر جو مخدوم نے بحثین کی ہین وہ صاف صاف علم کلام

آپ کی قابلیت و دقت نظر کی تصدیق کر رہی ہین - ایک مرتبہ اس پر بحث تھی کہ

"دولت از قابل نگرزد و بنا مستعد نرسد - این از جہت جریان سنت الٰہی ست - اما از "دولت از قابل نگرزد و بنا مستعد نرسد ۱۲"

روے قدرۃ نیست" - مخدوم نے جو بحث اس مسئلہ پر کی ہے اوسکو مین خوان نعمت

سے جستہ جستہ بلفظہ یہان پر ناظرین کے ملاحظہ کے لئے نقل کرتا ہون - اس

بحث کے پڑھنے سے پورے طور سے مخدوم کی دقت نظر اور قابلیت کا اندازہ

ہو جائیگا - وھو ھذا :- "از ہر کہ کارے در وجود خواہد آمد قابلیتے از ان آن دارد - بحکم

آن قابلیت آن از وے آید - اگر قابل نیست ہرگز نیاید . . . . وقابل اورا گویند کہ

معنے را از معانی بپذیرد - چنانکہ ہم درمیان متعلمان یکے از اینہاست کہ ذکائے و طبعے دارد - اگر

اورا علم میگویند می پذیرد و باشارتے فہم می کند - اینچنین کسے را گویند کہ قابل ست -

یعنی آنچہ می شنود می پذیرد - اما اگر کسے آن ندارد اگرچہ علم می خواند و ہزار بار باو میگویند

ہم ہیچ نمی پذیرد و ہمچنان ست کہ گوئی نشنید - وہمچنین مثلاً دو محل ست - در یکے صورتے

می نگارند - نقش آن بر می آید - و یکے محل ہمچنان ست کہ سیاہ ست یا لخشان ست اگر

صورتے بروے نقش می کنند اصلا برنمی آید - و آن نقش را نمی پذیرد - وہمچنین نقاش اگر

در کاغذے میخواہد نقشے برآرد - اول در ان کاغذ رنگے می کند - چنانچہ براے نقش را آمدہ است -

آنگاہ بالاے آن نقش می کند نقش بر می آید - آن چیست - اول کاغذ را قابل نقش میگرداند -

بعد ازان نقش می پذیرد - و همچنین انگشتری که بدان مهر میکنند - اگر بر گلے یا بر موم می زنند مهر پیدا
می شود - اما اگر بر سنگے می زنند مهر پیدا نیاید - و همچنین در هر چیزے"۔ . . . .
"و عدم قابلیت را سبب این ہست کہ۔ نقصانے کہ در خلقت افتادہ ہست - و یا خود در خلقت
نیست لیکن بعد ازانکہ در وجود آمد عارضہ ہا را کسب کرد - آن عارضہ ہا معانی را نمی پذیرد -
پس جائیکہ بسبب عارضہ ہاست ضدّ آن کسب کند تا آن عارضہ ہا برخیزد قابلیت پدید آید - پیری
و مریدی ازینجاست کہ پیر بقوت ولایت ضدّ آن کسب کناند - و از ناقابلیت عارضی بقابلیت
برد - و آنجا کہ قابلیت ہست آنجا بخششے و نظرے از پیر بسندہ ست" - بیرونی حجرہ کے
سامنے بیٹھے ہوئے تھے اور آگے صحن تھا اوسی کی مثال دیکر مخدوم نے فرمایا
کہ "چنانکہ شعاع آفتاب برین دیوار و صحن می رسد - ازان سبب ہست کہ ہیچ حائلے میان
او و میان شعاع آفتاب نیست - اما درین حجرہ کہ پیش چندین پوشش دارد و شعاع آفتاب
نمی رسد ازان سبب ہست کہ چندین دیوار و پوشش پیش این برآوردہ اند و این ہمہ
عارضہ ہاست کہ حائل شدہ ہست میان این و میان شعاع آفتاب - اگر از پیش حجرہ
این ہمہ را خراب کنند و دور کنند این ہمچنان شود کہ این دیوار و صحن پیش - درین ہم
شعاع آفتاب رسیدن گیرد - پس دیوار و صحن بسبب آنکہ دران این عارضہ ہا نیست
قابل شعاع آفتاب ہست - اما حجرہ بسبب این عارضہ ہا قابل نشد - ازان نمی پذیرد - شعر

چہ وجود نقش دیوار و چہ آدمی کہ با او ٭ سخنے ز عشق گویند و دردا ثر نباشد

ہم برین نسبت ہرچہ از عالم غیب در ملک و شہادت پیدا می آید ہمان مقدار

پیدا می آید کہ قابلیت آن دارد" بعدہ فرمود کہ "درفرزود ست متعلمان درفقہ آنچنانند کہ
اے شیخ بنگاہ"
مومی شگافند۔ اما اگر در نحو و علل سوال کنند کہ این رفع چرا است و این نصب چرا است
نگویند و ندانند۔ ہم ازینجا ہست۔ کہ فقہ را قابل اند و نحو و علل را قابل نیستند۔ وگرنہ
مِنْ حَيْثُ اَنَّهٗ عِلْمُهٗ چہ نحو و چہ فقہ۔ چہ این و چہ آن۔ ولے در ہر یکے قابلیتے افتادہ
ہم بران قابلیت چیزے می رود۔ اگر یکے ہست کہ طبعے صاف دارد۔ ہر چہ می شنود
می پذیرد و بہمہ علم می رسد و در می یابد۔ اکنون این را گویند کہ قابل ہمہ معانی ہست
و این چنین کسے نادرست۔ (خوانِ پُرنعمت مجلس ہشتم)

انبیا پیش از اظہار نبوت کبائر سے معصوم ہوتے ہین یا نہین اسکے متعلق مخدوم فرماتے ہین کہ وہ پیش از اظہار نبوت کبائر سے معصوم نہین ہین جائز ہے کہ کبائر ان سے سرزد ہون۔ اور وہ مقرون بتوبہ ہون۔ البتہ نبوت کے بعد جملہ معاصی سے معصوم ہوتے ہین۔ مگر شرک سے ہر حالت مین برابر معصوم ہوتے ہین اور معرفت خداوند عزوجل انکو برابر حاصل رہتی ہے۔ یہانتک کہ کہا گیا ہے کہ شکم مادر مین بھی بذریعہ الہام کے عارف ہوتے ہین او بعد ولادت پیدا ہوتے ہی معرفت استدلالی حاصل ہو جاتی ہے۔ انبیا پیش از اظہار نبوت کبائر سے معصوم ہین یا نہین؟

معراج کی نسبت مخدوم کا قول ہے کہ "معراج رسول علیہ السلام بہ بیداری بود و بہ شخص بود" **معدن المعانی** کے باب ہشتم مین اسپر مخدوم کی ایک طویل بحث ہے جسمین معتزلیون کے اعتراضات اجوبۂ شافیہ معراج پر مخدوم کی رائے

سے رد کئے گئے ہین۔

معراج مین دیدار خداوندی کی نسبت مخدوم کا ارشاد

لیکن اس مسئلہ مین کہ آنحضرت صلعم نے معراج کی شب حضرت خداوند عز وجل کو دیکھا یا نہیں۔ آپ فرماتے ہین کہ راے غالب یہ ہے کہ "ندید مرخداوند عزوجل را بچشم۔ و نہ ہیچکس اندر دنیا بیند۔ چنانچہ روایت کردہ اند از مادر مومنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ اَنَّهَا قَالَتْ مَنْ زَعَمَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَاٰی رَبَّهٗ فَقَدْ كَذَبَ۔ ہر کہ گوید کہ محمد خداے عزوجل را دید دروغ گفت۔ و بیشترین اہل سنت و جماعت ہمبرین اند کہ مادر مومنان گفتہ است رضی اللہ عنہا"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت مخدوم فرماتے ہین کہ وہ فقیہہ امت ہین اور آدھے احکام دین ان سے ماخوذ ہین اور انکے بارے مین سالتمآب صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا قول ہے کہ خُذُوْا شَطْرَ دِيْنِكُمْ عَنِ الْحُمَيْرَاءِ

کسی شخص کا بوجہ کرامت خدا کو دنیا مین بصر یا بدل دیکھنا جائز ہے یا نہیں

کسی شخص کا بوجہ کرامت خدا کو دنیا مین بصر یا بدل دیکھنا جائز ہے یا نہین۔ اس مسئلہ کے متعلق مخدوم شرح آداب المریدین مین فرماتے ہین کہ "اجماع امت کہ خداوند عزوجل را بدنیا نشاید دیدن بہ بصر و نہ بدل مگر از جہت یقین یعنی دیدار اندر دنیا روا نباشد۔ نہ بچشم و نہ بدل مگر از جہت یقین۔ بدان معنی کہ بہ یقین بدل براند کہ ہست۔ و چون یقین خداوند مر بندہ را درست گشت ہمچنان باشد کہ دید۔ ولیکن نہ دیدار بود۔ و ہر کہ روا دارد بندہ مر خداوند را بدین جہان بیند معاینہ بچشم یا بدل ضال ہست و مبتدع ہست و کذاب ہست۔ مگر بدان معنے کہ بہ یقین دل

براند کہ ہست۔" پھراوسی شرح آداب المریدین مین فرماتے ہین کہ۔
"اگر گویند چون رویت جائز ہست در آخرت باید کہ جائز بود در دنیا کہ ہر چیز کہ جائز ہست مخصوص
نیست بمکانے جوابش ہمچنین ہست کہ لیکن وعدہ در آخرۃ ہست۔ ودلیل بر ثبوت رویت این آیت
ہست لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَۃٌ در تفسیر چنین آوردہ ہست اَلَّذِیْنَ
اٰمَنُوا الْجَنَّۃَ۔ وَالزِّیَادَۃُ النَّظْرُ اِلَی الرَّبِّ یعنی مرآن کسان راکہ ایمان
آوردہ اند بہشت ہست۔ وزیادت دیدن پروردگار ہست۔ سی وہفت تن از یاران رسول صلی اللہ
علیہ وسلم کہ ابوبکر وعمر رضہ از جملہ ایشان اند این آیت را ہمین تفسیر کردہ اند"

مشیت وارادہ

مشیت وارادت کے مسائل کو جس خوبصورتی سے مخدوم نے
سمجھایا ہے اوسکا اندازہ اونکی تحریر کے مطالعہ سے بخوبی کیا جاسکتا ہے۔
اسلئے مین ان مسائل پر جو مخدوم کی بحث ہے اوسکو بلفظہ نذر ناظرین کرتا ہون۔
خوان پر نعمت کی مجلس بست و پنجم مین آپ فرماتے ہین کہ۔ "مشیت
وارادۃ ہر دو واحد ہست۔ اِلَّا اَنَّ مَا یَحْصُلُ بِالْاِرَادَۃِ یَطَّلِعُ عَلَیْہِ غَیْرُ
اللّٰہِ وَاَنَّ مَا یَحْصُلُ بِالْمَشِیَّۃِ لَا یَطَّلِعُ عَلَیْہِ غَیْرُہٗ۔ ہم برین قدر فرقے
کردہ اند وگفتہ اند۔ خوف انبیاء واولیاء از نجا ہست کہ انچہ در مشیت ہست بدان ہیچ کس را
اطلاع نیست جز خدائے راعز وجل۔ نہ ملک را۔ نہ لوح را۔ نہ قلم را۔ انچہ قلم را فرمان می شود کہ
بنویس کہ فُلَانٌ سَعِیْدٌ اِنْ شِئْتُ وَفُلَانٌ شَقِیٌّ اِنْ شِئْتُ۔ واین جملہ
در عصمۃ الانبیاء مذکور ہست۔ پس انچہ قلم بر لوح می نویسد بدین وجہ می نویسد۔ پس از روے

تحقیق اگرچہ قلم می نویسد ہم او را معلوم نیست کہ در مشیت چیست وہم لوح را کہ در وے
می نویسد۔ بیت یک ذرہ ز زلف کافر تو ؛ غارت گر صد ہزار دین ہست ۔
.... وہم از نجاست کہ در مذہب ما استثنا در استقبال در ایمان جائز
می دارند یعنی مومن اگر میگوید اَنَا مُؤْمِنٌ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ۔ و این در استقبال
مراد می دارد جائز ہست۔ اما فی الحال والماضی کہ ایمان از وے موجود شد در ان او را
علم قطعی شد کہ مومن بود۔ در ان استثنا نتواند کرد کہ آن معلوم شد۔ زیرا کہ استثنا
در فعلے درست ہست کہ در صدد وجود باشد۔ شود یا نشود۔ درین محل استثنا ہست۔
و آن نباید مگر در استقبال کہ آن معلوم بندہ نیست قطعاً۔ چنانکہ خیریت فی خاتمہ۔ آن تعلق
بمستقبل دارد۔ بندہ را در ان اطلاع نیست کہ ختم بر ایمان شود یا نہ شود۔ اگر اینجا استثنا
می کند جائز۔ شعر۔ چون زلف بناز بر فشانی ؛ صد فتنہ از و شود جہان را ؛
و اما امام شافعی کہ استثنا در حال جائز میدارد بہ تردد و شک نمی دارد۔ نزدیک او شکے و ترددے
معاذ اللہ در ایمان خود نیست فی الحال تا از اینجا جائز می دارد۔ لیکن می گوید فعلے کہ در حال
و ماضی موجود شدہ ہست ہمچنان ہست کہ موجود شد حقیقتاً۔ اما استثنا کردن آن فعل لائق
با دب ہست۔ زیرا کہ این ادب باشد کہ حوالہ بمشیت کنند و خود را از فعل بیرون برند اگرچہ
فی الحال در ایمان خود شک و تردد نیست و علم یقین بران ہست۔ اما ادب این باشد
کہ حوالہ بمشیت حق کنیم۔ و حجت این آیت می آرند کہ در انچہ حضرت رسالتمآب صلعم
در مدینہ بودہ اند پیش از فتح مکہ بخواب دیدند کہ مکہ را فتح کردہ اند و در مکہ در آمدہ۔ و خواب

انبیا وحی ہست وبان ہیچ ترددے وشکے نیست وکذب جائز نہ۔ قطعاً ہچنان شود کہ دیدہ اند۔ با این ہم حق تعالےٰ در کلام مجید خود برین وجہ اخبار کرد کہ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۔ اگر ہمین مقدار اخبار کردے کہ لَتَدْخُلُنَّ بسندہ بودے کہ اخبار از امرے کہ البتہ خواہد شد از انہاست کہ کذب وخلاف عیان جائز نہ وآن شدنی ہست۔ با این ہم حق تعالےٰ تعليماً للادب برین عبارۃ اخبار کرد کہ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ۔ پس ازینجا معلوم شد کہ در ہر چیزے کہ از بندہ در وجود آید حوالہ کردن بمشیت حق ادب ہست۔ اینک حجت امام شافعی این ہست۔ اما علماے ما این را جواب می گویند کہ آنکہ استثنا در آیت مذکور ہست آن متعلق بقولہ لَتَدْخُلُنَّ نیست بلکہ متعلق بہ اٰمِنِيْنَ ہست۔ زیرا کہ وعدہ درین نیست کہ اٰمِنِيْنَ درآیند یا خَآئِفِيْنَ درآیند۔ وعدہ واخبار در درآمدن ہست پس استثنا را چہ فائدہ۔ بلکہ درانچہ وعدہ واخبار نیست تعلق آن بمشیت سائغ واولےٰ باشد۔

خوف ورجا کا مسئلہ علما کے درمیان نہایت معرکۃ الآرا مسئلہ ہے متکلمین نے اسپر بڑی بڑی بحثین کی ہین۔ مخدوم کی تقریر بھی اسکے متعلق معدن المعانی مین موجود ہے۔ آپنے ان دو لفظون **رجا** اور **تمنا** کے مرادف المعنے ہونے کے خیال سے پہلے ان دونون لفظون مین جو فرق ہے اوسکو بتایا ہے فرماتے ہین کہ "رجا کی اصل شرائط عبودیت کی نگہداشت۔ اوامر کی بجاآوری اور نواہی سے اجتناب ہے۔ پہلے عبودیت کی اقامت ہو تب رجا۔ اور **تمنا**

مسئلہ خوف ورجا

کے یہ معنی ہین کہ بلا طاعت اور بجا آوری احکام اور بغیر اجتناب نواہی کے یہ امید رکھین کہ خدا غفور ہے اسلئے بخشایش ہوگی مثلاً ایک شخص نے زمین کو جوتا بویا اوسکے بعد یہ امید رکھتا ہی کہ اوسمین غلہ پیدا ہوگا۔ اس جگہ یہ کہینگے کہ اوسکو رجا ہے۔ برعکس اسکے ایک شخص بلا جوتے بوئے غلہ کی امید رکھتا ہو تو یہ کہینگے کہ اوسکو تمنا ہے۔ بعضون نے اس تمنا کو حمق سے بھی تعبیر کیا ہے“۔

اسکے بعد آپ **خوف و رجا** کو بیان فرماتے ہین۔ کہتے ہین کہ ”خوف کی علامت یہ ہے کہ مناہی سے اجتناب کرے اور رجا کی علامت یہ ہی کہ اتیان اوامر کری۔ اگر کسیکو دعوے خوف کا ہو تو دیکھنا چاہیئے کہ اوسکو مناہی سے اجتناب ہے یا نہین۔ اگر ہے تو البتہ اوسکو خوف ہی ورنہ وہ کذاب ہی۔ کُلُّ قَوْلٍ لَا یُصَدِّقُہُ الْفِعْلُ فَھُوَ کِذْبٌ۔ کیونکہ اگر اوسکو خوف ہوتا تو وہ ہرگز ارتکاب مناہی نہ کرتا۔ اسیطرح اگر کوئی کہے کہ مین خدا ہی سے امید رکھتا ہون اور میری امید خدا ہی سے ہے تو یہ دیکھنا چاہیئے کہ اوس سے اتیان اوامر ہوتا ہے یا نہین اور وہ امتثال فرمان حق کرتا ہے یا نہین۔ اگر کرتا ہے تو جاننا چاہیئے کہ البتہ اوسکو رجا ہے اور صادق ہے۔ اور اگر امتثال نہین کرتا ہے اور ارتکاب مناہی کرتا ہے تو کذاب ہے۔ کیونکہ رجا بعد بجا آوری شرائط عبودیت کے ہے“۔

مسئلہ جبر و اختیار

جبر و اختیار کا مسئلہ بھی نہایت مہتم بالشان مسئلہ ہے۔ عرفا کا علی العموم یہ مسلک ہی کہ بندہ جو فعل کرتا ہے وہ منجانب حق ہوتا ہی۔

مگراس اصول پر بہت سے اعتراضات لازم آتے ہین۔ مخدومؔ نے معدن المعانی مین اس پر ایک طولانی بحث منطقی طور سے کی ہے اور اہم اعتراضات کے جانچ پرتال کے بعد اسکی صحت کو مانا ہے۔" آپ فرماتے ہین کہ "عرفا کا افعال کو اپنی جانب منسوب نہ کرنا اور اونکو منجانب حق جاننا اس معنے سے ہر کہ فعل بتوفیق اللہ تعالےٰ وجود پذیر ہوتا ہے۔ عرفا توفیق حق کے مشاہدہ مین ایسے مستغرق ہوتے ہین کہ اپنے فعل پر اونکی نظر نہین پڑتی اور اس مشاہدہ مین توفیق حق کے سامنے اپنے فعل کا اونکو پتا نہین ملتا۔ باوجودیکہ وہ اسکے معترف ہوتے ہین کہ بندہ مین کسب فعل ہے۔ لیکن بوجہ مشاہدۂ توفیق کے اپنے فعل سے اونکو قطع نظر رہتی ہے۔ اب رہا یہ قول کہ بندہ کو اختیار ضروری ہے۔ اسکی یہ وجہ ہے کہ جو کچھ کہ اختیار و خواست حق ہوتا ہے بندہ وہی اختیار کرتا ہے (یعنی اضطراری)۔ اوسکے سوا کچھ نہین اختیار کرسکتا کہ وَمَا تَشَاؤُنَ اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ۔ پس بندہ اپنے اختیار مین مضطر ہے۔ اسیوجہ سے کہتے ہین کہ بندہ کو اختیار ضروری ہے۔ عین القضاۃؔ نے اس اختیار ضروری کی یہ تمثیل لکھی ہر کہ جب بگولا اوٹھتا ہر تو اوس مین ذرّے ہوا کی وجہ سے متحرک ہوتے ہین۔ جو دیکھتا ہے وہ یہی سمجھتا ہے کہ ذرّے متحرک ہین مگر یہ بات نہین ہے۔ بلکہ آندھی کی وجہ سے ہوا کو حرکت ہوتی ہے۔ اور ہوا کی حرکت کی وجہ سے ذرّے متحرک ہوتے ہین۔ کیونکہ ذرّے اپنی حرکت

مین ہوا کی حرکت کی وجہ سے مضطر ہین - اسیطورسے جو خدا اختیار کرتا ہے وہی
بندہ بھی اختیار کرتا ہے - اگر بندہ اسکے خلاف کرنا چاہے تو نہین کر سکتا ہے
اسجگہ دو اعتراض وارد ہوتے ہین - اول تو یہ کہ اس صورت مین کافر اپنے کفر مین او
عاصی معصیت مین معذور ہوگا - کیونکہ اوس سے وہی سرزد ہوا جو خدا کی خواہش تھی -
اور یہ اونکے اختیار کے منافی ہے - اسکا جواب یہ ہے کہ اس سے کافر و عاصی
کے اختیار کی نفی لازم نہین آتی - کیونکہ اوسی قوت و استطاعت کی سبب سے جس سے
کافر نے کفر اختیار کیا وہ اسپر بھی قادر تھا کہ ایمان لائے اور ایسا ہی از روی فعل
کے بھی - پس اختیار ثابت ہوا - اور اس رو سے مختار ہوگا نہ کہ مجبور - دوسرا اعتراض
یہ ہوتا ہے کہ جب کافر و عاصی نے وہی کیا جو خدا کی خواہش تھی تو اس صورت مین
کافر و عاصی مطیع ہوئے - اسکا جواب یہ ہے کہ اطاعت کے معنی یہ ہین کہ مامور
کی تعمیل کرے نہ کہ مراد کی - اور اس جگہ اتیانِ مراد ہوا نہ کہ اتیانِ مامور بہ - اسکو
اطاعت نہین کہہ سکتے - یہ آدمی ہی کا خاصہ ہے کہ جس قوت کے ذریعہ سے طاعت
کرسکتا ہے اوسی سے معصیت بھی کرسکتا ہے "

متشابہات
مضاف بحق

متشابہات جو مضاف بحق ہین جیسے کہ وجہ و ید

ازین قبیل انکی نسبت مخدوم کی رائے حضرت امام ابو حنیفہ[1] کی راے سے جو

---

[1] امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول فقہ اکبر مین یہ ہے " وَلَہٗ تعالیٰ یَدٌ وَوَجْہٌ وَنَفْسٌ فَمَا ذَکَرَ اللّٰہُ فِی الْقُرْاٰنِ مِنْ ذِکْرِ الْوَجْہِ وَالْیَدِ وَالنَّفْسِ

فقہ اکبر مین ہے۔ اور ابو الحسن اشعری کی رائے ہے جو ابانہ مین ہے

فَهُوَ صِفَاتٌ بِلَا كَيْفٍ وَلَا يُقَالُ اَنَّ يَدَهٗ قُدْرَتُهٗ اَوْ نِعْمَتُهٗ لِاَنَّ فِيْهِ اِبْطَالَ الصِّفَةِ وَهُوَ قَوْلُ اَهْلِ الْقَدْرِ وَالْاِعْتِزَالِ وَلٰكِنَّ يَدَهٗ صِفَةٌ بِلَا كَيْفٍ وَغَضَبُهٗ وَرِضَاهُ صِفَتَانِ مِنْ صِفَاتٍ بِلَا كَيْفٍ۔" یعنی واسطے اللہ تعالے کے ید ہے اور وجہ ہے اور نفس ہے جو ذکر کیا ہے اللہ تعالے نے قرآن مین وجہ اور ید اور نفس کا وہ صفات اللہ تعالے کی ہین جنکی کیفیت مجہول ہے۔ اور نہین کہا جاسکتا ہے کہ ید اوسکا قدرت اوسکی ہے یا نعمت اوسکی اسلیے کہ اسمین باطل کرنا صفت خدا یتعالے کا ہے جو اوسنے اپنے اوپر اطلاق کی تھی۔ اور باطل کرنا صفت خدا تعالے کا قول ہے قدریون اور معتزلون کا۔ ولیکن ید اوسکا صفت اوسکی ہے بلاکیف اور غضب اوسکا اور رضا اوسکی دو صفتین ہین صفات مین سے بلاکیف۔

لہ اور ابو الحسن اشعری نے ابانہ مین لکھا ہے:" وَاَنَّ اللّٰهَ مُسْتَوٍ عَلٰى عَرْشِهٖ كَمَا قَالَ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى۔ وَاَنَّ لَهٗ وَجْهًا كَمَا قَالَ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔ وَاَنَّ لَهٗ يَدَيْنِ بِلَا كَيْفٍ كَمَا قَالَ خَلَقْتُ بِيَدَيَّ۔ وَكَمَا قَالَ بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوْطَتَانِ۔ وَاَنَّ لَهٗ عَيْنَيْنِ بِلَا كَيْفٍ كَمَا قَالَ تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا۔" یعنی اور تحقیق اللہ مستوی ہے اپنے عرش پر جیسا کہ فرمایا اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى۔ اور تحقیق واسطے اللہ تعالے کے وجہ ہے جیسا کہ فرمایا۔ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ اور

اور فخرالاسلام بزدوی کی راے سے جو اصول مین ہی بالاجمال موافق ہے ۔ معدن المعانی کے باب چہارم مین مخدوم فرماتے ہین کہ اہل ظواہر انکی تاویل کرتے ہین ۔ مگر اہل تحقیق تاویل نہین کرتے ۔ یہ کہتے ہین تحقیق واسطے اللہ تعالےٰ کے دو ید ہین بلاکیف یعنی کیفیت اونکی ہمکو مجہول ہے جیساکہ فرمایا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ۔ اور جیساکہ فرمایا بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ ۔ اور تحقیق واسطے اللہ تعالےٰ کے دو عین ہین بلاکیف یعنی کیفیت اونکی ہمکو معلوم نہین جیساکہ فرمایا تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا

له اور فخرالاسلام بزدوی نے بیچ اصول مین لکھا ہے: "وَكَذٰلِكَ اِثْبَاتُ الْوَجْهِ وَالْيَدِ حَقٌّ عِنْدَنَا مَعْلُومٌ بِاَصْلِهٖ مُتَشَابِهٌ بِوَصْفِهٖ وَلَنْ يَجُوْزَ اِبْطَالُ الْاَصْلِ بِالْعَجْزِ عَنْ دَرْكِ الْوَصْفِ وَاِنَّمَا ضَلَّتِ الْمُعْتَزِلَةُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ فَاِنَّهُمْ رَدُّوا الْاُصُوْلَ لِجَهْلِهِمْ بِالصِّفَاتِ فَصَارُوْا مُعَطِّلَةً" یعنی اور مانند اثبات رویت کے ثابت کرنا وجہ اور ید کا اللہ تعالےٰ اُنکے لئے حق ہے نزدیک ہمارے ۔ یعنی اہل سنت ماتریدیہ کے ۔ معلوم ہے باصلہ اور متشابہ ہے بوصفہ ۔ اور ہرگز نہین جائز ہے باطل کرنا اصل کا بسبب عاجز ہونے کے دریافت کیفیت سے ۔ اور نہین گمراہ ہوئے معتزلہ مگر اسی وجہ سے کہ رد کیا اونھون نے اصل صفات کو بسبب جاہل ہونے کے ساتھ کیفیات کے ۔ پس ہوگئے مُعَطِّلہ یعنی قائل خالی ہونے ذات کے صفات سے ۔ ۱۲

کہ اگر متشابہات کی تاویل کیجائیگی توان کلمات کی تعطیل لازم آئیگی مثلاً وجہ سے اہل ظاہر ذات مراد لیتے ہین۔ محققین کہتے ہین کہ اگر وجہ کی تاویل ذات سے کیجائے توذات دوسری آیت اور حدیث سے ثابت ہے پھر کلمہ وجہ معطل پڑجاتا ہے۔ اور اگر ید سے قدرت مراد لین تولفظ ید معطل ہوجاتا ہے کیونکہ قدرت ثابت ہے۔ اور خدا کا کوئی کلمہ معطل نہین ہوتا۔ پس بہتر یہی ہے کہ ید و وجہ و دیگر متشابہات کو اپنی حقیقت پر چھوڑ دین۔ لیکن اوسی طریق سے جو اوسکی ذات کے لائق ہو۔ اسلئے جب ید کہتے ہین تواوس سے یہہ مراد لیتے ہین کہ لَا كَيَدِيْ اور جب وجہ کہتے ہین تو لَا كَوَجْهِيْ۔ اور اسیطور سے دوسرے متشابہات ہین۔ اور یہہ راہ محفوظ ہے۔ اسمین دونون نفعے مترتب ہین۔ کلمہ کی تعطیل بھی نہین ہوتی ہے۔ اور تشبیہ کی نفی بھی ہوجاتی ہے۔ اور اوسکی ذات وصفات پر اوس طور سے کہ لائق اوسکی ذات کے ہو ایمان لانا ضرور ہے۔ اگر محققین اِس طور سے متشابہات کو بیان نہین کرتے توخود اہل تحقیق نہین ہوتے۔ کیونکہ تاویل کے دورخ ہین۔ ایک صواب۔ دوسرا خطا۔ پس جس چیز کے دورخ ہون۔ اہل تحقیق کب اوسمین مشغول ہوتے ہین۔ اور حضرت آدم ؑ کی نسبت جو آیا ہے کہ خَلَقْتُ بِيَدَيَّ اگر اس یدین سے قدرت مراد لیجاے تو اسمین حضرت آدم ؑ کی مدح کیا

ہوئی۔کیونکہ ابلیس بھی اوسی کی قدرت سے پیدا ہوا ہے۔ ایسے حال مین آدم ع و ابلیس
دونون برابر ہوئے۔ بلکہ تمام عالم اوسی کی قدرت سے پیدا ہوا ہے۔ ید
کی تخصیص جو آدم ع کے لئے کی گئی اسکا کوئی فائدہ متصور نہوا۔ پس اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ اس ید سے وہ خلاصہ معنی مراد ہے جو حضرت پاک کی سزاوار
ہے۔کہ اوس نے اوس سے آدم کو پیدا کیا۔ یہان پر یہہ اعتراض کیا جاسکتا
ہے کہ ذات وصفات کی معرفت واجب ہے۔ پھر کیون انلوگون نے بغیر معرفت
کے بیان متشابہات کیا۔ اور حالانکہ یہ اہل تحقیق سے ہین۔ انکے لئے ذات
وصفات کی معرفت اولےتر ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ ذات وصفات کی معرفت
بتفصیل ہمپر واجب نہین ہے۔ اور ایمان کی صحت اسپر متوقف نہین ہے
اگر متشابہات کی معرفت وحقیقت کو ہم نہین جانتے ہین تو اس سے ہمارے
ایمان مین خلل نہین پڑسکتا۔ جیسا کہ خدا کی بہتیری صفتین ایسی ہین کہ جنکا
علم ہمکو نہین اور بہتیری کتابین خدا کی ہین کہ جنکو ہم نہین جانتے اور بہتیرے
پیغمبران خدا ہین کہ ہم اونپر ایمان لائے ہین لیکن اونکو ہم نہین پہچانتے۔ انکے
نہین جاننے سے ہمارے ایمان مین نقصان نہین آتا۔ اسیقدر ہمکو کافی ہے کہ
بالاجمال ایمان لائین اور کہین کہ ہم ایمان لائے خدا کی ذات اور اوسکی جمیع
صفات وکمال پر اور اوسکی جمیع کتب اور اوسکے کل پیغمبرون پر۔ یہ اس اصول پر
ہے کہ جائز ہے کہ خدا کی کتاب مین کوئی ایسی چیز ہو جسکا علم ہمکو نہو۔ اکثر فقہا

ومحدثین اورصوفیون کی یہی راے ہو۔لیکن متکلمین کہتے ہین کہ یہ جائز نہین ہو
اوراس آیت سے کہ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ
اَقْفَالُهَا تمسک کرتے ہین کہ لوگون کو قرآن مین تدبر کا حکم دیا گیا ہے۔
اگر قرآن مین کوئی چیز ایسی ہوتی کہ جو غیر مفہوم ہو تو تدبر کا حکم نہوتا۔ دوسرے
یہ کہ قرآن مین آیا ہے کہ هُدًى لِلْمُتَّقِيْنَ۔ جو چیز کہ معلوم نہین ہو وہ
ہُدیٰ کیونکر ہوسکتی ہے۔ فریق اول کی یہ حجت ہو کہ حق سبحانہ وتعالے
نے متشابہات کی صفت مین کہا ہے کہ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا
اللّٰهُ۔ یہان پر وقف لازم ہے۔ فریق ثانی کی دلائل کتابون مین مسطور ہین
لیکن معقولی یہ کہتے ہین کہ جن افعال پر ہم مکلف ہین اونکی دو قسمین ہین۔ ایک تو
ایسے ہین کہ اونکی وجہ حکمت کو ہم جانتے ہین جیسے کہ صلوٰۃ۔ زکوٰۃ۔ صوم۔ صلوٰۃ
تواضع وتضرع ہے۔ زکوٰۃ محتاجون کے ساتھ احسان ہے۔ اور صوم نفس
کے ساتھ قہر۔ دوسری قسم وہ ہے کہ ہم اونکی وجہ حکمت کو نہین جانتے
ہین جیسا کہ حج کے افعال۔ پس جبکہ افعال کی دو قسمین ہین تو پھر اقوال کی
بھی دو قسمین کیون نہین ہونگی۔

ایمان کی کتنی قسمین ہین اوران مین مرجح کون ہے اسمین مخدوم کی
جو راے ہے اوسکا ذکر بھی خالی از نفع نہوگا۔ **معدن المعانی**
کے باب دوم مین وہ فرماتے ہین کہ ایمان کی دو قسمین ہین۔ ایمان مقلد و ایمان

ایمان کے اقسام اور اونکی بحث

ستدل۔ اہل سنت وجماعت کے نزدیک۔ ایمان مقلد بھی صحیح ہے
اگرچہ بعض لوگون نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ جیساکہ ایمان مستدل
درست ہے۔ ایمان مقلد بھی درست ہے۔ لیکن تفاوت مدارج ہے اور مستدل
کو باعتبار زیادت معنے کے کہ دلائل کا علم رکھتا ہے مقلد پر فضیلت ہے۔
پھر فرماتے ہین کہ مین نے کہین لکھا ہوا دیکھا ہے کہ کسیکا ایمان تقلیدی
نہین ہوتا۔ کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ آسمان خدا نے پیدا کیا اور زمین خدا
نے بنائی علے ہذا القیاس۔ بہر حال اہل مکاشفہ کے نزدیک مستدل اور
مقلد دونون برابر ہین۔ کیونکہ جسطور سے کہ مقلد کو اسوجہ سے کہ مسائل عقیدتی
بغیر دلیل و برہان کے اوسنے اخذ کئے ہین اپنے عقیدہ سے بازگشت ہوسکتی
ہے۔ اوسیطرح سے مستدل کو بھی اوس محل مین کہ فریق مخالف اوسکے
دلائل سے مضبوط دلیلین پیش کرے باوجود اسکے کہ اوس نے مسائل عقیدتی
دلیل و برہان کے ساتھ اخذ کئے ہین بازگشت ہوسکتی ہے۔ دوسرے
یہ کہ عدم مشاہدہ مین دونون برابر ہین۔ جیساکہ مقلد کو مشاہدہ نہین ہے
مستدل کو بھی مشاہدہ نہین ہے۔ اہل مکاشفہ ہی ہین کہ انکو بازگشت
و رجوع نہین ہوسکتی۔ کیونکہ یہ دلیل و برہان سے گزرے ہوئے ہوتے ہین
اور مشاہدہ وعیان مین پہونچے ہوئے اور اسجگہ بازگشت نہین ہوسکتی۔
قبل اسکے عقیدہ وایمان انکا خبری تھا۔ جب مکاشفہ مین پہونچے تو مشاہدہ

اور عیان حاصل ہوا - یہان بازگشت ورجوع کا گز نہین - اگرچہ مخاصم ہزارون دلیل و برہان پیش کرے انکو جو کچھ کہ مکاشفہ ہوگیا ہے اوس سے ذرہ بھر بھی بازگشت ممکن نہین -

علم و معرفت مین کیا فرق ہے

مخدوم نے علم و معرفت کی تفریق کی ہے - مجرد دانستن کو **علم** کہتے ہین - لیکن اگر وہی علم جاننے والے کا کاروبار وحال ہوجاے تو اوس وقت وہ **معرفت** کہلائیگا - جب کسی نے کسی امر کو جان لیا اور وہ اوسکا حال ہوگیا تو جاننے والا عارف کہلایا - اسکی وجہ یہ ہی کہ یہ معنے سے لفظ پر آتا ہے اوسکی ابتدا معنے سے ہے اور وہ اوسکی مناسبت سے لفظ وضع کرتا ہے - دوسرونکی یہ حالت نہین ہی - اونکی ابتدا لفظ سے ہوتی ہے - وہ لفظ سے معنی کیطرف آتے ہین - اسی لئے انکے بعض الفاظ ضروری طور پر معطل رہجاتے ہین -

حکما اشیا کی معرفت کماہی جانتے ہین یا نہین

حکما اشیا کی معرفت کماہی جانتے ہین یا نہین اسکی نسبت ایکبار مخدوم سے لوگون نے استفسار کیا - آپ نے **حکیم بوعلی سینا** اور **خواجہ ابو سعید ابوالخیر** کی ایک نقل بیان کی اور فرمایا کہ نتیجہ نکال لو - وہ نقل مین **تحفۂ غیبی** سے ہدیۂ ناظرین کرتا ہون - آپ فرماتے ہین کہ ایکمرتبہ خواجہ ابوسعید ابوالخیر اور حکیم بوعلی سینا دروازہ بند کرکے ایک مکان مین بیٹھہ رہے - تین دن دونون وبدوا اوس مکان مین رہے

تین دن کے بعد دونون باہر نکلے ۔ بوعلی سیناکے ایک شاگرد نے حکیم سے پوچھا کہ خواجہ ابوالخیر مین آپ نے کیا دیکھا ۔ حکیم نے جواب دیا کہ "آنچہ من می دانم او می بیند"۔ اسی طور سے خواجہ کے ایک مرید نے بھی خواجہ سے سوال کیا آپ نے جواب دیا کہ "آنچہ من می بینم او می داند"

(فلسفہ کو تصوف کے ساتھ اور تصوف کو فلسفہ کے ساتھ کیا نسبت ہے اسکا بھی اندازہ اس نقل سے پورے طور پر کیا جاسکتا ہے ۔ (**تحفۂ غیبی**)

مگر مخدوم نے "معرفت اشیا کماہی" کی جو تعریف کی ہے اور اسبر کہ آیا انسان کو قدرت ہے یا نہین کہ یہ معرفت بہ تمام و کمال حاصل کرسکے جو کچھ بحث کی ہے اوسکا جاننا بھی پُرضرور ہے ۔ اسلئے مین **تحفۂ غیبی** سے التقاط کرکے یہان درج کرتا ہون ۔ آپ تحریر فرماتے ہین کہ ۔" معرفت اشیا کماہی این باشد کہ چنانچہ ہر چیزے ہست با علم و حکمت و معانی کہ در وے ہست بچشم آن بنگرد و بدید ۔ و این دانستن علم و حکمت حق سبحانہ تعالیٰ ہست ۔ کسے را کہ در علم و حکمت اشیا سلوک می افتد آن سلوک او را نہایت نیست ۔ زیرا کہ او بیشتر شدہ است بدین کہ علم و حکمت خداوند بداند ۔ و علم و حکمت خداوند را نہایت نیست ۔ ہر چند می بیند و میداند بیشتر می یابد . . . .

علم و حکمت خداوند را نہایت نیست و آدمی زاد ذو نہایت ہست ۔ ذو نہایت لانہایت را چگونہ دریافتن تواند ۔ بیشتر در سلوک عاجز می آید ۔ ہر چند پیش می رود پس ہمی آید ۔

ذات وصفات کی معرفت سے کیا مراد ہے اسکو مخدوم

ذات وصفات کی معرفت سے کیا مراد ہے

یون بیان فرماتے ہین کہ ذات کی معرفت سے حق کی ہستی اور اوسکی وحدانیت کا
عرفان مراد ہے۔ اور نیز یہ جاننا کہ ذَاتُہٗ لَیْسَ کَذَوَاتِنَا ۔ یعنی خدا کی ذات
پاک نہ تو جوہر ہے نہ جسم ہے۔ نہ عرض ہے۔ نہ محدود و متناہی ہے۔ نہ مکان
مین ہے۔ نہ زمان مین ہے۔ نہ جہت مین۔ اور ہر وہ چیز جو خیال و وہم کی تحت مین
آتی ہے اوس سے وہ الگ ہے۔ بلکہ ان سب کا وہ خالق ہے۔ **شعر** انچہ پیش تو
بیش ازان رہ نیست ؎ غایتِ فہم تست اللہ نیست ؎ اور نیز یہ جاننا کہ اوسکی
ذات موصوف بصفات کمال ہے اور نقایص و زوال کے صفات سے
مقدس ہے۔ اور صفات کی معرفت سے یہ مراد ہے کہ اس بات کا علم ہو کہ
صِفَاتُہٗ لَیْسَ کَصِفَاتِنَا ۔ یعنی خدا کی صفت نہ مین خدا ہے نہ غیر۔
اور اسی طور سے ہر صفت دوسری صفت کے ساتھ یعنی نہ تو اوس صفت کا عین
ہے نہ اوسکا غیر جیسا کہ مثلاً علم و قدرت۔ کہ علم نہ عین قدرت ہے اور نہ غیر قدرت۔
اور نیز یہ جاننا کہ جیسے ذات قدیم ہے صفت بھی قدیم ہے اور خدا کی ذات کے
ساتھ قائم ہے اور عرض نہین ہے اور اوسکی ذات سے منفک نہین ہے۔

ذات باری تعالےٰ جوہر نہین ہے۔ اسکی وجہ مخدوم یہ دیتے
ہین کہ لوگون نے جوہر کی دو حدین ٹھہرا رکھی ہین۔ ایک یہ کہ اصل ترکیبات
کو جوہر کہتے ہین۔ یعنی جوہر جز و مفرد غیر مرکب ہے۔ اگرچہ دوسرے اجزا کے مانند
ظاہراً متر تب اور مرکب ہوتا ہے۔ اور بعضون کے نزدیک جوہر کی حد یہ ہے

ذات باری تعالےٰ جوہر نہین ہے۔
کیا ہے۔

کہ قائم بنفسہ ہو۔ پس حدِ اول کے روسے کہ جوہر اصل ترکیبات ہی حق تعالیٰ کو جوہر نہین کہینگے۔ کیونکہ حق تعالےٰ اصل ترکیبات نہین ہی۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ حدِ اول کی تقدیر پر اگر حق تعالےٰ کو جوہر کہین تو اصل ترکیبات کہنا ہوگا اور اہل سنت وجماعت کا اجماع ہے کہ حق تعالےٰ اصل ترکیبات نہین ہے۔ باقی رہا دوسری حد کی تقدیر پر یعنی قائم بنفسہ کو جوہر کہتے ہین تو حق تعالےٰ قائم بنفسہ ہے۔ پس اس معنی سے جوہر کہہ سکتے ہین مگر باوجودیکہ یہ حد درست ہو ایسا کہنا نہین چاہئے۔ کیونکہ اگرچہ معنے کے رو سے کچھ خطا نہین ہے۔ لیکن لفظ کے روسے خطا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ باری تعالےٰ کے اسما وصفات توقیفی ہین۔ یہ کسی کی مجال نہین کہ وہ لفظ جو قرآن واحادیث مین خدا کے لئے نہین آیا ہے اپنے اجتہاد سے خداوند تعالےٰ پر اوسکا اطلاق کرے اگرچہ معناً صحیح کیون نہو۔ جیسا کہ لفظ طبیب اگرچہ معناً درست ہی۔ کیونکہ طبیب اوس شخص کو کہتے ہین جو علت و دوا کا عالم ہو اور حق تعالےٰ دونون کا عالم ہے۔ لیکن چونکہ یہ لفظ منقول نہین ہوا ہے اسلئے خدا پر اسکا اطلاق نہین کرتے ہین۔ اور اگر کوئی شخص کرے تو وہ معناً مصیب ہوگا لیکن لفظاً مخطی ٹھہریگا۔

ذات سے کیا مراد ہی

ذات سے کیا مراد ہی اسکو مخدوم یون بیان فرماتے ہین

کہ جب ذات کہتے ہین تو اوس سے ہستی مطلق مراد لیتے ہین ۱۰ اور یہی چند

الفاظ عین۔ شئ۔ وجود۔ ذات۔ نفس ہین جو ہستی پراطلاق کئے جاتے ہین۔ مثلاً ایک گل کو لو۔ اس گل کو عین گل ذات گل۔ نفس گل۔ وجود گل کہہ سکتے ہین۔ اوران سب سے اس گل کی ہستی مراد ہوگی۔ المختصر ان ہی لفظون کے ساتھ احادیث وقرآن مین باریتعالے سے اخبار کیا گیا ہے۔ اوران سے ہستی باریتعالے مجرد اوسکی صفات سے کہ وہ وراے ذات ہین سمجھی گئی ہے۔

یہہ مسئلہ کہ **افعال واحکام باریتعالے معلل بعلت** ہین یا نہین علما کے درمیان مختلف فیہ ہے۔ اوراسمین علما کی بڑی بڑی بحثین ہین۔ مخدوم نے بھی اس مسئلہ کی تحقیق مین جوکچھ لکھا ہے اوسکا التقاط یہان بیجا نہوگا۔ **مکتوبات دوصدی** کے مکتوب ہشتاد ودوم مین آپ تحریر فرماتے ہین کہ "اصل میان علما این ست کہ افعال واحکام خداوند معلل بچیزے ہست یانہ۔ بعضے میگویند معلل ست برعایت مصالح عباد۔ وبعضے میگویند کہ افعال خداوند واحکام خداوند معلل بعلتے نیست وہریکے بدین اصلے خود حجج وبراہین اقامت میکنند مقصود آنکہ ہرکہ میگوید افعال واحکام خداوند معلل بچیزے نیست کہ خدائی برشیت ست نہ برقیاس عقل۔ ہرکہ قیاس میکند افعال خداوند را برافعال بندگان اومی میگوید انچہ ازخلق قبیح ست ازخداوند قبیح ست وانچہ ازخلق نیک ست ازخداوند نیک ست۔ وازاصحاب تشبیہ ست وخداوند تعالے مستحق تنزیہ وتقدیس ست۔ تشبیہ۔ پس این قائل میگوید خداوند ہرچہ خواہد کند بحکم الوہیت

افعال واحکام باریتعالے معلل بعلت ہین یا نہین۔

بروے این نباید کہ چرا کرد کہ این بر کسے آید کہ فعل او جز منفعت را بود و یا دفع مضرت را بود۔
و فعل خداوند از این ہردو منزہ ہست و مقدس۔ و ہر کہ میگوید کہ افعال خداوند و احکام خداوند
معلل ہست برعایت مصالح عباد۔ زیرا کہ اگر فعل خداوند کہ قادر ہست و علیم ہست و حکیم ہست خالی بود
از غرض عبث گردد۔ و آن بر خداوند محال۔ پس باید کہ در ان فعل غرضے بود۔ اما آن غرض بہ نسبت عباد
بود نہ بہ نسبت خداوند۔ و فعل بدین وجہ منافی کمال نیست۔ پس برین قول این سوال آید کہ در آفریدن
عالم خداوند عالم را حکمت چیست یعنی غرضے و معانی چیست۔ جواب چنین گویند کہ چون گفتم کہ فعل
خداوند تعالے خالی از غرض و معنی نہ بود و آن غرض و آن معنی بہ نسبت عباد بود نہ بہ نسبت خداوند
پس از نیجا گفتہ كُنْتُ كَنْزاً مَخْفِيًّا فَأَحْبَبْتُ أَنْ أُعْرَفَ این آید کہ تا
بندگان او را بشناسند و غرض و فائدہ شناخت بر بندگان باز گردد نہ بدو۔ و در آخر این بحث در
صحائف کردہ است کہ درین مسئلہ آنست کہ خداوند قادر ہست حکیم ہست و علیم ہست و او را فعل و ترک
است۔ پس در فعل و ترک اختیار کند از دو طرف آنچہ اولے بود از ہر دو طرف۔ زیرا کہ ترک اولے
بے ضرورتے و حاجتے از قادر علیم و حکیم نقص بود و آن برو محال ہست و آن اولویت بہ نسبت
خداوند نہ بود بلکہ بہ نسبت الے العباد بود یا در نفس امر بود۔ و فعل برین وجہ منافی کمال نیست
بلکہ عین کمال ہست۔ پس غرض شناختن بہ بندگان باز گردد نہ برو۔ چنانکہ در آفریدن کفر و معصیت
یک وجہ ہمین گفتہ اند واللہ اعلم۔ اما آنچہ عین القضاۃ علیہ الرحمۃ در زبدۃ ذکر کردہ ہست
آن ہست کہ چون در خاطر تو گذرد کہ خداوند جل و علا چرا خلق را بیافرید بغرضے کہ بدو باز گردد این
محال ہست۔ یا بغیر غرضے این نیز محال ہست۔ یا بطریق طبع محض وَاللهُ تَعَالَى لَا يُوْصَفُ بِهِ

پس بدانکہ این سوالیست کہ بیشتر علما در در تحیر اندو این خطرہ ہست کہ داؤد پیغمبر علیٰ نبینا
و علیہ الصلوٰۃ والسلام راگزشتہ بود تا گفت یَا رَبِّ لِمَ خَلَقْتَ الْخَلْقَ ۔ فَقَالَ
كُنْتُ كَنْزاً مَخْفِيّاً فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ ۔ پس مقتضاے ایجاد موجودات
ازینجا آن بود کہ کنایت کرد ازو بقولہ كُنْتُ كَنْزاً مَخْفِيّاً فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ
و تصور ندارد ادراک این ۔ مگر عارف آن را ۔ بعد تقریر این مقدار ذکر کردہ ہست کہ ایجاد موجودات
واجب الوجود را صفتے ہست ضروریۃ الوجود چنانکہ قِدَم مثلاً صفتے ہست مراد را ضروریۃ الوجود
پس چنانکہ جائز نیست مر ذات واجب الوجود را کہ قدیم نباشد ہمچنین جائز نیست مر ذات
واجب الوجود را کہ موجد نباشد ۔ پس قول قائل کہ چرا موجد ہست چنان باشد کہ چرا قدیم ہست پس
جواب آن بود کہ اگر قدیم نہ بود واجب نہ بود و اگر موجد نہ بود نیز واجب نہ بود ۔ پس ہر گاہ درست
گردد کہ "استناد وجود بدوست ۔ چارہ نیست کہ گوید ایجاد صفتے ہست مراد را ضروریۃ الوجود چنانکہ قِدَم
ای قیام"

حق تعالیٰ کی ساری صفتین وراے ذات ہین

اہل سنت وجماعت کے نزدیک حق تعالیٰ کی ساری صفتین وراے ذات ہین

اور اس جگہ معتزلہ کے قول سے
احتراز کیا گیا ہے ۔ معتزلہ کا کلام ہے کہ صفات وراے ذات نہین ہین ۔
اور وہ عالم لذاتہ اور قادر لذاتہ ہے ۔ اور یہی حال اوسکی
تمامی صفتون کا ہے ۔ اسکی دلیل وہ یہہ دیتے ہین کہ اگر صفات کو وراے
ذات کہین تو تعددِ قدما لازم آتا ہے ۔ کیونکہ حق کی ذات اور اوسکی صفتین قدیم
ہین ۔ اور موجودات مین ایک ذات پاک حق کے سوا کچھ قدیم نہین ہے ۔ دلیل

عالم لذاتہ بغیر اثبات معنیٔ وراے ذات کے کہنا چاہیئے تاکہ تعددِ قدما لازم نہ آئے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ تعدد قدما اوسوقت لازم آئیگا جبکہ صفات غیر ذات ہون۔ اور غیر کا یہان وجود ہی نہین۔ کیونکہ غیریت کی حد موجود نہین ہی اور غیر کی حد یہ ہے کہ ایک بدون دوسرے کے قائم ہو۔ اور حق کی صفتین ایسی نہین ہین کہ بدون ذات پاک حق کے ہون۔ بلکہ قائم بذات پاک حق ہین۔ پس غیر ذات نہین ہین۔ اور ذات اپنی صفات کے ساتھ قدیم ہے۔ اسوجہ سے تعدد قدما لازم نہین آتا۔

باریتعالےٰ کی جتنی صفتین ہین سب حقیقت ہین

باریتعالےٰ کی جتنی صفتین ہین سب حقیقت ہین۔ یہان بھی معتزلہ کے قول سے احتراز کیا گیا ہے۔ کیونکہ معتزلہ صفات حق کو حقیقت نہین کہتے ہین۔ بلکہ اوس سے اضداد کی نفی مراد لیتے ہین نہ کہ اثبات حقیقت۔ جیسا کہ عالم کہتے ہین اوس سے نفی جہل مراد لیتے ہین۔ قوی کہتے ہین اوس سے نفی ضعف مراد رکھتے ہین قدرت کا اثبات کرتے ہین اوس سے نفی عجز مراد لیتے ہین۔ ہم کہتے ہین کہ تمامی صفتین حق تعالےٰ کی حقیقت ہین۔ اور علم و قدرت۔ اور دوسرے سب اوصاف اوسکی نفس کے ساتھ قائم ہین۔ اور اونکے اضداد حق تعالےٰ کی ذات پاک مین قائم نہین ہین۔ اور خدا کی صفتین حقیقی کے سوا اور قسم کی نہین ہین۔ دوسرونکی صفتین البتہ مجازی ہین۔ کیونکہ دوسرون کو جو عالم کہتے ہین۔ اوسکی حالت یہ ہے کہ اسکے قبل اوسمین علم نہ تھا۔ بعد اسکے کہ حق تعالےٰ نے اوسکو مشرف بعلم کیا تب کہتے ہین

کہ فلان عالم ہے۔ پس اوسکو عالم کہنا مجازاً ہوا۔ کیونکہ نہ تھا بعدہ ہوا لیکن خدا کی صفتین بغیر احداث غیر ہین اور سب قدیم ہین۔

حق تعالے موجود ہے اور وہ واحد ہے۔ اسکی دلیلین یہ ہین کہ ذرات عالم کا ہر ذرہ زبان حال سے ان چار چیزون پر گواہی دیتا ہے ایک یہ کہ مین پہلے معدوم تھا اب موجود ہوا۔ لیکن خود بخود نہین۔ کیونکہ معدوم سے کوئی فعل صادر نہین ہوسکتا۔ پس ضرور میرا کوئی خالق ہے جو مجھے عدم سے وجود مین لایا۔ یہہ گواہی حق کے وجود وہستی پر ہے۔ دوسری یہ کہ خدا ایک ہی۔ اگر ایک نہوتا دو ہوتا تو اوس حال مین تمانع وتزاحم لازم آتا۔ کیونکہ اگر ایک چاہتا کہ وجود مین لائی تو دوسرا چاہتا کہ وجود مین نہ لائے۔ بات مخالفت مین بگڑ جاتی اور مین موجود مین نہ آتا۔ اب جبکہ موجود ہوگیا تو مین نے جانا کہ خدا واحد ہے۔ تیسری یہ کہ خدا عالم ہے۔ کیونکہ بغیر علم کے ایجاد شے ممکن نہین ہی۔ پہلے کسی چیز کا علم ہوتا ہے تب اوسکی ایجاد۔ چوتھی یہ کہ خدا قادر ہی۔ کیونکہ جب تک قدرت نہو پیدا کرنا ممکن نہین ہے۔ عاجز سے کسی چیز کا ہونا مستحیل ہے۔ پس ہر ذرہ اور ہر موجود کہ ہے زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ حق موجود ہے۔ ایک ہی۔ عالم ہی۔ اور قادر ہے۔ عارف اسی نظر سے کہتا ہے **مصرعہ:** در ہرچہ نگہ کنم ترا می بینم

مَا رَأَيْتُ شَيْئًا اِلَّا رَأَيْتُ اللّٰهَ فِيْهِ۔

اہل سنت وجماعت عامہ مومنین کے نزدیک حکم کتاب وسنت واجماع

حق تعالے موجود ہے اور واحد

امت ثبرہان عقلی ونقلی صانع عالم ایک ہے یعنی از روی حقیقت نہ از روی عدد۔ وَاحِدٌ بِلَا عَدَدٍ جو خطبہ مین پڑھا جاتا ہے اوسکے یہی معنی ہین۔ کیونکہ شئے عددی کے لئے انتہا ہو۔ اور اَلْقَدِیْمُ لَا نِہَایَۃَ لَہٗ کَمَا لَا بِدَایَۃَ لَہٗ۔ جوہر فرد اس رو سے کہ قابل تجزی نہین ہے لازم آتا ہو کہ از روے حقیقت بھی ایک ہی ہو۔ لیکن اس رو سے کہ قابل صفات اضداد ہے۔ کَالْحَرَکَۃِ وَالسُّکُوْنِ وَالْحَیِّزِ وَالْجِھَۃِ قابل ترکب بھی ہے اور یہ سب امارات حدوث سے ہین۔ اور کلام ہے قدیم مین۔ اگرچہ از روے صورت تجزی نہین ہے۔ لیکن اس سبب سے کہ قابل ترکب ہے تقدیراً تجزی ہے۔ نَظْرًا اِلَی الْقَابِلِیَّۃِ لیکن ذات خداوند تعالے مین تجزی نہین ہو۔ نہ تقدیراً اور نہ حقیقتاً۔ پس احد حقیقی مطلقاً کوئی نہین ہو مگر حق جل جلالہ . . . . انتظام امور کا ایک نہاد پر ہونا بھی دلیل اسکی ہے کہ مدبر ایک ہے۔ رات اور دن کا تواتر ایک نہج پر بلا اختلاف وتغیر کے صاف وحدانیت مدبر پر شاہد ہے۔

عقل علت معرفت ہو یا نہین

عقل علت معرفت ہی یا نہین۔ اس مسئلہ پر مخدوم اور مولٰنا کمال الدین سنتوسی کے درمیان تحریرین ہوئی ہین مولٰنا کی تو کوئی تحریر دستیاب نہوئی۔ مگر مخدوم کی تحریر ملتق بات وصلہ مین موجود ہے۔ اس سوال وجواب کا قصہ مختصر یون ہے کہ ایکبار ایک شخص

قصبہ سنتوس گئے ہوئے تھے وہ جب بہار واپس آئے تو مخدوم سے اونھون نے
یہہ بیان کیا کہ مولانا کمال الدین مدرس کو مخدوم کے اوس مکتوب پر جس مین یہہ مسئلہ
مذکور ہے کہ "عقل علت معرفت نیست" اعتراض ہے۔ مخدوم نے یہہ خبر پاکر مولانا
کو اس بارہ مین ایک خط لکھا اور اونکے سارے اعتراضات کے جواب دیئے۔
مین اوس خط کو تمامہ مکتوب دو صدی سے یہان پر نقل کرتا ہون
"مولانا کمال الدین سنتوسی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ غریبے بزرگ زادۂ دلیوالے در
قصبہ سنتوس بہ تجارت رفتہ بود چون بازگشت او را نزدیکے دعاگو اعنی احمد یحیی منیری
الملقب بہ شرف گزر افتاد۔ گفت بخدمت مولانا کمال الدین مدرس بودہ ام ایشان چنین فرمودند
کہ فلان کس یعنی کاتب چند مکتوبے بنبشتہ است در علم طریقت و درویشی اینجا آوردہ است۔ در مکتوبے
کہ در معرفت خداوند جل وعلا افتادہ است دران نوشتہ کہ عقل علت معرفت نیست این سخن چگونہ باشد
بروجہ انکار خدمت مولانا چند کرت ہمچنین می فرمود۔ دعاگو چون بشنید گفت واللہ اعلم
خدمت مولانا را ظاہر روایت کہ از امام اعظم رضی اللہ عنہ مروی است در خاطر گزشتہ باشد و از انجا
ہمچنان می نماید۔ اما آن روایت ماول است۔ خدمت مولانا را آن تاویل در خاطر نگزشتہ باشد و دانشمند
را ہمچنین می افتد۔ عجبے نیست۔ آن عزیز پرسید کہ آن روایت کدام است۔ دعاگو گفت کہ از
امام اعظم رضی اللہ عنہ مروی است کہ فرمودہ اند۔ لَوْ لَمْ يَبْعَثِ اللّٰهُ رَسُوْلًا لَوَجَبَ
اگر نمی برانگیخت خدایتعالی رسول را ہر آئینہ واجب
عَلَى الْعُقَلَاءِ مَعْرِفَتُهٗ بِعُقُوْلِهِمْ این را علما تاویل کردہ اند یعنی لَوَجَبَ عَلَى
بر عاقلان شناختن آن خدا سے بسبب عقلہاے ایشان ہر آئینہ واجب می بود بر
الْعُقَلَاءِ الْاِسْتِدْلَالُ بِالْاٰيَاتِ عَلٰى مَعْرِفَتِهٖ بِعُقُوْلِهِمْ لَا نَفْسُ
عاقلان دلیل گرفتن بسبب نشانہا بر شناختن آن خدا بسبب عقلہاے او شان نہ نفس

الْمَعْرِفَةِ بِدَلِيْلِ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا
شناختن خدا بدلیل قول او تعالے کہ نیستیم عذاب کننده تا وقتیکه پیدا نکنیم رسول را

تا چه بود اگر تصور کرده شود عاقلے چنانکه شاهق جبل ترک استدلال بآیات کرد و مجرد از

ایمان و از کفر بمرد فردائے قیامت برائے ترک استدلال ماخوذ بود نه برائے ترک ایمان آئین تقریر

تمام در تمهیدات ابو شکور سالمی رحمة الله علیه مذکور ست و در تفسیر امام زاهد در سورهٔ عنکبوت

نیز۔ اگر کسے خواهد آنجا مطالعه کند۔ اما نزدیک معتزله برائے ترک ایمان ماخوذ بود چنانکه کفار دیگر۔

زیرا که نزدیک او عقل علت معرفت هست۔ و وجوب ایمان بدو هست۔ و نزدیک اهل سنت و جماعت

عقل علت معرفت نیست و وجوب ایمان بمجرد عقل نه بَلِ الْمُوْجِبُ هُوَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَالْعَقْلُ
بلکه واجب کننده آن خدا تعالے ست و عقل

اٰلَةُ التَّعْرِيْفِ فَقَطْ۔ و آنکه سر عارفان محمد رسول الله صلے الله علیه وسلم فرمود۔
آلت شناختن ست فقط

وَاللّٰهِ لَوْلَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا گفت لَوْلَا الْعَقْلُ مَا اهْتَدَيْنَا گفت
سوگند خدا اگر نبودے خدا هدایت نمی یافتیم اگر نبودے عقل هدایت نمی یافتیم

مثنویات۔ عقل بے کحل از آشنائے او ؞ بے خبر بود از خدائے او ؞ نیست از راه وهم

و عقل و حواس ؞ بے خدا هیچ کس خدائے شناس۔ و از ینجاست در کلمات بزرگان سُبْحَانَ

اللّٰهِ مَنْ مَا عُرِفَ مَعْرِفَتُهٗ لَوْلَا تَعْرِيْفُهٗ۔ بیت۔ عقل کل یک سخن ز دفتر او ؞
یعنی جبرئیل ع

نفس کل یک پیاده بر در او ؞ و صدیق اکبر رضی الله عنه از ینجا فرمود سُبْحَانَ اللّٰهِ مَنْ
یعنی رب النوع

لَمْ يَجْعَلْ لِلْخَلْقِ سَبِيْلًا اِلٰى مَعْرِفَتِهٖ اِلَّا بِالْعَجْزِ عَنْ مَعْرِفَتِهٖ اے برادر عزیز من

عقل بیچاره خود را نمی داند که چیست و کیست خداوند جل جلاله را بے تعریف وے کے تواند دانستن که

مَنْ عَجَزَ عَنْ مَعْرِفَةِ نَفْسِهٖ فَهُوَ اَحْرٰى اَنْ يَعْجِزَ عَنْ مَعْرِفَةِ غَيْرِهٖ۔
سزاوار تر

این هست که گفت مثنویات اے شده از شناخت عاجز ؞ کے شناسی خدایرا هرگز۔

چون تو در علم خود نه بغیر باشی * عارف کردگار چون باشی . و عمر خطاب گفت عَرَفْتُ رَبِّیْ
بِرَبِّیْ . ابیات . بخودش کس شناخت نتوانست * ذات او هم بدو توان دانست . باتفاق
عقل و نفس و حواس * که توان بود کردگار شناس * عقل سبب و آلت است مر تحصیل معرفت
را . بنا بر آن اضافت معرفت بعقل جائز است چنانکه اضافت عقل بعاقل . و چنانکه از عقل علت
معرفت بودے باید که همه عاقلان اندر معرفت برابر بودندے و همه بندگان بے دلیل و آیات
بخدائے راه یافتندے که چون در عقل مومن و کافر برابر شد مومن راه یافت کافر راه نیافت و دلیل
کافر است عاقل تر از صد هزار مومن . تدبیر عالم بسا غثے کنند و ذره بخداوند راه نیابد . و بسیار مومن
که او را از عقل بسے نصیب نیست تدبیر دنیا و راه دنیا هیچ نداند و اندر معرفت حق تعالے بکمال
و دیگر آنکه حق تعالے ما را خبر داد از چیزهائے که ایشان را عقل نیست و خدا را می شناسند چنانکه
اندر قرآن گفت وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ از هدهد
خبر داد که سلیمان علیه السلام را گفت بلقیس و قوم او را یافتم که سجده می کردند مر آفتاب را دون
خداوند . و اگر مرغ خدای را نشناختے چه دانستے که مر کرا سجده کنند . و اتفاق است که مرغ
را عقل نیست . و اگر عقل علت معرفت بودے بے عقل معرفت محال بودے و برین معنے اخبار
بسیار است . و دیگر خداوند خبر داد ما را که اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ . احیاء قلب
با یمان بخود اضافت کرد چنانکه احیاء نفس بجان و احیاء نفس بغیر جان محال است . پس احیاء قلب
بغیر ایمان محال بود که احیاء قلب با یمان برتر است از احیاء نفس بجان . و جائے دیگر فرمود
اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ . کشایش دل بخود اضافت کرد اندر حق دوستان .

وجای دیگر بستن دل بخود اضافت کرد اند حق دشمنان گفت خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ۔ چون کشادن وبستن بخود اضافت کرد باطل شد کہ غیر وے کشایندہ یا بندندہ باشد۔ **مثنویات** ہر کرا بنمود آن محض عطاست ٭ واکہ را ننمود از حکم قضاست ٭ ہیچ دل راکنجہ ادرہ نیست ٭ جان وعقل از کمالش آگہہ نیست ٭ اے برادر کشادہ او راکہ بند دبستہ او راکہ کشاید وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِہٖ ۔ اے عَلٰی اَمْرِ عِبَادِہٖ **بیت** دل وعقل از جلال او خیرہ ٭ تن وجان از کمال او خیرہ۔

ودر بعضے اخبار آمدہ است کہ خداوند تعالے ہمہ حیوانات را چہار علم دادہ است یکے آنکہ صانع خویش را بدانند ودوم دشمن خویش را بدانند وسیوم روزی خویش را بدانند وچہارم جفت خویش را بدانند وپنجم علمے ہست کہ خاصہ آدمی راست وآن علم مرگ ہست۔ از بیم طول شدن خوانندگان مختصر کردہ شد امید آنکہ بعد مطالعہ این نبشتہ تشویش در خاطر نماند وَاللّٰہُ الْھَادِیْ اِلَی الرَّشَادِ رَحِمَ اللّٰہُ مَنْ اَنْصَفَ وَالسَّلَامُ۔ (مکتوب چہلم از مکتوبات دوصدی)

عقل معزول است در مقابلہ خدا

عقل کو خدا کے کارخانہ مین کتنا دخل ہے اسکے بارہ مین مخدوم کی یہ رائے ہے کہ خداوند عزوجل کے معاملہ مین عقل معزول ہے۔ چنانچہ **مکتوبات دوصدی** کے مکتوب ہفتادم مین آپ تحریر فرماتے ہین کہ "عقل آلت قیاس ہست وخدائی بقیاس راست نیاید کہ خدائی بر مشیت ست نہ بر قیاس بندگان۔ نہ بینی کہ ہیچ عاقل کاسے نکند مگر او را دران نیاز بود وحق تعالے چندین ہزار گونہ خلق آفریدہ ست ومر او را ہیچ گونہ بر ایشان نیاز نہ ونیز کسے بے منفعت دوستی نکند وبے مضرت عداوت نکند حکم عقل این ہست ومر خداوند را از کسے نفع وبا ایشان محبت نہ واز کسے مضرت نہ وبا ایشان عداوت نہ ....۔ پس چون قیاس را

راه نماند عقل را با خدا ے کار نماند در عجز خود فرو رفت وحکم او در خداے نگونسار شد . . . .
عقل گرد کون می گردد - چون بمکوّن کون نگردد بگذارد که عقل مخلوق ست و عاجز ست - و مخلوق
و عاجز را تصرفے نبود مگر در مخلوق و عاجزے ہمچو خودے عقل را بیافرید تا بدانند که بندگی چگونه باید
که اگر عقل نه بودے از کردن بندگی عاجز بودندے - نه آنکه خدائی خداوند را بقیاس خود توانند
دانستن . . . . . عقل ہرچند ترازوے راست ست اما به ترازوے صرافان کوه نه توان سنجید

ادراک معانی ملکوتی وجبروتی متعلق بکسب ہے یا نہ

معانی ملکوتی وجبروتی کا ادراک متعلق بہ کسب ہے یا نہین اسکی نسبت مخدوم کی
جو رائے ہے اوسکو مین **تحفۂ غیبی** سے التقاط کرکے یہان پر جگہ دیتا ہون
آپ فرماتے ہین کہ " اختلاف ست - اہل حکمت می گویند که بکسب توانداین ہمه ادراک
کند - اما اہل تحقیق می گویند که بفضل تواند دانست نه بکسب - و بفضل تواند رسید نه بکسب
اگر بکسب تعلق داشتے ولی تواستے که کسب معنی نبوت کردے و به نبوت رسیدے و این منتفی
ست - بعده فرمود که از روے ظاہر شرع کسب سببے شود اما از روے تحقیق سبب
ہم نمی آید - زیرا چه سبب مقدم باشد مر مسبّب را - وحکم ازلی و کسب امروزه - و امروزه مر ازلی را
چگونه مقدم تواند شد - پس سبب نه سبب ست نزدیک این طائفه و نه علت التوحید
ان لا یلحظ تقلید ما دونه . . . . علت ہمان فضل بے علت خداوند
ست عزوجل - رسید نه بکسب - که بکسب مستعد بیش شوند و بعد از استعداد دہند و ندہند
آن مشیت ست - **ذٰلك فضل الله يؤتيه من يشآء** . . . . . . کیست که او را می هیبة
بت پرست از بت او را می طلبد ہمچنین ہر که چیزے می پرستد او را می طلبد - اما آنا او کرا طلبد "

اما غالب این است کہ بعد از استعداد وجود ہم ہست و این نادر است کہ بعد از استعداد وجود نبود۔ و این ہم از جہت آنکہ علت نیست بر طریق قدرت می گویند کہ او را باشد کہ بعد از استعداد وجود نباشد...... پھر فرمایا کہ:۔ "اہل معاملہ چون نظر درین میکنند کہ فعل بندہ سبب و علت نیست مر یافت حق را عزو جل فعل و ترک یکے گیرند"۔

اللہ تعالیٰ کا کار و بار بندونکی طاعت یا معصیت کا پابند نہین ہے۔

اس مسئلہ مین کہ خدا کا کام مطیعون کی طاعت سے منزہ اور عاصیون کی معصیت سے مقدس ہے یا نہین اور وہ (یعنی خدا) پابند علت ہے یا نہین مخدوم **مکتوبات دوصدی** کے مکتوب شصت و یکم مین فرماتے ہین کہ "کار ہاے خداوند از طاعت مطیعان منزہ ہست و از معصیت عاصیان مقدس۔ ہر چہ خواہد کند علت در میان نہ"۔

مخدوم عالم جید تھے

الغرض علوم کی جتنی شاخین ہین اونکے ثمرات مرادمین مخدوم کا معتد بہ حصہ تھا اور مخدوم کو اونکی پوری چاشنی ملی ہوئی تھی اور اونکا بڑا مذاق حاصل تھا اور اون کے ساتھ مخدوم کو عضب کا شغف بھی معلوم ہوتا ہے۔ علم کے قیام کے لئے "دو" چیزین ضروری ہین۔ ایک تو کتب بینی اور دوسرے تعلیم و تعلم۔ ہندوستان کے اُس زمانہ کے علمی شوق کا خیال کر کے علے العموم ہندوستان اور خصوصاً بہار مین کسی عمدہ کتب خانہ کا ہونا غیر ممکن تھا۔ اب رہی یہ بات کہ خود مخدوم کے پاس کتابون کا ذخیرہ ہو۔ البتہ یہ بات تھی۔ مخدوم کو کتابون کا شوق تھا۔ دور دور سے لوگ کتابین تحفہ بھیجتے یا خود لا کر مخدوم

کے یہان پیشکش کرتے ۔ اسطور پر مخدوم کے پاس برائے خاص ایک کتب خانہ موجود ہوگیا تھا ۔ چنانچہ مکتوبات مولانا مظفر شمس بلخی کے مکتوب صد و سی و نہم مین جسکے مکتوب الیہ مخدوم ہین اسکا ذکر موجود ہے ۔ مولانا لکھتے ہین کہ " شنیدہ شد کہ مولانا زین الدین ساکن دیوہ بہ بندگی مخدوم صحیح مسلم کتابے معتمد و معتبر در علم حدیث آوردہ است و بہ نزدیک مخدوم کتب احادیث بسیار جمع شدہ ہست " ۔ اسلئے کتب بینی کا زیادہ موقع مخدوم کو ملا اور قیام و ترقی علم کا جو تبحر کے لئے لازم ہے کافی سرمایہ مہیا تھا ۔

شغلۂ درس و تدریس

اب رہی دوسری چیز یعنی درس و تدریس ۔ مخدوم کو اسکا بھی بڑا شغلہ تھا ۔ آخر آخر دم تک بھی یہ نہین چھوٹا ۔ اور مخدوم اسکو مختلف ذرائع سے اپنی مجلسون مین قائم رکھے ہوئے تھے ۔ اگر مخدوم کی مجلسون کا وہ رنگ جو مین نے اوپر بیان کیا ہے نہوتا تو شاید اسوقت مجھے اس قوت کے ساتھ یہ کہنے کا کوئی حق حاصل نہوتا کہ جہانتک علم سے تعلق ہے مخدوم ایک مستعد اور جید عالم تھے ۔ نہین نہین صرف عالم ہی نہین بلکہ مجتہد و امام وقت تھے :

باب دوم

مخدوم و تصوف

جس فن کے ساتھ مخدوم کو خصوصیت حاصل ہے اور جسکی وجہ سے مخدوم کا شہرہ اسلامی دنیا مین پھیلا ہوا ہے وہ تصوف ہے - اسمین آپ کا پایہ جتنا بلند اور اعلےٰ ہے اوسکا اندازہ میری چشم بصیرت نہین کر سکتی - شعر

وصف او در زبان نمی گنجد ٭ هرچه گویم هزار چندان است ٭ لیکن یہ خیال رکھنا چاہئے کہ دنیا مین معدودے چند ہی مثالین جامعیت علوم ظاہری و باطنی کی مل سکتی ہین - اور اسکو مین نہایت فخر کے ساتھ کہتا ہون کہ مخدوم اون ہی معدود بندون مین ہین -

لیکن قبل اسکے کہ مخدوم کے متعلق مین تصوف کی بحث کو چھیڑون بہتر ہوگا کہ مخدوم کے کلام سے مین اسکو دکھلادون کہ صوفیون کا مذہب کیا ہے - اور صوفی - فقیر - زاہد اور ملامتی مین کیا فرق ہے - ان امور مین میرا ماخذ مخدوم کی شرح آداب المریدین ہوگی -

صوفی کا مذہب

آپ فرماتے ہین کہ **اہل تصوف** کا مذہب ظاہر و باطن ہے - ظاہر مذہب انکا "کار بستن ادب است با خلق" - اور یہ شریعت ہے یعنی خلق

کے ساتھ ظاہر مذہب کے موافق حسب الحکم شرع کے معاملہ کرتے ہین۔ اور باطن مذہب انکا یہ ہے کہ "نزولِ احوال ومقامات می کنند با حق"۔ یعنی صدق کے ساتھ احوال ومقامات کی تحقیق کرتے ہین۔ اور یہ حقیقت مذہب ہے یعنی باطن مین حق کی صحبت مین رہتے ہین جیسا کہ حکم حقیقت ہے۔ اس روسے کہ حق تعالے اوسکے باطن کو جنبش دیتا ہے اور آرام دیتا ہے۔ یہ بندہ حق کی تصرف سے جنبش مین آتا ہے اور آرام کرتا ہے۔

فقر غیر تصوف ہے۔ بلکہ نہایت فقر بدایت تصوف ہے۔ **صوفی** کاملان ولایت کا نام ہے۔ اور محققان اولیا کو اس نام سے مسمّے کرتے ہین۔ اور اہل صفا کی اس درجہ مین تین قسمین ہین۔ ایک صوفی۔ دوسری متصوف تیسری مستصوف صوفی وہ ہوتا ہے کہ "از خود فانی بود وبحق باقی۔ از قبضہ طبائع رستہ وبحقیقتِ حقائق پیوستہ"۔ متصوف وہ ہے کہ مجاہدات کے ذریعہ سے اس درجہ کی طلب کرتا ہے۔ اور طلب مین اپنے کو انکا ہم معاملہ بناتا ہے۔ مستصوف وہ ہے کہ جاہ اور حظ دنیا کے لئے اپنے کو انکا سا بناتا ہے اور صوفی اور متصوف کی کاروبار ومعنے (معاملات واحوال ومعانی) سے خالی ہوتا ہے۔ **فقر** اوسکو کہتے ہین کہ "ترا نباشد وچون باشد ہم ترا نباشد"۔ اسکے معنے یہ ہین کہ "تا نباشد ترا میل وطلب نباشد۔ چون یافتی بر موجود اعتماد نباشد تا حالِ وجود وحالِ عدم یکسان باشد"۔ پس فقر نیستی سے عبارت ہے۔ یہانتک کہ لوگون نے کہا ہے

فقیر وصوفی مین فرق

کہ اگر دنیا مین سے چند سر مو بھی فقیر کی ملک مین ہون تو اوسکا فقر تمام نہین ہے فقیر متمسک بفضل فقر ہوتا ہے اور غنی پر برگزیدہ ہوتا ہی اور اسکا امیدوار ہوتا ہے کہ موافق اس حدیث رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ يَدْخُلُ فُقَرَآءُ اُمَّتِیْ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْاَغْنِيَآءِ بِنِصْفِ يَوْمٍ وَهُوَ خَمْسُ مِائَةِ عَامٍ ۔ خدا کے یہان عوض پائیگا۔ پس جب وہ اس عوض پر نظر کرتا ہی اپنے کو حصولِ فانی سے بچاتا ہی اور فقر و قلت کو سینہ سے لگائے رہتا ہی اور زوالِ فقر سے بہ سبب فوتِ فضیلت فقر و عوضِ موعود کے خائف رہتا ہی۔ اور صوفیون کی راہ مین یہ عین اعتلال ہے۔ کیونکہ یہ تو عوض و اجر پر نظر رکھنا ہی۔ اور یہ ترک و زہد بھی ان ہی عوضون کے لئے ہوا۔ اور جو شخص کسی غرض و علت سے عبادت کرتا ہی وہی اوسکا معبود ہی۔ اسیلئے کہتے ہین کہ کہ جو تیرا دلبند و مقصود ہے وہی تیرا معبود ہی۔ صوفی جو اشیاء کو ترک کرتا ہی وہ عوض موعود کی امید پر ترک نہین کرتا بلکہ اسوجہ سے کہ وہ اپنا اَبن وقت ہے یعنی اپنے وقت و حال کا تابع ہے۔ وقت سے انکا منشاء وہ حال ہی کہ "اندر سر بندہ پدید آید و او را با آن حال آرام بود"۔ کوئی وقت عارف کے لئے سکون واجب کرتا ہی اور کوئی وقت حرکت واجب کرتا ہی۔ کوئی وقت شکر واجب کرتا ہے اور کوئی وقت شکایت واجب کرتا ہی۔ کوئی وقت صبر واجب کرتا ہے اور کوئی وقت جزع واجب کرتا ہے۔ کوئی وقت گفتا

واجب کرتا ہے اور کوئی **وقت** خاموشی واجب کرتا ہی۔ کوئی **وقت** صحبت خلق واجب کرتا ہی۔ اور کوئی **وقت** عزلت واجب کرتا ہی۔ اسیلئے کہتے ہین کہ عارف اپنا "ابنِ **وقت**" ہی۔ یعنی جیسے کہ لڑکا مان باپ کا تابع ہوتا ہی اوسی طور سے عارف ظاہراً و باطناً حق کا تابع ہی اور اوسکو خود کوئی دخل نہین۔ صوفی "قائم ہست در اشیا بر ارادتِ خداوند تعالےٰ نہ بر ارادت خود"۔ پس وہ کوئی نضیلت نہ تو فقر مین دیکھتا ہے اور نہ غنا مین۔ بلکہ وہ اوس حال مین فضیلت دیکھتا ہی جسمین خدا اوسکو لاتا اور قائم رکھتا ہے۔ اور صوفی کو یہ اذن کہ خدا کس حال مین لانا چاہتا ہی اور کس سے نکالنا چاہتا ہے اپنے نور باطن کے ذریعہ سے معلوم ہوجاتا ہے۔ پس **فقر و تصوف** کا فرق اس سے معلوم ہوگیا کیونکہ فقیر "قائم ہست در اشیا بخود و واقف ہست بارادتِ خود"۔ اور صوفی "قائم ہست بمراد خداوند تعالےٰ"۔

فقیر و صوفی کا فرق تو معلوم ہوگیا اب یہ بات باقی رہی کہ فقیر و صوفی وزاہد مین کیا فرق ہے۔ اسکو مخدوم یون فرماتے ہین کہ "زاہد ترک را بزرگ می دہد وا فقر را تسبیح می دارد۔ و ہمچنین فقیر۔ تا گفتہ اند اگر صوفی را دو حالِ نیک یا دو صفتِ نیک پیش آید۔ تا ہر کدامی کہ نیکوتر بود در راہ محبت باآن بود"۔ زہد غیر فقر ہے۔ یعنی زہد اور چیز ہے اور فقر اور چیز۔ فقر زہد سے برتر ہے۔ زہد حظوظ و تمتعاتِ فانیہ کا بامید یافتِ لذائذ و انعامات باقیہ مجرد ترک کر دیتا ہے اور اہل معرفت اسکو

فقیر و صوفی وزاہد مین فرق

بیع و شراے بسلم کہتے ہین۔

صوفی اور ملامتی مین فرق

صوفی غیر ملامتی ہے۔ ملامتی وہ ہو کہ نہ تو خیر کو ظاہر کرے اور نہ شر کو چھپائے یعنی صوفی دوسرا ہے اور ملامتی دوسرا۔کیونکہ ملامتی اوسکو کہتے ہین کہ اپنے نیک احوال و اعمال کو خلق پر ظاہر نہ کرے اور اپنے بُرے احوال و اعمال کو خلق سے نہ چھپائے۔ اور یہ اسوجہ سے ہو کہ اوسکو اخلاص کی لذت ملی ہوئی ہو اور صدق کو اوسکا دامن پکڑے رہتا ہے۔ وہ اسکو نہین چاہتا کہ کوئی شخص اوسکے حال سے مطلع ہو۔ اور اپنے نیک احوال و اعمال کے چھپانے مین اوسکو ایسی لذت ملتی ہے کہ اگر اوسکے احوال و اعمال خلق پر ظاہر ہو جائین تو اوسکو ناخوشی اور وحشت اوس سے بھی زیادہ ہوتی ہے جو کسی گنہگار کو اپنی معصیت کے اظہار سے ہوتی ہو۔ جیسا کہ سارے لوگ خلق اللہ کے قبول یعنی عزت و توقیر سے خورم و شاد ہوتے ہین برعکس اوسکے یہ ردِ خلق یعنی اونکے انکار و تحقیر سے خوشدل و مسرور ہوتے ہین پس ملامتی اگرچہ اخلاص و صدق مین مستقل اور ثابت قدم ہوتا ہے لیکن اوسکی نظر خلق پر ہوتی ہے اور یہ امر صوفی کی راہ مین شرک ہے۔ صوفی خلق کے ساتھ مشغول نہین ہوتا۔کیونکہ مشغول بخلق ہونے کے لئے ضرور ہو کہ اوسکی نظر خلق پر ہو۔ اور صوفی خلق سے گزرا ہوا ہوتا ہے۔ کیونکہ کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ کا سر اوسپر کشف ہو چکا ہے۔ اور خدا کے سوا اوسکی نظر مین کچھ نہین ہوتا۔ **بیت** تاکہ باخویشی عدو بینی ہمہ ❊ ❊ ❊

چون شوی فانی اَحد بینی ہمہ - یہ صوفی اسکو فنا فی التوحید کہتے ہین۔

شریعت و طریقت و حقیقت مین اختلاف نہین ہے

اس زمانہ مین اکثر بزرگون کا جو اپنے کو صوفی کے لقب سے ملقب کرتے ہین یہ خیال ہے کہ شریعت و طریقت و حقیقت مختلف چیزین ہین جنکے آپس مین بُعد المشرقین ہے۔ اور ایک کو دوسرے سے وہی نسبت ہے جو شجر کو حجر سے کاہ کو کوہ سے۔ آگ کو پانی سے۔ لیکن مین نہایت زور سے کہتا ہون کہ مخدوم کے اقوال و افعال دونون اس خیال کی تردید کرتے ہین۔ افعالی شہادت کے لئے تو مخدوم کی زندگانی کا سارا دفتر موجود ہے۔ اور اقوالی شہادتین مین آپ کی مختلف تصنیفات سے جستہ جستہ ہدیۂ ناظرین کرتا ہون۔ **مکتوبات دوصدی** کے مکتوب بست و پنجم مین مخدوم پہلے شریعت و طریقت کی تعریفین بیان فرماکر ان دونون کے درمیان جو فرق ہے اوسکو دکھلاتے ہین۔ پھر شریعت و حقیقت کے جھگڑونکو چکاتے اور صراط مستقیم کی ہدایت فرماتے ہین۔

شریعت

مخدوم فرماتے ہین کہ "**شریعت** ایک راستہ ہے جو انبیا علیہم السلام خداوند عزوجل کی تائید سے امت کو بتاتے ہین۔ تمامی انبیائے جو خلائق کی دعوت کی وہ توحید کیطرف تھی۔ اور اسمین سب انبیا برابر ہین۔ ایک ہی دین ہے اور ایک ہی دعوت اور ایک ہی معبود۔ سبھون نے یہی کہا ہے **اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ**۔ اور سبھونکا یہی کلام رہا ہے کہ **فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ** ۵ عہد آدم ؑ سے تا عہد محمد مصطفٰے صلوات اللہ علیہم

اجمعین سب اسمین متفق ہین۔ ان کی باتون مین کچھ اختلاف نہ تھا کیونکہ یہ دعوت محض وحی ربانی کی دعوت تھی جو اللہ تعالے جبرئیل علیہ السلام کی وساطت سے انکے عقول وسمع مین منقوش ومسموع کراتا تھا۔ اختلاف جو کچھ ہے وہ صرف لغات وعبارات واستعارات و ارکان وشرائع مین ہے۔ اصل دعوت وقاعدۂ ملت وقانون دعوت مین کچھ اختلاف نہین۔ دوسری دعوت عبودیت کی تھی۔ اور چونکہ انبیا خلائق کے اطبا تھے۔ اسلئے ہر وقت مین امت کی مصلحت کے موافق خدا کی وحی سے ملت کے قاعدے وضع کرتے تھے۔ پس انبیا کا خداوند عزوجل کی بات کو مان لینا اسکو وحی کہتے ہین۔ اور انبیا علیہم الصلوٰة والسلام کا اوسکو بیان کرنا یہ دعوت ہوئی۔ اور اونکے مستمعین ومتابعین کو امت کہتے ہین۔ اور اوامر ونواہی اور اصول وفروع دعوت کے مجموعہ کو شریعت کہتے ہین۔ اور اس راہ پر چلنے کو طاعت کہتے ہین۔ اور ان سب کے مان لینے کو اسلام کہتے ہین۔ اور دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرنے کو ایمان۔ اور ان سب پر ثبات وقیام کو دین کہتے ہین۔ شریعت ایک راہ ہے اور پیغمبر اس راہ کا نشان دہندہ اور جادۂ فراخ کو شارع کہتے ہین۔ پس شریعت ایک راہ فراخ ہے جس سے دوسری راہین نکلتی ہین۔ جیسا کہ حضرت رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم نے اشارہ

کیا ہے اور فرمایا ہے۔ سَتَفۡتَرِقُ اُمَّتِیۡ عَلٰی ثَلٰثٍ وَّ سَبۡعِیۡنَ فِرۡقَۃً۔ کُلُّھَا ھَالِکَۃٌ اِلَّا وَاحِدَۃٌ فَاِنَّھَا نَاجِیَۃٌ۔"

طریقت

طریقت کی مخدوم یہ تعریف بیان کرتے ہین کہ" طریقت ایک راہ ہے جو شریعت سے نکلی ہے" پھر شریعت و طریقت مین جو فرق ہے اوسکو یون بیان فرماتے ہین کہ" شریعت سو مراد توحید۔ طہارت۔ نماز و روزہ۔ حج و جہاد و زکوٰۃ و دیگر احکام شرع و معاملات ہین۔ اور طریقت سے مراد ان معاملات و احکام کا برتاؤ ہے حقیقت کی راہ سے مشروعات کا تفحص کرنا۔ اعمال کو صفائے ضمائر سے آراستہ کرنا اور اخلاق کو کدورات طبعیہ مثل ریا و ہوس و جفا و شرک وغیرہ سے طاہر کرنا یہی طریقت ہی۔ جو کچھ کہ تہذیب و تطہیر ظاہر سے متعلق ہی وہ شریعت ہی۔ اور جو کچھ کہ تصفیہ و تزکیہ باطن سی متعلق ہی وہ طریقت ہی۔ جیسے جامۂ نماز کو لوث نجاست سی پاک کرنا شریعت ہی۔ اور دلکو کدورت بشریت سی پاک کرنا طریقت ہی۔ نماز کے پہلے وضو کرنا شریعت ہی۔ اور ہمیشہ با وضو رہنا طریقت ہی۔ نماز مین قبلہ کیطرف منہ کرنا شریعت ہی۔ اور دل کا رخ خدا کی طرف کرنا طریقت ہی۔ خلاصہ یہ کہ جو محسوسات سے متعلق ہے اوسکی رعایت کرنی شریعت ہی۔ اور جو پردۂ قالب کے اندر ہے اوسکی رعایت کرنی طریقت ہے"۔

شریعت و طریقت مین فرق

"اگرچہ انبیا علیہم السلام اپنی امت کو وہی کرنے کو فرماتے ہین جو خود

کرتے ہین۔لیکن بعضے اخلاق واعمال ایسے ہین جو تکلیف سے خالی نہین ہوتے۔
اسلئے امت کو بنظر آسانی اونکے لئے مکلّف نہین کرتے! ورا ون باتون کو
اپنے ہی لئے مخصوص رکھتے ہین۔ جیسے رات کی نماز مثلاً تہجد وغیرہ۔صدقات کا
نہین لینا۔سیر ہوکر نہین کھانا۔دنیا سے کنارہ کرنا۔تھوڑی خوراک اور قلیل لباس
پر قناعت کرنا۔وغیر ذٰلک۔پس جن کامون کیلئے وہ امت کو مکلف کرتے ہین
وہ شریعت ہی۔اور جو کچھ امّت کی آسانی کی نظر سے خاص اپنے اوپر بڑھالیتے
اور اپنے احوال کے ساتھ لازم کرلیتے ہین وہ طریقت ہی"۔
"پھر جو شخص اس طریقت کا سلوک اختیار کرتا ہے وہ عوام کے درجہ سے
نکلکر خواص کے زمرہ مین داخل ہوتا ہے۔اور وہ خاص باتین جو انبیا کے لئے
ہین اوسکی دو قسمین ہین۔ایک قسم تو امّت کے لئے ممنوع و محظور ہی۔جیساکہ
قرآن مجید اوسکا قایل ہے۔ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ
اور دوسری قسم وہ ہے جو سُنّن مین پسندیدہ ہے۔اگر کوئی شخص اُس حقیقت سے
متّصف ہویا اُس طریقہ کو اختیار کرے تو وہ بیشک درجہ مین زیادتی پائیگا اور اسکے
کمال مین ترقی ہوگی۔طریقت مین رخصت نہین ہے۔کیونکہ رخصت تو ضعیف
الحال لوگون کے لئے ہے۔اور مباح چیزین عاجزون اور ضعیفون کی تخفیف کیلئے
مقرر کیگئی ہین۔ارباب طریقت کی شان سے قوت و ہمت و کد و کاوش و کوشش و مبالغہ
ہے! اسلئے وہ اپنے کو رخصت و مباح کی راہ سے باز رکھتے ہین اور حلال کی بھی زیادہ

حرص نہین کرتے۔ کیونکہ شریعت راحت و ترفیہ یعنی عافیت کا فتح باب ہے۔ اور طریقت کسر راحت اور نفس امارہ کو ترفیہ یعنی عافیت سے روکنا ہے۔ جبکہ مرید اپنے نفس کو مباحات کی رخصت دیتا ہے تو نفس دلیر ہو جاتا ہے اور اوسکو شہید کر ڈالتا ہے پھر بیشتر و بیشتر محرمات مین لیجا کر ہلاک کرتا ہے۔ جو شخص کہ بے شریعت کے طریقت کا قصد کرتا ہے اوسکی وہی مثال ہے کہ سیڑھیون کو توڑ کر دیوار سے کوٹھے پر چڑھنے کی ہوس کرتا ہو۔ اگر مدتون کے بعد کچھ چڑھا بھی تو بس ایک لحظ مین زمین پر آتا رہا اور پھر اپنی جگہہ پر پہونچا"۔

"ہر مقصد کی ایک راہ ہے اور ہر قصد کے لئے ایک شرط اور ہر صحبت کیلئے ایک اہلیت اور نسبت۔ راہ طریقت کی شرط و نسبت جملہ احکام شریعت ہین۔ جب مرید شریعت کی راہ مین راسخ ہوتا اور حقوق شرعی کو بقدر امکان بجا لاتا ہے تب توفیق اوسکی رفیق بنتی ہے اور عوام کی جماعت سے خلاص پاتا اور طریقۂ خواص کے سلوک مین چلنے والون کے ساتھ ہوتا ہے"

شریعت و حقیقت مین فرق

اسکے بعد مخدوم شریعت و حقیقت کا جھگڑا چکاتے ہین۔ وہ فرماتے ہین کہ شریعت و حقیقت دونون اس قوم کی یعنی صوفیونکی اصطلاح مین ہین جیساکہ حق و حقیقت۔ حال ظاہر کی صحت کو شریعت سے تعبیر کرتے ہین اور حال باطن کی صحت کو حقیقت سے۔ اور ظاہر و باطن دونون اصل مین ملے ہوئے ہین ایک دوسرے سے جدا نہین۔ کیونکہ تصدیق بغیر قول یعنی اقرار کے ایمان نہین

اور قول بغیر تصدیق کے گردش یعنی اثابت نہین۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ حقیقت ہے
اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ شریعت ۔صحت ایمان کی حالت کے ساتھ کوئی چاہے کہ
ایک کو دوسرے سے جدا کرے تو ممکن نہین۔ ہوسکی یہ خواہش باطل ہوگی۔
ہان حکماً شریعت حقیقت سے البتہ جدا ہے۔ کیونکہ قول و تصدیق مین فرق ظاہر ہے۔
بااین ہمہ علماے ظاہر کہتے ہین کہ فرق نہین ہے۔ شریعت خود حقیقت ہے اور حقیقت
عین شریعت۔ لیکن یہ غلط ہے۔ بالجملہ یہ مذہب ملحد ونکا ہے کہ ایک کا وجود بغیر دوسرے
کے روا ہے۔ وہ کہتے ہین کہ جب حقیقت منکشف ہوگئی تو شریعت اوٹھ جاتی ہے
اس اعتقاد و مذہب پر لعنت ہے۔"

"اصل یہ ہے کہ معنے اس روا ور اس حیثیت سے کہ اوس مین نسخ روا
نہین ہے۔ اور عہد آدم عم سے تا فناے عالم اوسکا حکم متساوی ہے حقیقت ہے۔
اور اس روسے کہ احکام کیطرح اوسمین نسخ و تبدیل روا ہے۔ معرفت حق و شریعت
ہے۔ ایک وقت تھا کہ شریعت نہ تھی اور ایک وقت آئیگا کہ نہ رہیگی۔ لیکن ایسا
کوئی وقت نہ تھا کہ حقیقت نہ تھی اور نہ ایسا کوئی وقت ہوگا کہ حقیقت نہوگی۔
پس شریعت بندہ کا فعل ہے اور حقیقت خدا کی داشت اور اوسکا حفظ و عصمت۔
قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا
شریعت کا مجاہدہ اور حقیقت کی ہدایت ساتھ ساتھ ہے۔ ایک دوسرے سے
جدا نہین۔ ایک مین بندہ کیطرف سے احکام ظاہر کی جو اوسپر لازم ہین نگہداشت ہے

اور دوسرے مین خدا کی جانب سے بندہ کے احوال باطن کا حفظ ہے۔ شریعت مکاسب ہی اور حقیقت مواہب۔ شریعت جسم و مادہ کے طور پر ہے اور حقیقت قلب کے طور پر۔ اور مادہ کا قوام قلب سے ہی۔ اور قلب کی منزل مادہ ہے۔ پس شریعت کی مثال قالب کی سی ہے۔ اور حقیقت کی مثال جان کی جیسا کہ آدمی کی حیات کی حالت مین ایک کا وجود بغیر دوسرے کے محال ہی اوسیطرح صحت ایمان کی حالت مین شریعت بغیر حقیقت کے اور حقیقت بغیر شریعت کی محال ہی یہی (یعنی ارباب تصوف) ایک گروہ ہے جو علم شریعت و حقیقت کے ساتھ مخصوص ہی۔ لیکن اس مخصوصیت سے معاملات مراد ہے نہ کہ مقالات۔

علم حقیقت کے ارکان

علم حقیقت کے تین رکن ہین۔ ایک ذات خداوند عزوجل اور اوس کی وحدانیت کا علم اور اوسکی ذات سے تشبیہ کی نفی۔ دوسرا خدا کی صفات و احکام کا علم تیسرا اوسکے افعال و حکمت کا علم۔

علم شریعت کے ارکان

علم شریعت کے بھی تین رکن ہین۔ ایک کتاب۔ دوسرا سنت۔ تیسرا اجماع امت۔

علم حقیقت کا قیام بے علم شریعت کے اور علم شریعت کا قیام بے علم حقیقت کے

علم حقیقت کا قیام بے اقامت شریعت کے زندقہ ہے اور علم شریعت کی اقامت بغیر اقامت علم حقیقت کے نفاق۔

اولیاے خدا نے صدق مجاہدہ سے علم دراست حاصل کیا ہی۔ اور علم دراست علم شریعت ہی کہ درس و جہد سے حاصل ہوتا ہے۔ اور انھون نے اپنے

معاملات کو اوس علم سے خالص کیا ہے۔ فَمَنَحُوا عِلْمَ الْوِرَاثَۃِ۔ تو اونکو علم وراثت یعنی علم حقیقت حاصل ہوا۔ یہ عطاء محض ہو کہ بلا درس و تعلیم کے مخلصین کو نصیب ہوتی ہے۔ کہ مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ وَرَّثَہُ اللہُ عِلْمَ مَا لَمْ یَعْلَمْ۔ یہی وجہ ہے کہ علماے ظاہر اسکو علم دراست مین طلب کرتے ہین جو اونکا مقام ہے اور نہین پاتے۔ ناچار اس سے منکر ہوتے اور کہنے لگتے ہین کہ یہ خلاف روایت ہو۔ یا اس طور کی روایت کہان ہے۔ اور اتنا نہین سمجھتے کہ کچھ ضرور نہین ہو کہ جو کچھ گدا کے گھر مین نہو وہ محمد شاد کے گھر مین بھی نہو۔ حق تعالےٰ کی غیرت اپنے اولیا کے ساتھ یہ ہے کہ وہ اسکو پسند نہین کرتا کہ اونکا حال اصلیت و واقعیت سے علیحدہ نظر آئے۔ انکا سِر (باطن) جو کچھ اخذ کرتا ہے حق سے اخذ کرتا ہے اور انکی زبان جو کچھ بیان کرتی ہو سِر (باطن) کا حال بیان کرتی ہے۔ اور زبان سِر کے ساتھ متفق ہوتی ہے۔ اور سِر حق تعالےٰ کے ساتھ متفق ہوتا ہے اسلئے جو کچھ انسے ظاہر ہوتا ہے سب راست ظاہر ہوتا ہے اور سب صواب ہوتا ہے

اشعار با علم و عمل زبان شان راست ؛ میزان صفت اند بے کم و کاست ؛
با حق جمع و ز خود پریشان ؛ لَا یَعْرِفُھُمْ شعارِ ایشان ؛ لیکن کج دیکھنا
ہماری تمھاری کجی سے ہو۔ . . . . . . بس اسکو محبت جان لو کہ یہ گروہ
وہ قوم ہین کہ ہرگز آداب شریعت کے کسی ادب کے ترک کو روا نہین رکھتے۔

پھر ترک فرض و واجب کو کیونکر جائز رکھ سکتے ہین۔

ترک فرائض وواجبات

افسوس ہے اون لوگون پر جو ترک فرائض وواجبات کو عین تصوف سمجھے ہوئے ہین اور بقول مخدوم کے مرحوم کے بدلے ملعون اور مومن کے عوض زندیق بنتے ہین۔ اگر انسے پوچھئے کہ نماز کیون نہین پڑھتے تو کہتے ہین کہ بغیر طہارت باطن کے نماز جائز نہین ہے۔ لیکن یہ سراسر ہٹ دھرمی ہے۔ مخدوم فرماتے ہین کہ "ہیچکس از مشائخ برین قائل نیست کہ درین محل ترک نماز کند۔ بلکہ نماز بگزارد و بداند کہ نماز من بر فتواے اہل طریقت جائز نیست۔ و نادان ترک می آرند۔ نظر آن کسان تا اینجا بیش نرسیدہ۔ دانستند کہ در طریقت بے طہارت دل نماز درست نباید ترک آوردند و ازین پیشتر نشدند تا بدانستندے کہ ترک نباید آورد۔ و ازان پیشتر نظر کردن این است کہ بداند کہ تکالیف شرع بر حسب حال است چنانکہ کسیکہ قدرت بر قیام ندارد تکلیف شرع در حق او این است کہ نشستہ گزارد و کسیکہ نشستہ نمی تواند گزارد در حق او تکلیف شرع بر آن است کہ غلطیدہ گزارد یا باشارت۔ پس چون این چنین بدانست بداند کہ تا قدرت در پاک کردن دل متعذر است تکلیف در حق وے آن است کہ با پاکی تن نماز گزارد و ترک نیارد و برین ترک معذور نباید۔ بعد آنکہ طہارت دل حاصل گردد۔ دران تکلیف بگردد کہ با طہارت دل نماز بگزارد۔ زیرا کہ دوران تکالیف شرع بر حسب دوران حال است۔ و این غلط از انجا بود کہ سلوک طریقت بہ رائے خویش کند۔ اما اگر در سایۂ دولت پیر بود این غلط ہرگز نبودے۔" پھر **خوانِ پُر نعمت** کی مجلس ہفتدہم مین فرماتے ہین کہ: "بعضے ترک نماز می کنند و میگویند کہ نماز و روزہ و عبادات دیگر تا آن زمان است کہ کسے بمطلوب

مقصود خود رسیدہ است۔ بعد از آنکہ بمقصود و مطلوب رسید برین ہمہ حاجت برخاست۔
زیراکہ این ہمہ وسائل و وسائط تا آن زمان ہست کہ بمنزل و مقصود خود رسیدہ است۔
بعد از انکہ بمنزل و مقصود رسید شغل برین بلاحاجت باشد۔ اما این را جواب میگویم کہ اگر
در نماز ہمین یک معنی بودے کہ وسیلہ ہست ہمچنین آمدے کہ تو میگوئی۔ لیکن در نماز جز این معنیہای
دیگر است کہ من و تو نمیدانیم و بدان نمی رسیم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ درین اجماع علما و مشائخ
ہست کہ انبیا از ہمہ بحق واصل ترند و بمنزل رسیدہ اند۔ پس اگر در نماز ہمین یک معنی بودے
کہ وسیلہ ہست انبیا بہ نماز ہا آتی نمی شدند کہ شغل برین بعد از وصول بلا فائدہ باشد۔
و معلوم ہمہ ہست کہ انبیا بہ نماز مشغول بودہ اند و پیوستہ گزاردہ اند۔ علما و مشائخ کبار کہ
مقبول ہمہ بودہ اند کسے بہ ترک نماز قائل نشدہ ہست۔ پس معلوم شد کہ ایشان کہ گزاردہ اند
و ترک ننا وردہ اند از ان سبب است کہ دران معنیہا و سرہا دیدہ اند۔ **بیت** عیب کنندم کہ چہ
دیدے درو ۔ کورند اندکہ چہ بیند بصیر۔" اس پر **قاضی اشرف الدین نے**
(جو حاضر مجلس تھے) عرض کیا کہ ہوسکتا ہے کہ اونھون نے امت کی تعلیم کے
خیال سے پڑھی ہو۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ "پس مرۃ کافی بودے۔ یا آنکہ برائے
تعلیم امت را چہ حاجت کہ بفعل تعلیم کردندے بقول بودے"۔ قاضی صاحب نے
پھر عرض کیا کہ اگر کوئی یہ کہے کہ تعلیم امت کیلئے نہیں۔ بلکہ وہ اونکے لئے مخصوص
تھی اسلئے پڑھی۔ مخدوم الملک قدس سرہ نے جواب دیا کہ:- "اگر مختص بدیشان
بودے بیان میکردندے چنانکہ چندین چیزہاے دیگر کہ بدیشان مخصوص بود بیان کردہ اند۔

زیرا کہ ہر چیہ دران مختصر اند بیان کردہ اند"۔ پھر فرمایا کہ :"نماز جامع ست مر تسبیح و تہلیل و رکوع و سجود و ثنا و دعا و قرآن را و قعدہ را و در ہر یکے ازین بلکہ در ہر حرکتے و سکنتے سرے و حاصیتے و خاصہ ہست کہ ایشان را آن کشف حاصل می شود و بدان کمالات حاصل می کنند۔ پس ازین جہت فضل ہمچنین ست کہ تفکر افضل ست از عبادات دیگر اما انچہ در نماز ست آن دران نباشد۔ چنانچہ در حدیثے آمدہ است کہ ہر کہ سہ بار اخلاص قراۃ کند ثواب ختم قرآن یابد۔ پس ازینجا چہ گویم کہ سور تہاے دیگر را تلاوت نکند۔ پس از جہت ثواب قراۃ اخلاص ہمچنین آید۔ اما ازین رو کہ در قرآن اسرار ہاست و وعدہاست و وعیدہاست و قصص و امثال و علم اولین و آخرین دران موجود ست۔ چہ گوئی کہ تلاوت نکند بگزارد۔ پس اگر در تلاوت قرآن معنی ہمین ادراک ثواب بودے محسب ہمچنان آمدے کہ چون بتلاوت اخلاص سہ بار ثواب ختم قران ست دیگر نخواند۔ اما ازین رو کہ در قران چندین ہزار اسرار و معانی و وعدہا و وعیدہا و اعتبارات و علم اولین و آخرین موجود ست آن نیاید مگر بتلاوت قرآن"۔ پھر ارشاد کیا کہ :"این خوب نظیر ست مر ردِ قولِ آن قائل را کہ ترک نماز میگوید برین کہ از وسائط ست"

چونکہ یہان پر نماز کا ذکر آ گیا ہے اسلئے بیجا نہو گا اگر مین مخدوم کی اوس عبارت کو جو تحریمہ و سلام کی نسبت ہے جگہ دون۔ مخدوم فرماتے ہین کہ :"تحریمہ اشارت بدان ست کہ این عالمہا ترک میدہد و بعالمے دیگر سفر میکند۔ اگرچہ صورتاً ترک نمی دہد اما معناً ترک میدہد۔ زیرا کہ مقصود از عالم تصرفات او ست۔ و تحریمہ محرِّم آن تصرفات ست۔ معنے تحریمہ و سلام

چون تحریمہ نسبت از عالم بیرون رفت برین معنے۔ پس معنًا ترک آمد صورتًا بجا اعتبار و سلام اشارہ بران است کہ جائے سفر کردہ بود باز بوطن رسید۔ و ہر آئینہ ہر کہ از سفر آید سلام گوید"۔

شریعت فقر کیلئے ضروری ہے

حق یہ ہے کہ درویشی کے لئے ضرور ہے کہ شریعت کا ہر دم و ہر آن خیال رکھے۔ بلا شریعت کے درویشی درویشی نہین۔ **مولانا مظفر شمس بلخی** اپنے مکتوبات کے مکتوب یکصد و ہفتاد و نہم (۱۷۹) مین مخدوم سے روایت کرتے ہین کہ "تقریر خدمت شیخ قدس اللہ سرہ العزیز این است کہ درویش آن را گویند کہ صاحب چہار چیز بود۔ شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت۔ شریعت علم او بود و طریقت قدم او بود۔ و حقیقت حال او بود۔ و معرفت کمال او بود"۔

پیر کی ضرورت از روئے سلوک

مخدوم فرماتے ہین کہ عمومًا اس طریقہ کے سالک کیلئے پیر کا ہونا ضروری ہے **اَلصُّحْبَةُ مُؤَثِّرَةٌ** اسیکی طرف اشارہ ہے۔ **اشعار**

کور ہرگز کے تواند رفت راست ٭ بے عصا کش کور را رفتن خطاست
گر تو بے رہبر فرود آئی براہ ٭ گر ہمہ کوہی فرو افتی بچاہ"

صحبت کا اثر غضب کا اثر ہے۔ مخلوق کے جس طبقہ کو لو ضرور اوس پر اسکا اثر پاؤ گے۔ یہ ایک ابدی سچائی ہے جو ہر زمانہ مین صحیح ہی ہے اور رہیگی۔ **اشعار**

بابدان کم نشین کہ در مانی ٭ خو پذیر است نفس انسانی
صحبت نیک را ز دست مدہ ٭ کہ بہ و بہ شوی ز صحبت بہ
صحبت باغہا بفصل بہار ٭ باد را ہر زمان کند عطار

روغن کنجدے ز صحبت تام   شد ز گلہا عزیز و نیکو نام

ابیات

گلے خوشبوے در حمام روزے   رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری   کہ از بوے دل آویز تو مستم
بگفتا من گلِ ناچیز بودم   ولیکن مدتے با گُل نشستم
جمالِ ہمنشین در من اثر کرد   وگرنہ من ہمان خاکم کہ ہستم

پیر کیسا ہونا چاہیئے

پیر کیسا ہونا چاہیئے اور پیری کے لئے کیا کیا شرائط ہین مین اونکو جستہ جستہ مخدوم کی تحریرات سے اخذ کر کے ہدیۂ ناظرین کرتا ہون کہ کلام الملوک ملوک الکلام۔ بڑونکی بڑی بات۔ لوگ مخدوم کے کلام سے فائدہ اوٹھائین اور آنکھین بند کر کے ہر شخص کے ہاتھ پر بیعت کر لینے کیلئے مستعد و آمادہ نہو جائین اور آخر کار "او خویشتن گم است کرا رہبری کند" کہکر اپنی جہالت پر نہ روئین مکتوبات دوصدی کے مکتوب سیزدہم مین مخدوم تحریر فرماتے ہین کہ "پیر چنان باشد کہ وی در صحبت خداست"۔ پیرونکی شان یہ ہے کہ

اشعار

جان فروشان بارگاہِ قدم   خرقہ پوشانِ خانقاہِ قدم
خوردہ یک بادہ برخِ ساقی   ہر چہ باقی است کردہ در باقی
معتکف در سرای راز ہمہ   بے نیاز از پئے نیاز ہمہ"

پھر اوسی مکتوبات کے مکتوب پانزدہم مین لکھتے ہین "قَالَ اللّٰہُ تعالے اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْہِمْ سُلْطَانٌ ہر کہ در عالم دل رسید از دست

شیطان پرست - امام و مقتدا گشت - پیری او را مسلم است - نہ آنکہ در عالم نفس درمانده بود و بعالم دل نرسیده - مردان حق دیگر اند و مردان ابلیس دیگر . . . .
صفتِ مردانِ حق دانی چیست - این است - **اشعار** چنگ در حضرت خداے زده +
ہر چہ آن نیست پشت پاے زده ÷ ÷ ساختہ ہر یک از میانِ ضمیر ÷
از قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ پیر ÷ ÷ خورده یک باده بر رخِ ساقی ÷
ہر چہ باقی است کرده درباقی ÷ و تا کسے در ظلمتِ نفس درمانده است - دلش خانۂ دیو است - ہر چہ ازوے پدید آید ہمہ خاطرِ نفس اماره بود اگر چہ طاعتے باشد کہ باطن او جاے دیو گشتہ است - و از ہر چیز ہمان بیرون آید کہ درون بود خواجہ سنائی راست - **اشعار** جان فروشان بارگاہِ قدم ÷ ÷
خرقہ پوشانِ خانقاه قدم ÷ مَا عَبَدْنَاكَ اجتہاد ہمہ ÷ ÷
مَا عَرَفْنَاكَ اعتقاد ہمہ ÷ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ از ہوش ÷
ساختہ پند وار حلقہ بگوش ÷ . . . . **اشعار**
می ندانم کین چہ مردان بوده اند ÷ کز عمل یکدم نمی آسوده اند + +
لاجرم در بندگی سلطان شدند ÷ مهترِ خلقِ جہان ایشان شدند
دردِ ایشان نیست از کسب - از عطا است ÷ کے شود در دے چنین از کسب راست
. . . . **اشعار** نیست گشتہ ہمہ بعنترہ ہست ÷
عَلَم بے نیازی اندر دست ÷ چشمِ شان تا و لایعب آدم ÷

اسم شان تا نہایت عالم ٭ دربقا از بقا فنا گشتہ ٭ از چرا و چرا جدا گشتہ ٭
معتکف در سرائے راز ہمہ ٭ بے نیاز از پئے نیاز ہمہ ٭ مکتوبات صدی
کے مکتوب ششم میں فرماتے ہیں۔" شیخ و مقتدا باید کہ بدین خاصیتہا مخصوص گردد و بدین
صفتہا موصوف شود و بدین مرتبہ ہا گزار کند۔ در جملہ ہر مقامے نیکو و خصلت پسندیدہ کہ در
قرآن مجید یاد کردہ است و در اخبار آمدہ ہست در و موجود بود تا شیخی و مقتدائی را شاید
اول مقام عبدیت۔ و تا از رقِ ماسوے اللہ آزاد نگردد عبد اللہ نتواند بود و بدولت
مِنْ عِبَادِنَا نتواند رسید۔ دوم استعداد قبول حقائق از ایات حضرت بے واسطہ
و تا از صفات بشریت بکلی بیرون نیاید مستعد قبول حقائق از حضرت عزت بے واسطہ نگردد
و بسعادت اٰتَیْنَاہُ رَحْمَۃً نرسد۔ سیوم یافت رحمت خاص از عندیت۔
و تا تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ نبود۔ و در سر او تجلی صفات الوہیت نتابد
بمقام عندیت نرسد و بصدر رَحْمَۃً مِّنْ عِنْدِنَا نہ نشیند۔ چہارم تعلم علوم است
از حضرت عزت بیواسطہ۔ و تا لوح دل از نقوش علوم عقلی و سمعی و حسی پاک نگردد۔
تعلم علوم از حضرت عزت بے واسطہ نتواند بود و بکرامت عَلَّمْنَاہُ مکرم نتواند شد
پنجم مخصوص بودن بعلم مِنْ لَّدُنِّیْ۔ و علم مِنْ لَّدُنِّیْ بمعرفت ذات
و صفات و افعال خداوند تعالے تعلق دارد۔ چنانکہ حضرت رسالت پناہ
صلے اللہ علیہ وسلم فرمود عَرَفْتُ رَبِّیْ بِرَبِّیْ۔ و تا بولادت دوم نرسد کہ
عیسے علیہ السلام از ان نشان دادہ ہست کہ لَنْ یَّلِجَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ مَنْ لَّمْ يُوْلَدْ مَرَّتَيْنِ این درجہ نبود و بشرفِ علمِ مِنْ لَّدُنِّی مشرف نگردد۔ یعنی ہر کہ از مادر براید این جہان را بیند۔ و ہر کہ از خود براید یعنی از اوصاف بشریت بیرون آید آن جہان را بیند۔ پس دنیا و عقبیٰ ہر دو حاضر بیند مَنْ لَّمْ یُوْلَدْ مَرَّتَیْنِ این باشد .... شیخی و مقتدائی نہ بدان شخص سر و ریش است کہ خلق بہ بیند۔ شیخ و مقتدائے بحقیقت آن معنیٰ است کہ در مقام عندیت در فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ در زیر قبۂ عنایت و عزت حق است عز و جل کہ اَوْلِیَائِیْ تَحْتَ قِبَائِیْ لَا یَعْرِفُهُمْ غَیْرِیْ .... و آن شیخ سالک بود نہ مجذوب کہ مجذوبان شیخی را نشایند اگرچہ سالک ہم مجذوب بود۔ اما مجذوب بر سالک دیگر است و مجذوب مطلق دیگر"۔

شرائط شیخی

خوانِ پُر نعمت کی مجلس سی و ہشتم میں فرماتے ہیں کہ "یک شرط در پیری این است کہ او را تصرف باشد فی مملکۃ اللہ تعالیٰ۔ ہر کرا این نیست شیخی را نشاید۔ ہم ازینجاست کہ یکے را دنیا دہند و یکے را آخرت دہند و اگر خواہند ہر دو دہند۔ یکے را بخوانند و دیگرے را برانند۔ این ہمہ تصرف ایشان را فی مملکۃ اللہ تعالیٰ است۔ و این ہم است کہ ہرچہ ایشان بخواہند شود۔ اگر کسے گوید کہ از آن بندہ این نیست کہ ہرچہ خواہد شود۔ جواب بدین طریق گفتہ اند کہ معنئ این سخن کہ ہرچہ ایشان خواہند شود آن است کہ ایشان ہمان خواہند کہ ارادت حق باشد و ارادۂ حق از انہاست کہ البتہ شود۔ پس ازینجا ہمین آید کہ ایشان ہرچہ خواہند شود۔ اینجا نیز اشکال وارد می آید

دران نور ولایت کہ ایشان است از انجا ارادت حق معلوم کنند نہ این کہ بخواست خود
ہر چہ خواہند شود۔ شعر۔ ہرگز وجود حاضر و غائب شنیدہ ۔ من درمیان جمع و دلم جای دیگر است

مریدی کی شرطین

مرید کیسا ہونا چاہئے اور مریدی کی کیا کیا شرطین ہین اسکے لئے بھی مخدوم نے حدین قائم کی ہین۔ فوائد رکنی مین آپ فرماتے ہین کہ مرید حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جیسا ہونا چاہئے۔ مریدی پیر پرستی ہے۔ اگر تمھارے حرکات و سکنات تابع فرمان پیر ہین تو تم البتہ مرید ہوا اور اگر اپنی خواہش و مراد کی تابع ہین تو تم اپنی مراد اور خواہش کے مرید ہو پیر کے مرید نہین۔ اگر پیر کسی ایسے کام کے لئے حکم دے کہ ظاہرا خلاف دین معلوم ہوتا ہو تو اس حالت مین اگر مرید نے پیر کے حکم کے موافق عمل کیا تو البتہ پیر کا مرید ہے ورنہ وہ اپنے دین یعنی خیال کا مرید ہوگا۔ مریض کو طبیب کے حکم کی پابندی لازم ہے۔ اوسکا یہ منصب نہین ہے کہ طبیب پر تحکم کرے کہ مجھکو یہ دوا دو وہ دوا نہ دو۔ اگر اوسکو یہ علم ہوتا تو وہ خود طبیب ہوتا دوسرے طبیب کا محتاج نہوتا۔

سلوک کے مراحل

تصوف کی راہ مین مقصود تک پہونچنے کے لئے سالک کو کون کون مرحلے طے کرنا پڑتے ہین اسکو مخدوم فوائد رکنی مین یون بیان فرماتے ہین کہ:۔ ”تا رونده از چہار عالم ناسوت ۔ و ملکوت و جبروت و لاہوت نگزرد بمقصود نرسد و تا از یکے ازین عالم نگزرد بدیگر عالم نرسد“۔ پھر ان چارون عالم کی تعریفین

اور بتدریج ادن سے ترقی کرنے کی صورت بیان فرماتے ہین کہ:-

"ناسوت عالم حیوانات راگویند۔ عبارت دیگر ناسوت صفات نفس است و ذمیمہ است و فعل این منزل از حواس خمسہ است۔ چون خوردن و پوشیدن و دیدن و شنیدن و بوئیدن۔ چون بریاضت و مجاہدت ازین عالم بگزرد بعالم ملکوت رسد۔ و آن منزل فرشتگان است۔ و فعل این منزل تسبیح و تہلیل و رکوع و سجود و قیام و قعود است۔ و آن صفات قوت عاقلہ است و جملہ حمیدہ است۔ و چون ازین منزل بنزلت النظر الیہا بگزرد بعالم جبروت رسد۔ و آن عالم صفات خاص روح است چون شوق و ذوق و طلب و وجد و سکر و صحو و ثمرۂ آن قربت است (اور بقطع نظر ازین صفات ملکوتیہ) بذات مقدس۔ و چون ازین صفات خاص مجرد شد بعالم لاہوت رسید۔ کہ اشتغال بصفات حجاب ذات آید۔ وَاَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَہٰی۔ و آن لامکان است۔ و آنجا نہ گفت و گوے است و نہ جہت و جوے است۔

راہ سلوک مین کیا شرط کار ہے اسکو بھی وسی فوائد رکنیہ۔ مخدوم یون بیان فرماتے ہین کہ:" تعطیل و ناامیدی نہ شرط کار است۔" پھر فرماتے ہین کہ:" اگر بازار روی او را طلب۔ و اگر بخانہ آئی او را طلب۔ و اگر بمسجد شوی او را طلب۔ و اگر بخرابات روی او را طلب۔ و اگر عزرائیل آید بر تو بیگر تا از طلب فرو نایستی۔ عزرائیل را بگوی تو کار خود کن من کار خود میکنم۔" پھر فرماتے ہین کہ:- اگر افتادۂ خود را زود دریاب۔ تا کار از دست نرفتہ است علاج آن بکن۔ پس ہوشیار باید شد۔ و غم خود باید خورد۔ تا در توبہ

نہ بستہ اند۔ رباعی۔ اے پیر گنہگار در توبہ کشادہ است ٭ انواع نعم بہر تو آمادہ نہادہ است ٭ بشتاب سوے توبہ کہ از مادرِ گیتی ٭ از کردنِ تاخیر بسے واقعہ زادہ است"۔ پھر فرماتے ہین کہ:۔ "اصل درین راہ ہمین دو کار است۔ یکے پاک کردن اعضاے ظاہر از لوث معصیت۔ و دوم پاک کردن دل از لوث صفات مذمومات"۔ پھر اوسی فوائد رکنی مین دوسری جگہہ فرماتے ہین کہ:۔ "اے برادر تجرید و تفرید شرط راہ است۔ تجرید از علائق و تفرید از خود۔ نہ در دل غبارے نہ بر پشت بارے۔ نہ باکس شمارے نہ در سینہ انبارے نہ باہیچ مخلوق کارے۔ ہمتش از ذروۂ عرش بر گزشتہ و از کونین رمیدہ و بامراد آرمیدہ۔ با وجود کونین بیدوست خوشی نہ۔ و بے وجود عالمین با دوستاں خوشی"۔

شہودی و وجودی

صوفیون کے دو گروہ ہین۔ ایک شہودی دوسرا وجودی۔ شہودی کہتا ہے کہ ظلِ شئے حقیقتاً عین شئے نہین ہے بلکہ محض شبہ و مثال ہے۔ اور وجودی ظلِ شئے کو عینِ شئے کہتا ہے۔ پس فرق درمیان دونون گروہ کے یہ ہوا کہ شہودی ظل کا حمل اصل پر نہین کرتے اور وجودی ظل کا حمل اصل پر کرتے ہین۔ مسئلہ شہود کی اشاعت اولاً حضرت رکن الدین ابو المکارم شیخ علاء الدولہ سمنانی اور ثانیاً حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمہما اللہ سے ہوئی۔ اور مسئلۂ وجود کے موجد شیخ اکبر محی الدین ابن عربی

رحمہ اللہ ہیں مخدوم کی تحریرات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بھی حضرت محی الدین ابن عربی کے ہمخیال تھے ۔ چنانچہ تحفہ غیبی میں آپ سے منقول ہے کہ :- "بزرگان گفتہ اند برائے تصور لَیْسَ فِی الْوُجُوْدِ سِوَی اللہ ۔ صورتے کہ در آئینہ دیدہ می شود آن صورت اصلی ندارد ۔ جمیع مخلوقات ہمچنین ہست در جنب ہستی و عظمت حق تعالے ۔ وجودِ سایہ از آفتاب ہست ۔ وتا وجود آفتاب نباشد سایہ نباشد ۔ و آنجا کہ آفتاب ہست سایہ نیست ۔ مثال ہر وجود کہ غیر وجود اللہ ہست جل و علا بمثال سایۂ آفتاب ہست"۔ پھر شرح آداب المریدین میں تحریر فرماتے ہیں کہ :- "اہل وحدت میگویند کہ وجود بر دو قسم ہست ۔ وجود حقیقی و وجود خیالی ۔ وجود حقیقی وجود خدا است ۔ و وجود خیالی وجود عالم ہست ۔ عالم خیال و نمائش ہست و بحقیقت وجود ندارد ۔ اما بنجا صبت وجود حقیقی کہ وجودِ خدا است این چنین موجود می نماید ۔ چون موجوداتیکہ در آب و در خواب و در آئینہ می نماید و بحقیقت وجود ندارد ۔ و اہل تصوف میگویند کہ عالم و اہل عالم ہر یکے وجود حقیقی دارند اما وجود خدایتعالے قدیم ہست و وجود عالم حادث ہست ۔ و چون بر اہل وحدت ایراد می کنند ۔ کہ ما ہمگونہ خیال و نمایش باشیم کہ بعضے از ما در خوشی و بعضے در ناخوشی و بعضے در رنج و بعضے در راحت و ہمچنین اختلاف احوالِ دیگر ۔ جواب میگویند مگر تو ہرگز خواب نکردہ و در خواب این چیزہا ندیدہ کہ کسے در خواب یکے را می ترساند آن کس در رنج ہست و یکے را می نوازد و آن کس در راحت ہست ۔ و شک نیست کہ این ہمہ خیال و نمایش ہست ۔ و ہر چند کہ این چیزہا خیال و نمایش ہست اما خیال و نمایش بر اہر حقیقت دلالت ہست ۔ از آن خیال و نمایش می گزرند تا بدان حقیقت می رسند معبر را ازین جہت معبر

می گویند کہ مردم ما ازین خیال می گزرانند و بحقیقت آن میرسانند و ہمچنین این خیال و نمایش را بر
حقیقت دلالت ہست و آن حقیقت وجود خدا است عزوجل - و کاملان معتبر انند از جہت
آنکہ مردم ازین خیال و نمایش می گزرانند و از حقیقت کہ وجود خداے تعالی ہست خبر می دہند -
و این وحدت ہست کہ مطلوب طالبان و مقصود سالکان ہست - و چون سالک بہ تمام وحدت
رسید دید و دانست کہ ہستی مر خداے راست - پس کثرت برخاست و شرک برخاست و حلول
و اتحاد برخاست و قرب و بعد برخاست و فراق و وصال برخاست خداے ماند جل جلالہ - و خداے
ہمیشہ بود و ہمیشہ باشد - اما سالک در خیال و پندار بود کہ می پنداشت کہ خداوند وجود دارد و غیر او ہم
وجودے دارد - اکنون ازان خیال و پنداشت بیرون آمد - و بعلم الیقین و عین الیقین دید و دانست کہ وجود
یکے بیش نیست و آن وجود خداے ہست عزوجل - ازین نظر گفتند - ابیات - دوئی را نیست
رہ در حضرت تو ٭ ہمہ عالم توئی و قدرت تو ٭ وجود کون ظل حضرت تست ٭ ہمہ آثار صنع
قدرت تست" - رسالہ ارشاد السالکین مین مخدوم نے اس بحث
مین جو کچھ لکھا ہے اوسکا ذکر کرنا بھی اس جگہ فائدہ سے خالی نہوگا - آپ
فرماتے ہین کہ "جب اللہ جل شانہ کی یہ خواہش ہوئی کہ اپنے کو ظاہر و
پیدا کرے اور اون صفتون کو جو اوسکی ذات مین ہین ہویدا کرے تو اوسنے
اپنے نور کو عالم ظاہر کی تمثیلات سے ظاہر کیا - اور اپنی ذات کو کسوت
خلق پہنانا - ؎ چو اظہار گشتن ہمی خواستم ٭ صفتہاے خود در خود آراستم
؎ بہر صورت نمودم ذات خود را ٭ گہے بر شکل آدم گاہ حوا ٭ -

وہ نورِ نا کور عالم لاہوت سے کہ منور ہے عالم جبروت مین آیا اور کسوت
جبروتی پہنکر روح کہلایا - اور جب عالم جبروت سے عالم ملکوت مین آیا تو
کسوتِ ملکوتی پہنکر قلب کہلایا اور جب عالم ملکوت سے عالم ناسوت
مین آیا تو کسوتِ ناسوتی پہنکر قالب وجسم کہلایا - اسی عالم کو ملک ظاہر
کہتے ہین - **اشعار** - وجودے ندارد کسے جز خدا ٭ ہمون بود و باشد
ہمیشہ بجا ٭ بہر سو نظر کن جمالش عیان ٭ کسے نیست جز وے حقیقت بدان
یہ بات جاننی چاہیئے کہ ملک عبارت ہی عناصر اربعہ سے یعنی خاک و باد و آب
و آتش - ان سب کی اصل نور ہے - جب نور نزول کرتا ہے تو عالمِ کثیف
مین آکر نار ہو جاتا ہے - اور جب نار کثیف ہوتا ہے تو باد ہو جاتا ہے - (اگر
وہ متحرک ہوا تو باد کہلایا ورنہ ہوا) اور جب باد مین کثافت آتی ہے تو آب
ہو جاتا ہے - اور جب وہ کثیف ہو جاتا ہے تو خاک ہوتا ہے - یہ سب
ایک وجود ہے - اور ایک نور سے متصور ہے - تمثیلاً نیشکر کو لو - یہہ
لطیف لطیف لطیف ہے - کبھی راب کی صورت مین - کبھی شکر کی شکل
مین اور کبھی قند کی کسوت مین جلوہ پذیر ہوتا ہی - یہ سب ازان نیشکر ہی ہین حقیقت
کی نظر سے دیکھو تو تمام شیرینی با وجود مختلف مزون کے عین نیشکر ہے - غیر نہین
شعر از جمالِ صبغۃ اللہ عالمے پر نور ہست ٭ ہر کجا بینی تو نورے او تصور می شود
اَنَا مِن نُّوْرِ اللّٰہِ وَالْخَلْقُ کُلُّھُمْ مِنْ نُّوْرِیْ کا مطلب یہہ ہین سے

حل ہوتا ہے۔ یہ سب ایک وجود ہی اور ایک نور سے صورت پذیر ہوا پس یہ بات ثابت ہوئی کہ بجز ایک وجود کے دوسرا وجود متصور نہین ہی۔ اور بجز حق تعالےٰ کے دوسرا وجود نہین ہے۔ **اشعار** ہرچہ بینی یار ہست اغیار نیست ٭ غیر او جز وہم وجز پندار نیست ٭ از جمال وھو معکم جلوہ ہاست ٭ لیک ہرکس لائق دیدار نیست ٭ یہ سب جو غیر دیکھتے ہو اور غیر کہتے ہو یہ غیر اعتباری ہے نہ کہ حقیقی۔ کیونکہ غیر حقیقی محال ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اگر مین غیر حقیقی کہون یا تصور کرون تو دو وجود لازم آتے ہین۔ اور دوسرا وجود جب تک کہ پہلا وجود منقطع اور منتہی نہووے متصور نہین ہوتا۔ اور اللہ کے وجود کے لئے حد و نہایت محال ہی۔ یہان پر یہ سوال ہوتا ہے کہ کیونکر یہ سب اللہ تعالےٰ کا وجود ہوسکتا ہے۔ کیونکہ اللہ کو نہ تو صورت ہے نہ شکل اور نہ رنگ۔ بلکہ جو کچھ کہ عالم ظاہر مین پائے جاتے ہین اللہ کے وجود مین ایک بھی اون مین سے نہین ہی۔ اور حق تعالےٰ کا وجود منزہ ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ البتہ اوس مین نہ حرف ہے۔ نہ صوت ہی۔ نہ ترکیب ہی اور نہ تقطیع مگر یہ سب قرآن مصحف مین جو لکھا ہوا ہے موجود ہین۔ اگر کوئی یہ کہے کہ قرآن کلام الٰہی نہین ہے تو یہ کہنے والا کافر ہے۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ قرآن اس ترکیب اور اس نظم کے ساتھ ظاہر نہین ہوا تو بھی وہ کافر ہے۔ کیونکہ قرآن اسی نظم و ترکیب کے ساتھ ظاہر ہوکر موجود ہوا ہے۔ اسیلئے اگر کوئی

اسکے وجود ظاہر کا منکر ہو کہ اسکا وجود نہین ہے تو کافر ہوگا۔ کائنات
مین جو کچھ صورت مین مقید ہے مخزنِ وجود سے اوسی شکل مین آیا ہے
شعر: بحر قدم چو موج برآرد ز بطنِ خویش ❊ آن را حدوث خواندن
در شرع احمدیست۔ معرفت مین اسکے ورا سے کہ یہ صورت و معنے
ایک ذات واحد ہین مین نے کوئی مقام نہین دیکھا۔ وجہ دوسری
اثبات کفر کی یہ ہے کہ ظاہر و باطن اللہ کا نام ہے ظاہر
کے معنے ہین "پیدا بہستی"۔ اور باطن کے معنے "نہان از چگونگی"۔
ظاہر سے مراد یہی وجود ہے۔ عالم ظاہر ہے اور عین باطن۔ اور وہی
باطن اس شکل و صورت سے ظاہر ہوا ہے۔ باطن مین کوئی شکل و صورت
نہین ہے۔ پس جو شخص کہ عالم ظاہر کے وجود کا منکر ہوا جان لو کہ اسم
ظاہر خدا کا منکر ہوا۔ اور جو شخص کہ خدا کے اسما مین سے کسی اسم کا
منکر ہوا وہ کافر ہوا۔ الظاہر و الباطن اللہ کا نام ہے۔ خدا
کی ذات کو اسیوجہ سے نہ تو تشبیہ کہتے ہین اور نہ تنزیہہ۔ علے الاجمال اسکو
متصف بہر دو صفات کہتے ہین۔ اللہ تعالے بعد تمثّل کے بغیر اسکے
کہ کلام نفسی مین کوئی تغیر ہو عالم مین ظاہر ہوا۔ اسکو یون سمجھو کہ اگر کوئی شخص
کوئی مقصد رکھتا ہو اور چاہتا ہو کہ اوسکو ظاہر کرے تو جب تک کہ حروف و
صوت کی صورت مین اظہار نہ کرے تب تک مقصود حاصل نہین ہو سکتا

پھر چاہئے کہ حروف و صوت کی اظہار سے اوسکے خاطر مین کوئی تغیر لازم آئے
ایسا نہین ہوتا ہی۔ اللہ جل شانہ کی عالم ظاہر کے ساتھ بھی مثال ہے۔
اوسکی ذات و صفات مین تغیر لازم نہین آتا ہے۔ هُوَ الْآنَ كَمَا
كَانَ لَا تَغَيُّرَ فِيْ ذَاتِهٖ وَ صِفَاتِهٖ بِحُدُوثِ الْاَكْوَانِ
دوسرے یہ کہ جبرئیل علیہ السلام پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس دحیہ کلبی رضی
یا اعرابی کی صورت مین آتے تھے۔ جبرئیل ع کی یہ صورت نہ تھی۔ کیونکہ جبرئیل ع
روحانی ہین اور وہ دکھلائی نہین دیتے۔ لیکن وہ اس تمثل سے آتے
تھے۔ اب اگر کوئی کہے کہ جبرئیل ع نہ تھے تو وہ حضرت مصطفٰے علیہ السلام
کے پاس جبرئیل ع کے آنے سے منکر ہوا اور کافر ہوا۔ عارف کا مقصود
اس مقام سے یہ ہے کہ ایک سے زیادہ وجود نہین ہے اور وہ وجود اس صورت
مین نہان سے ظاہر ہوا ہے۔ **اشعار** اے ز حسنت پرتوے در چہرۂ ہر
دلبرے ٭ عشق تو در ہر دلے و شوق تو در ہر سرے ٭ عاریت از حسن تو
در ہر سرے بنہادہ اند ٭ نیست جز تو ہیچ در عالم بمعنے دلبرے ٭
یہان پر بیجا نہین ہوگا اگر مین معیت خداوند تعالٰے کے مسئلہ کو
چھیڑون۔ چونکہ اس مسئلہ کو مسئلہ وحدت وجود و وحدت شہود کے ساتھ
خاص تعلق ہے اسلئے اسکا ذکر اول الذکر مسائل کے ساتھ نہایت موزون
ہے۔ یہ مسئلہ صوفیہ کرام کے درمیان ایک نہایت اہم بالشان مسئلہ ہے

مسئلہ معیت خداوند تعالٰے با جمیع اشیاء

حضرت مخدوم علیہ الرحمہ کی جو رائے اس مسئلہ پر ہے اول اوسکو مین آپ کی
تحریرون سے التقاط کر کے لکھتا ہون اور پھر اوسکے بعد حضرت خواجہ باقی باللہ
علیہ الرحمتہ جو حضرت مجدد الف ثانی کے پیر ہین اونکی رای کو بھی نقل
کرونگا تاکہ صاحبانِ بصیرت پر ہویدا ہو کہ ان دونون حضرات مین کہانتک
اختلاف ہی۔

مسئلہ معیت پر مخدوم کی رائے

تحفۂ غیبی مین مخدوم فرماتے ہین کہ:۔ "بودن خداوند عز و جل با جملہ
موجودات مساوی ہست۔ این چنین نیست کہ با یکے قریب ہست واز دیگرے بعید۔ خدا با ہمہ
ہست۔ اعلے علیین و اسفل سافلین در قرب و بعد برابر اند۔ و بعد و قرب بہ نسبت علم و جہل گفتہ اند
یعنی کسیکہ عالم تر قریب تر ہست و کسیکہ جاہل تر ہست بعید تر ہست۔ ورنہ ہیچ ذرہ از ذرات عالم نیست
کہ خداوند با آن نیست و بدان محیط نیست و بآن آگاہ نیست۔ واز اُولٰئِكَ هُمُ المُقَرَّبُونَ
مراد قرب کرامت و معرفت ہست۔ اگر یکے طاعت و عبادت و معرفت و موافقت و محبت با خداوند
عز و جل دارد بہ نسبت کسیکہ او این ہمہ ندارد بخداوند خود نزدیک ہست یعنی بدین نسبتہا
نزدیک ہست۔ گفتہ اند کہ مفہوم قرب چہار مرتبہ دارد عقل را ادراک سہ مرتبہ او ہست۔ قرب زمانی
قرب مکانی۔ قرب عقلی۔ اما قرب آفریدگار تعالے بہر موجود ہست۔ و سر وَهُوَ مَعَكُمْ جز عارف
صاحب بصیرت نداند۔ و این مرتبہ چہارم ہست در قرب"۔ پھر فرماتے ہین:۔ "وَهُوَ
مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ۔ اہل تصوف این معیت را معیت را بعہ
میگویند جز این سہ معیت کہ مفہوم و معلوم متکلمان ہست۔ و بر حقیقت سیر اند و میگویند

که حق تعالی با همه ذره‌ها بذاته موجود است - اما معیت او نه چون معیت اجسام است با اجسام که او
جسم نیست - و نه چون معیت جوهر است با اجسام که او جوهر نیست - و نه چون معیت عرض است
با جوهر که او عرض نیست - آری معیت روح با جسد مثال معیت حق است با کل کائنات - زیرا چه
روح نه درون قالب است و نه برون قالب و نه متصل است بقالب و نه منفصل از قالب
بلکه روح از عالم دیگر است و قالب از عالم دیگر - و روح از عوارض اجسام و اجزای آن از دخول
و خروج و اتصال و انفصال و جز آن هیچ نیست - و با این همه ذره از ذرات قالب نیست
که نه روح با او بحقیقت موجود است - معیت حق سبحانه تعالی با ذرات عالم هم برین مثال است
مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ اشاره بدین سر است سوال اینجا
وارد میکنند بر ایشان که ازینجا لازم می آید که حق سبحانه تعالی بذاته در موضع قذر هم باشد و این
کنه و کثیف "
شنیع و منکر است جواب میگویند که باتفاق جملهٔ اهل اسلام است که همه انواع نجاسات و قاذورات
حق تعالی می آفریند و نگاه می دارد که بی حفظ او بقا محال است و اندرین هیچ عیبی و نقصانی
لازم نمی آید - اندرین معیت نیز هیچ لازم نه آید با آنکه معلوم است که فعل بی فاعل و صفت بی موصوف
هرگز نبود - و دیگر میگویند که روح که متصرف است در همه اجزای از قالب موجود است با همه ذره‌های
قالب و زندگی هم بدو است - و با این هم از چیزهای که در باطن قالب است از خون و جز آن
هیچ خللی و نقصانی در طهارت و پاکی روح نه - بلکه روح اگر هزار سال با قالب صحبت کند
همچنانکه پیش از تعلق با قالب بود پاک و مطهر همچنان باشد - و متکلم معیت ذات احد حقیقی
اے اهل الکلام و المستدلال ۱۲ منہ "
با همه ذرات نامتناهی فهم نه توانست کرد بی تقدیر و تجزی و تقسیم و حلول در امکنه - لاجرم تاویل کرد

پھر اِسی تحفۂ غیبی مین دوسری جگہ فرماتے ہین کہ :۔ "معیت جسم باجسم معیت حقیقی نیست ۔ و این معیت ارباب تحقیق معیت بحقیقت نمی گویند معیت حقیقی آنست کہ باآن چیز کہ معیت دارد محیط او گردد و احاطت چیزے بچیزے از لطافت آن چیز است ۔ ہر چند چیزے لطیف تر احاطت او بیشتر ۔ تاعین القضاۃ در تقریر احاطت لطیف تا لطافت حق عزوجل رسانیدہ است کہ چون حق سبحانہ تعالےٰ لطیف مطلق است لطافت او بہیچ لطافتے نماند احاطت او بجملہ ذرات عالم ہم بر نسبت لطافت او باشد ۔ یعنی ہر کہ لطیف مطلق باشد محیط مطلق باشد ...... چون معیت نزدیک ایشان احاطت باشد پس معیت جسم باجسم و معیت جوہر باجوہر معیت نباشد ۔ الفصالے باشد نہ حقیقتِ معیت ۔ و حقیقت معیت سِرّ وَهُوَ مَعَكُمْ است ۔ جز عارفان صاحب بصیرت نزاند عقل از ادراک آن عاجز است"۔

مسئلہ معیت پر خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ کی رائے

حضرت باقی باللہ علیہ الرحمۃ اس مسئلہ کے متعلق فرماتے ہین کہ "سر معیت غیب ہُوِیّۃ حق سبحانہ تعالےٰ باشیا در غایت خفا و بطون است ۔ حقیقت این دریافت موقوف است بر پے بردن بر تنزیہ مطلق و اطلاق حرف آخر تنزلات او بصور علمیہ و بودن آن صور برازخ بین الموجود و المعدوم اَىِ الْجَامِعُ بَیْنَ الْوَجُوْدِ وَ الْعَدَمِ فَاِنَّهٗ مِنْ خَوَاصِ مَنْزِلِ الْعِلْمِ ۔ بیت

از نوائے بیرنگ باچندین صور ؛ ہم مشبہ ہم منزہ خیرہ سر ؛ و ہمچنین موقوف است بر شناخت آنکہ آن صور علمیہ را یک نسبت مجهول الکیفیتے بحضرت ظاہر پیدا شدہ کہ آن حضرت

درکسوت آن صور برآمده و آن صور آئینۂ اسما و صفات او شدہ۔ و اسما و صفات
او عین اوست۔ فَهُوَ مَعَكُمْ فِي الْعِلْمِ وَالْعَيْنِ رُوحًا كَانَ
أَوْ مِثَالًا أَوْ حِسًّا۔ لیکن معیت خانہ معیت اعمال ست با صور جبانیہ از اشجار
و قصور بر مذہب محققین۔ کہ قصور و اشجار آن موطن را بالذات با عمل یکے میگویند
پس چنانکہ عمل در موطنے عرض ست و در موطنے جوہر آن ذات متعالیہ در مرتبۂ منزہ است
از تعین و تمیز و اشارت و عبارت و در مرتبۂ قابل این امور۔ و معیت خانہ عین ہمچنین
معیت نقطۂ جوالہ ست با دائرۂ موہومہ فی الخارج۔ پس چنانچہ نقطہ را با دائرہ یکے
نسبتے واقع ست کہ واسطۂ ظہور دائرہ در خارج و نمود نقطہ در کسوت دائرہ شد ہمچنین
ذات حق در غیب مطلق او را بقدرت کاملہ اش یکے نسبتے بہ تنزلات علمیہ واقع شدہ
کہ سبب ظہور آن تنزلات در خارج و نمود آن ذات بحسب اسما و صفات در کسوت آن
تنزلات شدہ ...... حضرت او جل شانہ بے توہم حلول و اثنینیت و بے شائبۂ چونی
و چگونگی در ہمہ جا با ہمہ ست سخن ساقی کوثر امیر المؤمنین علی ست رضی اللہ عنہ کہ هُوَ
مَعَ كُلِّ شَيْءٍ لَا بِمُقَارَنَةٍ وَغَيْرُ كُلِّ شَيْءٍ لَا بِمُزَايَلَةٍ
اگر اثنینیت می بود لابد مقارنتہ می بود غریب صورتے نمی بست۔ و اگر وہم محض می بود
چنانچہ حکمائے جسمانیہ میگویند معیت است نمی آمد۔ و ہر آئینہ روئے نمی نمود۔ آوازۂ
اَلْعَجْزُ عَنْ دَرْكِ الْإِدْرَاكِ إِدْرَاكٌ درین مقام ست۔ مریدان وجہ
مطلق و مشتاقان غیب ہویّہ میگویند کہ ہر چہ دیدہ شدہ و دانستہ شدہ ہمہ غیر ست۔ بلکہ

کا نفی آن می باید کرد۔ یکے از عارف رومی قدس سرہ پرسید کہ حق چیست و عقل کیست۔ فرمود حق آنکہ بہیچ وجہ مدرک نشود و عقل آنکہ بہیچ وجہ جز یاد آرام نگیرد۔ ع قلقے ہست بے نہایت دردیست بے دوا۔"

مخدوم و خواجہ دونون النفس مسئلہ مین متفق ہین ۱۲

میرے خیالِ ناقص مین دونون حضرات مسئلہ متذکرہ صدر مین متفق الآرا ہین جو کچھ فرق ہے وہ صرف اظہار مدعا مین۔ صرف طرز بیان کا تفاوت ہے ورنہ ماحصل دونون کا ایک ہے۔

انسان اور معرفتِ اشیا کما ہیہٗ ۱۲

معرفتِ اشیا کما ہیہٗ کسکو کہتے ہین اور انسان کے احاطہٗ قدرت مین ہے یا نہین اسکی نسبت مخدوم تحفۂ غیبی مین فرماتے ہین کہ:" معرفتِ اشیا کما ہیہٗ این باشد کہ چنانچہ ہر چیزے ہست با علم و حکمت و معانی کہ در وے ہست ہمچنان بدانست و بدید۔ و این دانستن علم و حکمتِ حق سبحانہ تعالیٰ ہست کسے راکہ در علم و حکمت اشیا سلوک می افتد آن سلوکِ اورا نہایت نیست۔ زیراکہ او پیشتر شدہ است بدین کہ علم و حکمتِ خداوند بدانم۔ و علم و حکمت خداوند را نہایت نیست۔ کہ چندانکہ می بیند و میداند بیشتر می یابد"۔ پھر فرماتے ہین کہ:" علم و حکمت خداوند را نہایت نیست و آدمی زاد ذو نہایت ہست۔ ذو نہایت مر لانہایت را چگونہ دریافتن تواند"۔

نفس و روح

صوفیون کے درمیان نفس و روح کے مسئلے بھی نہایت مہتم بالشان ہین۔ مخدوم نے ان پر جو کچھ لکھا ہے اوسکو بھی مین آپ کی مختلف

مختلف تحریرون سے التقاط کر کے ہدیۂ ناظرین کرتا ہون :۔

نفس کی نسبت آپ فرماتے ہین کہ لوگونکو اسمین اختلاف ہے کہ نفس کیا ہے۔ مختلف شخصون کے مختلف و متضاد اقوال ہین۔ لیکن اس گروہ کے محققون کے دو قول ہین۔ ایک گروہ یہ کہتا ہی کہ نفس "معنے ست مُودَع اندر قالب چنانکہ روح"۔ دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ نفس "صفتے است مر قالب را چنانکہ حیات"۔ لیکن اس امر مین دونون متفق ہین کہ اظہار اخلاق ذمیمہ و افعال ناپسندیدہ کا سبب یہی ہے۔ اور اسکی دو قسمین ہین۔ ایک معاصی اور دوسری اخلاق ذمیمہ۔ معاصی اوصاف ظاہر سے ہین۔ اور اخلاق ذمیمہ اوصاف باطن سے۔ اسیطرح ریاضت کو افعال ظاہر سے تعلق ہے اور توبہ کو اوصاف باطن سے۔ اسیلئے معاصی کو ریاضت و زہد کے ذریعہ سے دفع کر سکتے ہین اور اخلاق ذمیمہ کو توبہ سے۔ نفس

روح کی نسبت آپ فرماتے ہین کہ اس مسئلہ مین بڑا اختلاف ہے۔ ایک گروہ اسکو جسم کہتا ہے۔ دوسرا جوہر۔ تیسرا عرض۔ چوتھا قدیم۔ پانچوان محدث۔ روح

ترسا کا مذہب یہ ہی کہ روح قدیم ہے۔ بعضے فلاسفہ بھی اسی کے قائل ہین۔ سُنت و جماعت کہتے ہین کہ۔ اَلرُّوحُ شَیْءٌ اِسْتَاثَرَہٗ

اللهُ بِعِلْمِهٖ وَلَمْ يَطَّلِعْ عَلَيْهِ اَحَدٌ مِّنْ خَلْقِهٖ وَلَا يَجُوْزُ الْعِبَارَةُ عَنْهُ بِاَكْثَرَ مِنْ مَوْجُوْدٍ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۵ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ - فقہا اور ائمہ کا بھی یہی اعتقاد ہے کہ اللہ نے روح کی ہستی سے تو خبر دی کہ کہا یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ ۵ لیکن اس کلام سے کہ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ اسکے قدیم ہونے کی نفی کی - کیونکہ امر کا تابع سوائے مخلوق و محدث کے اور کچھ نہین ہوتا - پس جیسا کہ اللہ نے کہا ہو اوسکے ہم مقر ہین لیکن یہہ نہین بتا سکتے کہ کیا ہے اور کہان ہے - کیونکہ اوسکے صانع نے صرف اوسکے ہونے کی خبر دی ہو اوسکی ماہیت و کیفیت سے خبردار نہین کیا - اسی لئے بزرگون کا قول ہے کہ اللہ نے اپنے مخلوقات مین سے ایک مخلوق کو یعنی روح کو ظاہر نہین کیا کہ کیا ہو اور کہان ہے - اسلئے خلق اوسکی شناسائی سے عاجز آئی - اس مین غرض یہہ تھی کہ لوگ جانین کہ جب مصنوع کو بغیر تعریف صانع کے نہین پہچان سکتے ہین تو پھر صانع کو بجز اسکے کہ وہ خود اپنی تعریف کرے کیونکر پہچان سکتے ہین - **مولٰنا روم** فرماتے ہین - **بیت** بشنو این خطاب را ساختہ شو جواب را ٭ ذرہ در آفتاب را گشتہ عظیم آیتے ٭ جملہ ملوک راہ دین جملہ ملائک امین ٭ سجدہ کنان کہ اے صنم بہر خدائے رحمتے ٭ ایک دوسرا کہتا **بیت** تنت زندہ بجان و جان نہانی ٭ تو از جان زندہ و جان را ندانی ٭ ٭ ٭

زہے صنع نہان و آشکارا ٭ کہ کس را جز خموشی نیست یارا ٭

روح کی نسبت ابو بکر قحطی کا قول اور اوسکی جانچ پڑتال

اصل یہ ہے کہ اس مسئلہ مین ابو بکر القحطی کے قول نے کل صوفیون کے طبقہ کو مورد طعن بنا رکھا ہے۔ اسیلئے مخدوم نے انکے قول کی پوری چھان بان کر کے اس بات کو دکھلا دیا ہے کہ انکے قول سے کہانتک پورا گروہ قابل اعتراض ہوسکتا ہے۔

آپ فرماتے ہین کہ روح کی نسبت ابو بکر القحطی کا یہ قول کہ لم یدخل تحت ذل کن ظاہر کرتا ہے کہ انکے نزدیک روح نہین ہے مگر زندہ کرنا اور زندگی یعنی اللہ نے جسم کو زندہ کیا تو وہ زندہ ہوگیا۔ الاحیاء صفۃ المحیی یعنی زندہ کرنا صفت زندہ کرنیوالے کی ہے۔ کالتخلیق صفۃ الخالق انھون نے اس طرح استدلال کیا ہے کہ خدا فرماتا ہے قل الروح من امر ربی۔ اور خدا کا امر اوسکا کلام ہے اور اوسکا کلام غیر مخلوق ہے۔ پس (بقول قائل) جسم زندہ ہوا خدا کے قول سے کہ اوسنے کہا کن حیًا۔ اور روح معنےً کالبد کے اندر نہین ہے۔ لیکن بزرگون نے کہا ہے کہ یہہ درست نہین ہے۔ درست یہ ہے کہ روح معنےً کالبد کے اندر ہے اور مثل کالبد کے مخلوق ہے۔ اور ابو بکر قحطی نے جو یہ کہا ہے کہ لم یدخل تحت ذل کن۔ یہ قدم کی جانب اشارہ ہے۔ کیونکہ جتنی اشیا ہین

دو طرح کی ہین - محُدث یا قدیم - جو محدث ہین وہ ذلِ کُن کی تحت مین
آتی ہین اور جو قدیم ہین وہ اوسکی تحت مین نہین آتی - اسلیئے اوسکو
قدیم کہا - کیونکہ ہر موجود جو محدث نہین ہی وہ قدیم ہے - مگر یہ باطل ہے
اسکی وجہہ یہ ہے کہ وہ روح جسکو جسد سے تعلق ہوتا ہی اور جسکی وجہ سے
وہ جسد زندہ کہلاتا ہے وہ اس جسد کی صفت ہی - کیونکہ یہ جائز نہین ہی کہ کسی
ذات کی صفت اوسکے غیر مین ہو - پس روح صفت اوسی زندہ کی ہے - اور یہ
ذات حی محدث ہے - اور محال ہے کہ ذاتِ محدث کی صفت قدیم ہو جیسا کہ
ذاتِ قدیم کے لئے صفتِ محدث محال ہے - لیکن جیسا کہ کہا گیا ہے
کہ لَیْسَ اِلَّا الْاِحْیَاءُ وَالْاِحْیَاءُ صِفَۃُ الْمُحْیِیْ کَالتَّخْلِیْقِ
صِفَۃُ الْخَالِقِ یہ استدلال بر سرِ خطا ہے - کیونکہ اگر اسکو روح
کی نسبت صحیح مان لیتے ہین تو تمامی صفتون مین ایسا ہی ماننا پڑیگا
اور یہ کہنا ہوگا کہ ساکن سکون کی وجہ سے ساکن نہین ہی بلکہ مُسَکِّن
کی تسکین کیوجہ سے ساکن ہے - اور کوئی متحرک حرکت کیوجہ سے
متحرک نہین ہے بلکہ مُحَرِّک کی تحریک کیوجہ سے متحرک ہی - بلکہ خواب و
بیداری - تندرستی و بیماری تمام صفات مخلوقات کو اسی اصل پر ماننا
پڑیگا - اور یہ کہنا پڑیگا کہ یہ سب ذلِ کُن کی تحت مین نہین آتے لیکن
یہ درست نہین ہے اور جب ایسا ہو تو وہ بھی درست نہین ہی - اور اس

قول ربانی سے کہ قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ جو استدلال ہوا ہے
وہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ اللہ تعالے نے یہہ نہین کہا کہ قُلِ الرُّوحُ اَمْرُ
رَبِّیْ بلکہ یہ کہا ہے قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ پہلے
روح کو ثابت کیا پھر یہ کہا کہ "روح از امر من ہست"۔ روح امر نہین
ہے۔ بلکہ مِنْ اَمْر ہے۔ اگر اس بات سے روح کا غیر مخلوق ہونا
لازم آتا ہے تو یہ بھی لازم آئیگا کہ کل چیزین غیر مخلوق ہون۔ کیونکہ جیسے
روح اوسکے امر سے ہے ویسے ہی سب چیزین اوسکے امر سے ہین۔ اسکی
وجہ یہ ہے کہ وہ امر تکوین ہے۔ کُنْ فَیَکُوْنُ۔ عرش سے ثرے تک
ازل سے ابد تک جتنی محدثات ہین سب کی صفت یہی ہو کہ کُنْ فَیَکُوْنُ
حالانکہ سب محدث ہین نہ کہ قدیم۔ اسلئے محال ہے کہ روح قدیم ہو۔
بہت سے لوگ اس گروہ کو مسئلہ روح کی وجہ سے ضال
وگمراہ سمجھتے اور انکی تکفیر کرتے ہین اور کہتے ہین کہ یہ روح کو قدیم
مانتے ہین۔ ترسا کو موقع ملا اونھون نے کہنا شروع کیا کہ اہل اسلام
کا ایک گروہ میرے ساتھ ہے اور روح کو قدیم کہتا ہے معترضین
ابو بکر قحطی کے الفاظ کو حجت پکڑتے ہین۔ مگر اولاً تو یہ امر خود
تحقیق طلب ہو کہ آیا حقیقتاً یہ الفاظ ابو بکر قحطی کے ہین یا نہین
ہوسکتا ہے کہ لوگون نے جھوٹھ یہ الفاظ اوسکی طرف منسوب کردی ہون

اوراس سے غرض اسلام کی بُرائی ثابت کرنی اوراپنے مذہب کی تقویت ہو۔ اورلوفرضا یہ محقق بھی ہواور ابو بکر قحطی کا یہ اعتقاد بھی ہو تو ایک شخص کی خطا سے گروہ کا گروہ ضاؔل اور کافر نہین ہوسکتا۔ اگرچہ مین نے اسکو بیان کردیا ہے کہ اوسکی ماہر مراد نہین ہے کہ روح قدیم ہے۔ بلکہ صرف اسقدر کہ روح معنًے امر ہے محیٔی کا۔ نہ کہ ایک صفت جو حَیّ مین ہو۔ اور یہ روح کو قدیم جاننا نہین ہی باایں ہمہ اس جگہ یہ بتلا دینا ضرور ہے کہ ابو بکر قحطی سے استدلال مین خطا ہوئی ہے۔ اوراگر استدلال مین مستدل سے خطا ہوجاے تو اس سے مستدل کافر نہین ہوسکتا۔ پس جب ایک خطا کیوجہ سے اوسکو کافر نہین کہہ سکتے ہین تو محال ہے کہ ایک گروہ کے گروہ کو اوسکی خطا کی وجہ سے ضاؔل کہدین اور کافر سمجھین۔ اور وہ بھی ایسی حالت مین کہ پورا گروہ اوسکو اس استدلال مین مخطی کہتا ہو۔ اوراگر اسوجہ سے پورا گروہ ضاؔل ہوجاے تو پھر عالم مین کوئی محقق اس سے بچ نہین سکتا۔ کیونکہ اہل حق کا کوئی گروہ ایسا نہوگا جس مین ایک بھی مخطی نہو جسکو کافر نہ کہتے ہون۔

اسکے بعد مخدوم فرماتے ہین کہ صاحب تعرف رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ روح وقلب ونفس ودنیا یہ چار چیزین وہ ہین جن کا نام تو اللہ نے اپنی کتاب مین لیا اور شریعت بھی ان چارونکی نسبت

ناطق ہے اور خلق کا بھی انکے وجود پر اجماع ہے لیکن جو کچھ کہ ان چارون کی نسبت بیان کیا گیا ہے وہ صرف انکی تاثیرات وصفات وافعال کی نسبت کہین انکی حقیقت اور ذات سے بحث نہین کیگئی۔ خواجہ **عطار** کہتے ہین۔

اشعار جان بلندی داشت وتن پستی زخاک ٭ مجتمع شد خاک پست وجان پاک ٭ چون بلند وپست باہم یار شد ٭ آدمی اعجوبہ اسرار شد ٭٭ لیک کس واقف نشد زاسرار او ٭ نیست کار ہر گداے کار او ٭ ٭ چند گوئی جز خموشی راہ نیست ٭ زانکہ ہرگز زہرہ یک آہ نیست ٭

[...]کون کا کلام ہے کہ اگر عقل سے روح کی نسبت کچھ کہنا روا ہوتا تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ اسکے لئے اولے تھے۔ کیونکہ اونکی عقل موحد و ملحد دونون کے نزدیک مسلم تھی۔ موحد اونکو رسول مانتے ہین! اور رسول عاقل ترین خلق ہوتا ہے اور ملحد اونکو **ابو جعفر حکیم** کہتے ہین اور حکیم کامل العقل ہوتا ہے اسوجہ سے اونکی عقل پر اتفاق ہے۔ مگر جب اون سے روح کی نسبت سوال کیا گیا تو چاہئے تھا کہ عقل سے جواب دیتے مگر اونھون نے عقل سے جواب نہین دیا بلکہ توقف کیا۔ جب اون پر وحی آئی تب اونھون نے روح کا تو اثبات کیا اور اوسکی ماہیت اور کیفیت کی نسبت کچھ جواب ندیا۔ پس ما راچہ رسد مشائخ کہتے ہین کہ بعضون نے روح کو کسی نہ کسی صورت مین دیکھا بھی ہے۔

اور یہ ممکن ہے۔کیونکہ اوسکا موجود ہونا مسلّم ہے۔

روح کا تعلق جسم کے ساتھ قبل از موت و بعد از موت۔

موت سے پہلے اور موت کے بعد روح کو جسم کے ساتھ کس طرح کا تعلق رہتا ہے۔اسکی نسبت مخدوم فرماتے ہین کہ موت کے قبل روح کا تعلق قالب کے ساتھ ویسا ہی ہے جیسا صانع کا تعلق آلہ کے ساتھ۔یہ تعلق ایسا نہین ہے کہ اگر آلہ نہو تو صانع کا عدم ہوجاے۔اسی طورسے روح کو اپنی بقا مین جسم کے ساتھ اس سے زیادہ تعلق نہین ہے کہ روح اس قالب کے واسطہ سے کام کرتی ہے۔زبان کے ذریعہ سے باتین کرتی ہے۔پانون کے ذریعہ سے چلتی ہے۔آنکھ کے ذریعہ سے دیکھتی ہے۔پس قالب عالم شہادت مین احکام روح کے ظہور کا محل ہے لیکن یہ سب حق کی مشیت سے ہوتا ہے۔جیساکہ جان کا کام عالم شہادت مین قالب مین پیدا ہوتا ہے اوسیطورسے حق تعالےٰ کے احکام عالم کبرے سے جان مین پیدا ہوتے ہین۔اور جسطور سے جان کے کام قالب مین پیدا ہوتے ہین اور قالب جان سے غافل ہے۔اوسکو یہ نہین معلوم ہوتا کہ روح سے کیا پیدا ہوتا ہے۔اسیطورسے چاہئے تھا کہ روح بھی لاعلم ہو۔مگر ایسا نہین ہے۔روح کو معلوم ہے اور وہ جانتی ہے کہ مجھ مین احکام حق پیدا ہوتے ہین اور اوسکو اسکا مشاہدہ بھی ہوتا ہے۔روح عالم ہے اور علم اوسکی صفت ہے۔اور قالب جماد ہے اور جماد کو علم کہان

اس امر مین مومن وکافر دونونکی روحین برابر ہین۔ زندگی مین جسم جو کام کرتا ہے روح کی فرمایش سے کرتا ہے۔ اور موت کے بعد روح جیسی پہلی تھی علے حالہ ویسی ہی رہتی ہے۔ ارواح قبل اسکے کہ اس عالم مین آئین مصفا تھین۔ عالم قالب کے تعلق کے بعد انکو دو طرح کے کسب پیش آئے۔ ایک کسب خیر۔ دوسرا کسب شر۔ جسقدر کہ کسب شر ہوتا ہے اوسیقدر صفا مین کدورت ظاہر ہوتی جاتی ہے۔ پس پہلی سی صفا باقی نہین رہتی اور بوجہ کدورت کے غلطی کرتی ہے اور انکار مین پڑکر منکر و کافر ہو جاتی ہے۔

پھر مخدوم فرماتے ہین کہ روح کے لئے بہت سے اضافات واعتبارات ہین۔ ہر اضافت واعتبار کی نسبت سے مسمّٰے کی جاتی ہے۔ اور یہ روا ہے کہ شئے واحد کو اسامی مختلفہ کے ساتھ ذکر ین اور مسمّٰے مین کوئی تعدد لازم نہ آئے۔ جیساکہ آدمی کو حالتِ صبا مین صبی اور حالتِ شباب مین شاب اور حالتِ کہولت مین کہل اور حالتِ شیخوخیت مین شیخ کہتے ہین مگر ان چارون حالتون مین آدمی ایک ہی چیز ہے۔ لیکن ہر اضافت واعتبار کی نسبت سے ایک دوسرے نام سے مسمّٰے ہوا۔ اور بعضے مشائخ نے جو یہ تقسیم کی ہے کہ قلب و روح و سِر و نفس۔ یہ اسوجہ سے ہے کہ وہ اسکے قائل ہین کہ "سر معنے ست مودع در بشر کالروح" اور اسیطور سے نفس۔ غرض یہ کہ ہر ایک معنے روح کیطرح

بشر مین مُوَدَع ہی لیکن محققونکا یہی قول ہو کہ آدمی کی ترکیب اسی دو جہت سے ہے۔ ایک قالبی دوسری روحی۔ اور یہ امر انکو اپنی تحقیق سے ثبوت کو پہونچا ہے۔ (تحفۂ غیبی)

عروج و نزول ارواح

اسکے بعد مخدوم ارواح کی عروج سی بحث کرتے اور فرماتے ہین کہ:۔ "ارواح راہم نزول ہست وہم عروج۔ نزول آنکہ از مقام اصلی خود انتقال از چندین پشتہاے آبا و اجداد کردہ درین گزر کرد۔ این را نزول گویند۔ اما عروج آنکہ بعد از انقطاع از قالب تا ہر یکے از ینجا با انچہ مقدار کمال کہ حاصل کردہ اند آنجا بروند۔ این را عروج گویند. . . . . . . وگفتہ اند ارواح را پیش از انکہ در قالب نزول کنند ادراک ماہیات بود۔ اما ادراک جزئیات نکردہ بودند۔ کہ آلۂ ادراک آن نداشتند۔ حق سبحانہ تعالےٰ ایشان را در قالب درآورد و آلۂ ادراک داد تا ادراک جزئیات ہم کنند۔ وچنانکہ آن حاصل بود این نیز حاصل گردد۔ تا برین کمالات نیز رسند۔ اہل سعادت را این ہمہ میسر ہست۔" (تحفۂ غیبی)

صفت روح

مکتوبات دو صدی کے مکتوب یکصد و پنجاہ و نہم مین اسی مسئلۂ روح کی نسبت آپ تحریر فرماتے ہین کہ:۔ "صاحب تفسیر عتابی لکھتے ہین کہ روح کی یہ صفت ہو کہ اگر حجاب نفس اوٹھ جاے تو دونون جہان اوسکو دکھلائی دے اور کوئی چیز اوس سے پوشیدہ نہ رہے اور اوسکا تصرف ساری چیزون مین نافذ ہو۔ لیکن خداوند جل و علا نے دنیا

مین جسمانی کو روحانی پر غلبہ دیدیا ہے جسکی وجہ سے اونکے تصرف اور ادراکی نظر مین نقصان عاید ہوگیا ۔ ۔ ۔ عین القضاۃ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف مین لکھتے ہین کہ فلک ہر چند لطیف ہو کہ نیم چشم زدن مین اپنے مقصد کو پہونچتا ہے مع ہذا محتاج بحرکت ہے ۔ اور حاجت بحرکت روحانیت کے کمال کا منافی ہے ۔ اور چونکہ کمال لطافت مختص ہے روح انسانی کے ساتھ اور روح بغایت لطیف ہے ۔ کوئی مخلوق لطافت مین اوسکے درجہ کو نہین پہونچتی اسی لئے عرش سے تحت الثرٰی تک کوئی ذرہ اوس سے دور نہین ہے اور اوسکو حرکت کی حاجت نہین ہے ۔ ایک گروہ کا یہ قول ہے کہ دنیا اور آخرت روح کے نزدیک دونون برابر ہین سلو۔ صاحب تفسیر لطائف لکھتے ہین کہ اللہ پاک کا قول ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی اوسکا ایک عرش تو آسمان پر ہے جو لوگونکو معلوم ہے اور دوسرا زمین پر ہے اور وہ اہل توحید کا دل ہے ۔ عرش آسمان طواف گاہ ملک ہے ۔ اور عرش زمین طواف گاہ لطائف ۔ عرش آسمان مطابق اس آیت کے وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ ط حمل ملائک مین ہے ۔ اور عرش زمین مطابق اس آیت کے وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ خداوند جل وعلا کے حمل مین

عرش آسمان قبلۂ دعائی خلق ہے اور عرش دل محل نظر حق۔ پس اوس
عرش اور اس عرش کے درمیان بڑا فرق ہے۔ **ابیات**

اور اکہ ازین سخن نشان است ❊ عنقا صفت است ازان نہان است
ہر کس کہ بر و درے کشادند ❊ توقیع ولایتش بدادند

"ایک گروہ کہتا ہے کہ روح و دل و نفس و عقل چارون
ایک ہی ہین۔ کیونکہ آدمی دو چیز سے مرکب ہے۔ قالب سے اور روح
سے۔ لہذا حشر و نشر۔ ثواب و عقاب کو ان ہی قالب و روح سے
تعلق ہے۔ پس حقیقت یہ ہے کہ روح کی چار حالتین ہین۔ ہر حال کی
نسبت سے اوسکا ایک نام ہوا۔ ایک حال کی نسبت سے نفس ایک
حال کی نسبت سے دل۔ ایک حال کی نسبت سے عقل اور ایک
حال کی نسبت سے روح۔ مگر یہہ لطیفہ اپنی ذات مین ایک ہی ہے۔
کثرتِ اسما کثرتِ مسمٰے کا متقاضی نہین۔ اور اس امر مین کہ ارواح اپنی
حد و حقیقت مین متحد ہین یا مختلف۔ اختلاف ہے۔ بعضے متحد کہتے ہین
اور بعضے مختلف۔ کیونکہ بعض سے ایمان ظاہر ہوتا ہے اور بعض سے کفر۔
یہ دال ہے اختلاف پر۔ اور جو لوگ ارواح کو اپنی حد و حقیقت مین متحد
کہتے ہین اونکا کلام ہے کہ اختلافِ افعال اختلاف مزاج کی وجہ سے ہے۔
چونکہ مزاج مختلف ہوا لاجرم افعال بھی مختلف ہوئے۔ پس اختلاف افعال

اسو جہ سے ہے نہ کہ حدو حقیقت کے اختلاف کی وجہ سے"۔

"رسالہ اُخرویہ مین ہے کہ امام غزالی رحمۃ اللہ سے لوگون نے

سوال کیا کہ :- "آیا روح حال ست در بدن چنانکہ حلولِ آب در آوند۔ یا حلولِ عرض در جوہر یا
(او حلول کنندہ ۱۲)
خود جوہر ست قائم بنفس خود۔ واگر جوہر ست قائم بنفس خود متحیز ست یا غیر متحیز ست۔ واگر

متحیز ست مکان او کدام ست۔ دل ست یا دماغ ست یا جاے دیگر۔ واگر متحیز نیست پس چگونہ

بود جوہر غیر متحیز"۔ امام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ سوال متعلق سرِ روح ہے جسکا

حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نا اہلون پر منکشف کرنا منع کیا گیا

اگر تو اہل سے ہے تو خیر سن لے کہ روح جسم نہین ہے کہ بدن مین حلول کئے ہوئی ہو

مثل حلول آب کی ظرف مین۔ اور نہ عرض ہے کہ دل یا دماغ مین حلول کئے ہو

مثل حلول سواد کے اسود مین۔ بلکہ روح جوہر ہے۔ کیونکہ یہ اپنے کو اور اپنے خالق کو پہچانتی

اور معقولات کا ادراک کرتی ہے۔ عرض مین یہ صفت نہین ہوتی۔ اور یہ جسم

بھی نہین ہے کیونکہ جسم قابلِ قسمت ہوتا ہے اور باتفاق عقلا یہ جزو لایتجزاے ہے کہ

قسمت کو قبول نہین کرتی۔ اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ قسمت پذیر نہین ہے تو اگر متحیز

مانی جاے تو اوس حال مین قسمت پذیر ہوگی اور یہ منتفی ہے۔ پھر لوگون نے

سوال کیا کہ روح کو جسد کے ساتھ کسطور کا تعلق ہے؟ آیا اوس مین داخل ہے یا

اوس سے خارج۔ اور آیا اوس سے متصل ہے یا منفصل۔ امام نے جواب دیا کہ نہ

تو داخل ہے اور نہ خارج۔ اور نہ متصل ہے نہ منفصل۔ کیونکہ اتصال و انفصال اور

خروج و دخول جسمیت و تحیز کی شان سے ہے اور یہ دونوں روح سے منتفی ہیں
پس ان دونوں ضدین سے انفکاک حاصل ہے۔ جیساکہ جماد کہ نہ تو اوس
مین صفت جہل ہے اور نہ صفت علم۔ کیونکہ علم و جہل حیات کی صفتوں مین سے ہے
اور چونکہ جماد مین حیات منتفی ہے اسلئے ضدین بھی منتفی ہین۔"

نظام عالم کی تدریجی تخلیق و انسان کی تدریجی ترقی

نظام عالم کی تدریجی تخلیق اور انسان کی تدریجی ترقی کو مخدوم
نزول و عروج سے تعبیر کرتے ہین اور اس نزول و عروج کو **تحفۂ غیبی**
مین یون بیان فرماتے ہین کہ:۔ "نزول آن ہست کہ اول حق تعالےٰ عقل کل را پیدا کرد
کہ آنرا ملک مقرب گویند و جوہر اول نیز۔ بعد از ان جوہر کل را بہ اعتبار پدید آمد۔ بہ فرشتہ
ہر اعتبارے فردے۔ بعد از ان فلک افلاک۔ ہفت آسمان و ہفت زمین پیدا آمدند۔ عقل کل
کہ جوہر فرد بود از وے این افراد برخاست۔ افراد را آبا و امہات نیز گویند ہمچنین نزول کرد۔
عناصر اربعہ و طبائع اربعہ پدید آمد۔ مفردات و آبا و امہات بعناصر اربعہ و طبائع اربعہ منتہی شدند
بعدہ از عناصر اربعہ و طبائع اربعہ موالید ثلاثہ پدید آمد۔ حیوانات و نباتات۔ و معدنیات۔
و این ہر سہ مرکب اند۔ فلاسفہ درینجا راہ گم کرد کہ گفت آنکہ ہمین طبائع اربعہ ہست۔ و آن نیز۔
کہ ہیچ یکے ازین موالید ثلاثہ از عناصر اربعہ و طبائع اربعہ خالی نیست۔ قیام ہر یکے بر ایشان ہست
عنصر ذات چیزے را گویند۔ چنانکہ گویند عنصر آب یعنی ذات آب۔ عنصر خاک یعنی ذات خاک
عنصر آتش یعنی ذات آتش عنصر باد یعنی ذات باد۔ اما طبائع معانی کہ دران عناصر اربعہ ہست آن را طبائع اربعہ
میگویند۔ چنانکہ آتش ہست۔ معنی و خاصیتے کہ در آتش ہست آن طبیعت اوست ہمچنین

درآب وخاک وباد۔ درحیوانات ونباتات ومعدنیات طبائع اربعہ وعناصر اربعہ موجود اند۔
اگرچہ ضد یکدیگر اند وبیکدیگر مخالف اند۔ ولے ہر چہار یکجا اند وہر چہار باید کہ بیکدیگر معیت دارند
ولیکن بدان طریق کہ جمع میان الشئان نماید۔ زیراکہ جمع بین الضدّین محال ست۔ فکیف میان
اودرمیان دو ضد ۱۲ — او پس چگونہ ۱۲
چہار چیز کہ ضد یکدیگر اند۔ وباوجود ضدیت ہر چہار درمکان واحد اند۔ امّا بطریقیکہ یکے درمکان
دیگرے مزاحم نیست"۔ پھر فرماتے ہین کہ:"عروج بر رفتن راگویند۔ انسان بعد از ولادت
سادہ زادہ بود۔ ہیچ صفتے ونقشے ونامے نداشت۔ بعد ازان چون ایمان آورد از سادگی
کہ داشت این مقدار عروج کرد کہ صفت مومنی یافت۔ بعد از آوردن ایمان چون فرائض و
واجبات بجا آورد از صفت مومنی برتر شد۔ صفت عبادت یافت عابد گشت۔ بعد ازان
تفحص دنیا وانچہ در دنیا ست کرد۔ دید کہ دنیا ہیچ نیست۔ ترک آورد زاہد گشت۔ ازین ہم
عروج کرد ومعرفت اشیاء کماہی ومعرفتِ ذات وصفاتِ خداوند وافعالِ خداوند عزّ وجل
حاصل کرد عارف گشت۔ ازین نیز عروج کرد واکتساب محبت کرد ولایت یافت ولی
گشت۔ بعد ازان نیز عروج کرد بہ نبوت رسید نبی گشت۔ از نبوت نیز گزشت عروج نمود
بختم نبوت رسید۔ وختم نبوت پیغمبر ما صلے اللہ علیہ وسلم خاص ومخصوص اند۔ بعد از ختم
نبوت پیشتر عروج نیست۔ نہایتِ کمالات ومراتب آدمی تا اینجا بیش نیست۔ عروج
تا اینجا تمام شد۔ معرفت سرّ قدر وسرّ دنیا وآخرت ومعرفت اہل ملکوتِ اعلےٰ وملکوت
اسفل ومعرفتِ شیاطین وجن ہم از علوم مکاشفات است بعد از زوال حجابات وشہوات
وفناے صفات بشری"۔

معنٰے اہل کمال

تصوف کے روسے اہل کمال کے کیا معنے ہین۔ مخدوم اسکو تحفۂ غیبی
مین یون بیان فرماتے ہین کہ:۔ "اہل سلوک چون سلوک کردند وکمالات بدست
آوردند چہار چیز حاصل کردند۔ اقوال موافق کتاب وسنت۔ وافعال موافق کتاب وسنت
واخلاق موافق کتاب وسنت۔ وعلم ومعرفت برنہج کتاب وسنت۔ چون این چہار
چیز حاصل کردند انسان کامل شدند۔ وانسان کامل را باعتبارات واضافات باسامی
مختلفہ ذکر کردہ اند۔ وجملہ راست ہست ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بعد حصول کمال دو قسم شدند

اہل کمال کی قسمین

یکے این دیدند کہ ہیچ کارے بہتر از راحت رسانیدن بخلق خدا نیست۔ وبہتر ہمہ راحت رسانیدن
این ہست کہ یکے را از دنیا بیرون آرند وبآخرت ترغیب کنند۔ این قسم در دعوت مشغول
شدند ومقتدا وپیشواے خلق گشتند ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ودوم قسم این میگویند کہ در دعوت
خلق جاہ وبزرگی پیش می آید وآن پر آفت ہست بنا بران ایشان بدعوت مشغول نگشتند۔
وترک این جاہ کردند وگفتند ہیچکارے سالک را بہتر از ترک نیست۔ بعد ازان چہار چیز
ایشان حاصل کردند۔ عزلت وقناعت وخمولت وترک جاہ۔ بعد حصول این چہار چیز بکلی
"گمنامی"
مشغول بحق شدند ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ این قسم را کامل آزاد میگویند ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وظاہر این می نماید
کہ کامل آزاد (در شان ہر دو طائفہ) قوی تر ہست۔ زیراکہ ایشان چہار دیگر حاصل کردہ اند
وآن عزلت وقناعت وخمولت وترک جاہ ہست۔ پس این صاحب ہشت واو صاحب
چہار۔ صاحب ہشت افضل بود بر صاحب چہار ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اما این از روی ظاہر ست"

کامل آزاد وکامل مجرد

پھر فرماتے ہین کہ:۔ کامل مجرد دعوت ومقتدائی مین مشغول ہوتا ہے

لیکن کامل آزاد دعوت و مقتدائی مین مشغول نہین ہوتا۔ دعوت سے یہ مراد ہے
کہ کافر کو مسلمان کرین معصیت سے طاعت کی طرف لائین مشغول بہ غیر حق
سے مشغول بحق کرائین۔ نفس کافر سے چھوڑا کر توحید کی حقیقت مین پہونچائین۔
اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَآءِ درحقیقت کامل مجرد کی شان ہو۔
اسکو دانا کہتے ہین۔ مرشد کہتے ہین۔ ہادی کہتے ہین۔ پیر کہتے ہین۔
مقتدا کہتے ہین۔ سلیمان کہتے ہین۔ خضر کہتے ہین۔ عیسےٰ کہتے ہین۔ اور
اگر یہ پوچھو کہ کامل مجرد اور کامل آزاد مین فضیلت کسکو ہے تو اسکے دو
جواب ہین۔ ایک تو یہ کہ چونکہ دعوت خلق اسلئے الحق نیابت نبوت ہے
اسلئے کامل مجرد افضل ہے۔ دوسرے یہ کہ چونکہ کامل آزاد بکلی شاغل بحق
ہے اسلئے بحکم مَنِ انْقَطَعَ عَنِ الْکُلِّ یَصِلُ اِلَی الْکُلِّ کامل آزاد
کامل مجرد سے افضل ہے۔"

کامل الحال کو تغیر نہین ہوتا

جو کامل الحال ہوتا ہے اوس مین کسی قسم کا تغیر نہین ہوتا معدن المعانی
کے باب نہم مین مخدوم فرماتے ہین کہ:۔ "کسیکہ کامل الحال ہست او را تغیرے
نیست یعنی چیزے پدید نیاید در ایشان کہ بدان در انچہ ایشان اند نقصانے آرد۔ اگرچہ
نفس تغیر باشد از جہت بشریت کہ آن صفت لازمۂ بشریت ہست۔ اما تمکین آن نخیزد
و ارباب تمکین را آن زیان ندارد۔"

سلوک کے مختلف مقامات

صوفیون کے مختلف مقامات ہین جیسے فنا و بقا۔ وصول و ولایت

وغیرہ وغیرہ۔ سلوک مین جب ان مقامات سے عبور ہوتا ہے تب جاکر کہین
کمال کی منزل دکھائی دیتی ہے۔ عارفون نے اپنی اپنی رسید کے موافق
ان مقامات کی تشریح کی ہے۔ مخدوم نے جو تحقیقات ان مقامون کی
کی ہے وہ آپ کی نہایت رسید و علو مدارج پر شاہد عادل ہین۔

فنا۔ فناء الفنا و بقا

فنا و بقا کی نسبت مخدوم فرماتے ہین کہ سالک پر جب وقت
حق کھلجاتا ہے اور تجلی ہوتی ہے تو اوسکو سب چیزین حق کیطرف سے اور
ازانِ حق دکھائی دینے لگتی ہین اور "از خویش و ازانِ خویش" جو شانِ
بشریت ہے اوس مین باقی نہین رہتا۔ اور یہ تجلی روحی ہوتی ہے اور روح
ہی محل مشاہدۂ تجلی ہے۔ اس امر کے حصول کے بعد خودی اوس مین باقی
نہین رہتی۔ اسیکو فنا کہتے ہین۔ اور فنائے فنا عبارت بے معنے ہے
کیونکہ اگر فنا کے کچھ معنے ہون تو فنا کو اثبات کرنا ہوگا اور اس طرح پر تسلسل لازم
آئیگا۔ اگرچہ بعضون کا یہ کلام ہے کہ فنائے فنا سے اپنی فنا کا عدم شعور مراد ہے
یعنی جو شخص فانی ہوگیا اور اپنی فنا کی خبر نہین رکھتا تو اس عدم شعور کو فنائے فنا
کہتے ہین" پھر شرح "آداب المریدین" مین آپ لکھتے ہین کہ:-

"الفناء رفتن مذمومات ست بمحمودات چنانکہ جہل۔ چون جہل فانی شود لامحالہ
علم باقی شود۔ چون معصیت فانی شود لامحالہ طاعت باقی شود۔ وچون غفلت فانی شود
لامحالہ ذکر باقی شود ہمچنین فنائے جملہ صفات مذمومہ را بقائے صفات محمودہ فنا بقا

خوانند۔ والبقاء۔ معنی باقی ہمین کہ گزشت در ضمن فانی۔ یعنی این طائفہ از بقا بقای
ذات چیزے نخواہند ولیکن بقاے صفت وے خواہند۔ و از فنا فناے ذات چیزے
نخواہند ولیکن فناے صفت وی خواہند بدان معنے کہ مراد از ہر چیزے عین آن چیز
نیست ولیکن مراد معنے ہست اندران چیز۔ چون آن معنی موجود باشد مر آن چیز را
نام بقا دہند از بہر آنکہ مقصود ازان چیز حاصل ہست۔ و چون معنے از وے معدوم گردد
آن چیز را فانی خوانند از بہر فوات مقصود وے؛؛

دوسرا مسئلہ صوفیون مین فناء فی التوحید اور بقاء من الفناء فنا فی التوحید وبقاء من الفنا
کا ہے۔ مخدوم اوسی شرح اداب المریدین مین اسکی یون شرح کرتے ہین
کہ:۔ معنے فنا نزدیک این طائفہ آن باشد کہ حظہا از وے فانی گردد۔ و معنے فانی گشتن
حظوظ آن باشد کہ او را باکسے اُنس نماند و بچیزے لذت نماند و تمیز نماند میان مونس و موحش
و میان ملذ و مولم و میان خسیس و نفیس۔ سوال۔ اینجا منکر بگوید چون از صفات خود
فانی گردد وظائف شریعت ساقط شود جواب۔ آن ہست کہ حق سبحانہ تعالے بجودی
خود او را ہمین گرداند۔ دوئی اندر وظائف شریعت ہمین گردد۔ بگرداندن حق نہ بقوت
خویش۔ تا بصفات خود باقی بود حق امر و نہی بحکم شریعت نگاہ میداشت۔ چون از صفات
خویش فانی گشت متصرفش حق گشت۔ پس از تصرف ہوا افعال او پاک گشت۔ حق سبحانہ
تعالے او را اندرین حالت مخصوصہ بترک وظائف معیوب نگرداند۔ کہ چون بندہ را حال فنا
گردد درستی حال فنا آن باشد کہ محفوظ باشد انچہ حق تعالے را بر وے ہست۔ یعنی بوقت
ادائے فرائض و واجبات ۱۲

گزاردنِ امر بجا آرد۔ وبوقت ترک منہی عنہ ترک منہی عنہ بجا آرد تا اندر امر و نہی
موافق باشد۔ چون حال وے این باشد فناے وے درست باشد۔ باز چون حال
بر ضد این باشد غلبات شیطان باشد نہ غلبات حق۔ و آنکہ گفت تَرْکُ
النَّعِيْمَ الْفَانِيْ لِلنَّعِيْمِ الْبَاقِيْ۔ پس این چیزے دادن بود و چیزے
ستدن۔ بلکہ بدتری را بہتری فروختن۔ فانی دادن و باقی ستدن۔ ہمہ زہدِ اہلِ
ہمچنین ہست۔ و آنکہ گفت فَاَيْنَ حَالُ الْبَقَآءِ مِنَ الْفَنَآءِ۔ نزدیک
این طائفہ از بقا بقاے ذات نخواہند ولیکن بقاے صفات خواہند۔ واز فنا
فناے چیز نخواہند فناے صفتِ آن چیز خواہند۔ بدان معنے کہ مراد از ہر چیزے
عین آن چیز نیست ولیکن معنے ہست اندران چیز۔ چون آن معنے موجود باشد مر آن
چیز را نام بقا نہند و چون آن معنے از وے معدوم گردد آن چیز را فانی خوانند و این
برانواع ہست۔ بعضا فناے اوصاف مذمومہ خواہند و بہ بقا بقاے اوصاف محمودہ
خواہند و ہمچنین دیگر۔ و اینجا از بقا و فنا آن خواہند کہ فانی شود از جملہ اوصاف بشریۃ
و باقی گردد در توحید۔ و معنی فنا آن ہست کہ جملہ حظوظ از وے فانی گردد۔ او را اندر چیزے
حظ نماند و تمیز از وے ساقط گردد۔ و معنی فانی گشتن آن باشد کہ او را با کس انس
نماند و بچیزے لذت نماند و تمیز نماند میان مونس و موحش و ملذذ و مولم چنانکہ بالا تقرر کردم۔
و علامتِ صحت فنا آن ہست کہ آنچہ حق را ست بر وے ادا کند۔ یعنی امر را گزارد و از نہی
اجتناب کند تا اندر امر و نہی موافق باشد۔ چون حال این باشد فناے وے

درست باشد واگر حال برضد این باشد غلبات شیطان بود"۔

وصول کو مخدوم یون سمجھاتے ہین کہ وصول کے معنی لغت مین دو جسمون یا دو جوہرونکا ملنا ہے۔ اور یہ خدا اور بندہ کے درمیان ٹھیک نہین بیٹھتا۔ لیکن صوفیون کی اصطلاح مین اسکے معنی "انفصال از غیر و اتصال بحق" کے ہین۔ جسقدر کہ دلکو غیر سے انفصال ہو اوسیقدر اوس کو حق سے اتصال ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص دل سے مشغول بحق ہے تو اس حساب سے کہینگے کہ" واصل بحق اور بحق رسیدہ" ہے۔ یعنی دوسرے سے جدا ہوکر اللہ سے ملگیا ہے۔ جس کسی کو غیر سے کامل انقطاع وانفصال ہوتا ہو اوسکو حق کے ساتھ کامل اتصال نصیب ہو۔ اسیلئے کہتے ہین کہ جسکو انفصال نہین اتصال نہین مشائخون کا مقولہ ہے کہ۔ اَلْوُضُوْءُ اِنْفِصَالٌ وَالصَّلوٰۃُ اِتِّصَالٌ

بیت تاما سر نیک نام داریم ٭ در دل غم تو حرام داریم ٭

ولایت کے کیا معنے ہین۔ ولی کسکو کہتے۔ اوسکو اپنی ولایت کی خبر ہوتی ہے یا نہین۔ الہام سے متصوفین کی کیا مراد ہوتی ہے۔ انکے یہان کشف کے کیا معنے ہین۔ ولی کو خرق عادات بھی ہوتا ہے یا نہین اولیا کو لوح محفوظ پر اطلاع کلی ہوتی ہے یا نہین۔ انکی کتنی قسمین ہین۔ ان امور پر مخدوم کی جو رائین ہین اونکا اظہار بھی فائدہ سے خالی نہوگا۔

مخدوم فرماتے ہین کہ" ولایت بکسر واو و فتح واو قرآن مجید ولایت
مین دونون آیا ہے۔ بکسر واو کے معنے ملک و امارت کے ہین اور بفتح
واو کے معنے نصرت و فتح کے۔ بعضے اہل سلوک کہتے ہین کہ بکسر واو کی
دو قسمین ہین۔ ایک عام دوسری خاص۔ عام تو ظاہر ہے۔ ولایت عام
ایمان ہے۔ جو شخص کہ ایمان لایا اولیاے خدا مین سے ہوا۔ مگر اس ولایت
مین ترک امر و ارتکاب نہی کا احتمال ہے۔ اور ولایت خاص پیر کا
مرید کو اللہ تک پہونچانا ہے۔ لیکن اس ولایت خاص کی نسبت
صوفیون کے دو گروہ ہین۔ ایک کا کلام تو وہی ہے جسکا ابھی ذکر ہوا۔
اور دوسرا یہ کہتا ہے کہ اگرچہ یہ ولایت خاص ہے لیکن پیر جو مرید کو حق
تک پہونچاتا ہے وہ محض خدا کی مشیت سے جیسا کہ حق سبحانہ تعالے فرماتا ہے
یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاءُ۔ اور جسطرح کہ پیغمبران علیہم السلام مردود
ازلی کو مقبول نہین بنا سکتے اوسیطرح پیر بھی مہجور ازلی کو موصول نہین
کرا سکتا۔ مگر جسطور سے کہ اوس شخص مین جسکو کہ ازل مین دولت قبول
ملی ہوئی ہوتی ہے پیغمبرون کی دعوت سے یہ دولت ظاہر ہوتی ہے اوسیطور
سے جسکو کہ ازل مین دولت وصول و قرب و کرامت ملی ہوئی ہوتی ہے
پیر کی خدمت و صحبت سے یہ دولت اوس مین ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ
جریان سنت الٰہی اسی وضع پر ہے۔ **بیت** ہدیہ ہر کہ داری ای درویش

ہر یہ حق شمر نہ گدیہ خویش ٭ پیر اس سے زیادہ کچھ نہین کر سکتا ہے کہ خدا
کے حکم سے مرید کو راہ دکھائے اور اوس سے ریاضت کرائے اور جو
چیزین کہ آفاتِ راہ ہین اوسکے ہوشیار و متنبہ کردے اور کہدے کہ
یہہ نکرو اور وہ نکرو - یہی پیر کا کام ہے اور بس - رہا حق تک پہونچا دینا
وہ خاص حق کا کام ہے - پس اول قول کے موافق مرید کو خدا تک
پہونچانا ولایت - خاص مین داخل ہے - اور قول ثانی کے رو سے
یہہ ولایت خاص مین داخل نہین ہے"۔

ولایت کی تعریف کے بعد وہ **ولی** کی تعریف بیان کرتے ہین — ولی
اور کہتے ہین کہ " **ولی** فعیل کے وزن پر ہے جو فاعل کا مبالغہ ہے -
ولی اوس شخص کو کہتے ہین جو ہمیشہ طاعت کرتا ہے - اور اوس سی معصیت
نہین ہوتی - اور جائز ہے کہ **فعیل مفعول** کے معنے مین ہو - اس رو
سے ولی وہ ہوا کہ جسپر خدا کے احسانات اور افضال پیاپے ہون اور اپنے
عامۂ احوال مین جملہ محنتون سی محفوظ ہو - اور سخت ترین محنت ارتکاب
معصیت ہی - پس اللہ اوسکو معصیت کی لغزشون سے بچاتا ہے جیسا کہ
انبیا کی شان سے معصوم ہونا ہے ویسا ہی اولیا کی شان سی محفوظ — معصومیت انبیا ومحفوظیت اولیا
رہنا ہے - **معصوم** اور **محفوظ** مین یہ فرق ہی کہ معصوم ہرگز گناہ کا
مرتکب نہین ہوتا - اور محفوظ سے ارتکابِ گناہ احیاناً بسبیل ندرۃ ہوجاتا ہے

مگراس گناہ پر اوسکو اصرار نہیں ہوتا۔ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰہِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ ہ اور ہر خصلت پسندیدہ جو بیان کیجا سکتی ہے وہ اولیا کی صفت ہوتی ہے وہ حق ہے کے حق مین تقصیر نہین کرتا۔ اور خلق کا حق ادا کرنے مین تاخیر نہین کرتا۔ وہ عقاب کے خوف اور حسن مآب کی امید سے مطیع نہیں ہوتا۔ وہ اپنے نفس کی کچھ قدر و قیمت نہین جانتا۔ ''راحت اخروی'' رباعی آنانکہ رہ عالم توحید بریدند ÷ بیہوشش سوی عالم توحید دویدند ÷ در نفی چو دیدند ہمہ معنی اثبات ÷ اثبات بماندند وہمہ نفی گزیدند ÷ خواجہ عثمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہین کہ اَلْوَلِیُّ قَدْ يَكُوْنُ مَشْهُوْرًا وَّلَا يَكُوْنُ مَفْتُوْنًا۔ یعنی ولی صاحب شہرت ہوتا ہے لیکن فتنہ مین نہین پڑتا۔ مگر اسکے خلاف ایک دوسرا کہتا ہے۔ اَلْوَلِیُّ قَدْ يَكُوْنُ مَسْتُوْرًا وَّلَا يَكُوْنُ مَشْهُوْرًا۔ یعنی ولی پوشیدہ ہوتا ہے اور صاحب شہرت نہین ہوتا۔ یہان پر مخالف نے جو شہرت سے احتراز کیا ہے وہ اوس شہرت سے ہے جسمین فتنہ ہو لیکن اگر فتنہ نہین ہے تو جائز ہے۔ خواجہ مغربی نے بھی جو شہرت جائز رکھی ہے وہ وہی شہرت ہے جو خالی از فتنہ ہو۔ اور جو شخص کہ ولی صادق ہوتا ہے اوسکی شہرت مین فتنہ کا خوف نہین ہوتا۔ کیونکہ فتنہ کذب کے ساتھ

وابستہ ہو۔ خواجہ ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہین کہ اگر ولی ہونا
چاہتے ہو تو لَا تَرْغَبْ فِیْ شَیْءٍ مِّنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَفَرِّغْ
نَفْسَکَ لِلّٰہِ وَاَقْبِلْ بِوَجْھِکَ اِلَیْہِ۔ نظم

بگذار تو خویش را و انگاه	در عالم ما بیا سفر کن
بربند تو چشم را ز دیدن	در حضرت ما بیا نظر کن
پس جان عزیز خویشتن را	اے خواجہ ز ناخبر خبر کن
در عالم خویش ہرچہ بودت	زین پیش برد و آن بدر کن

ولی خدا کی دوستی اور ولایت کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے اور اوسکو اللہ
اپنی بندگی کے لئے چن لیتا ہے۔ اور اوسکو اپنے فعل کے اظہار کا نشانہ بناتا ہے
اور انواع کرامات کے ساتھ مخصوص کرتا ہے۔ اور آفات طبعی سے اوسکو پاک
کرڈالتا ہے۔ اور نفس کی متابعت سے رہا کرالیتا ہے۔ یہانتک کہ اوسکی
ہمت اللہ کے سوا اور کچھ نہین ہوتی۔ اور اوسکو ماسوا اللہ سے انس نہین ہوتا۔

فرق میان انبیا و اولیا

انبیا اور اولیا مین یہ فرق ہے کہ اولیا متابعین
انبیا ہوتے ہین اور جو ولایت کی نہایت ہے وہ نبوت کی بدایت۔
اور تمامی انبیا ولی ہوتے ہین۔ برعکس اسکے کوئی ولی نبی نہین ہوتا"

الولایۃ افضل من النبوۃ کی تشریح

شیخ سعد الدین حمویہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اَلْوِلَایَۃُ
اَفْضَلُ مِنَ النُّبُوَّۃِ۔ یعنی ولایت نبوت سے افضل ہے۔ اسکی

نسبت مخدوم اپنی مکتوبات دوصدی کے مکتوب صدم مین فرماتے

ہین کہ:۔" بعضے راگمان افتاد کہ این بحث ذ نبی و ولی ہست ۔ واین چنین نیست این بحث

دران ہست کہ (در انبیا) صفت ولایت قوی تر ہست یا صفت نبوت ۔ وہم در حق نبی ہست"

اولیا کی دو قسمین ہین

اولیا کی دو قسمین ہین ۔ ایک مشہور ۔ دوسری مستور ۔ جو مشہور

ہوتے ہین وہ مشہور کی قسم مین داخل ہوتے ہین ۔ اور جو اپنے کو چھپاتے

ہین وہ مستور مین شمار کئے جاتے ہین ۔

ولی کو اپنی ولایت کی خبر ہوتی ہے یا نہین ۔

اس مسئلہ مین کہ ولی کو اپنی ولایت کی خبر ہوتی ہے یا نہین مخدوم

فرماتے ہین کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے ۔ بعضے کہتے ہین کہ خبر ہوتی ہے اور بعضے

کہتے ہین نہین ہوتی ۔ جو یہ کہتے ہین کہ خبر نہین ہوتی اونکی حجت یہ ہے

کہ اس خبر کیوجہ سے خاتمہ کیطرف سے امن و اطمینان ہوجاتا اور یہ روا

نہین ہے ۔ کیونکہ ایمان کو بین الخوف و الرجا ہونا چاہئے ۔ اور جب خبر

ہوگئی تو خوف و رجا کی حالت باقی نہین ۔ ہے ۔ اسلئے ضرور ہے کہ خبر نہو

اور جو یہ کہتے ہین کہ خبر ہوتی ہے اونکا یہ کلام ہے کہ اگرچہ اس خبر سے

امن و اطمینان ہوجاتا ہے لیکن اس امن نے اون کے ایمان مین کچھ

نقصان نہین ہوتا ۔ جیسا کہ عشرہ مبشرہ کو جناب حضرت رسالتمآب

صلے اللہ علیہ وسلم نے اونکے بہشتی ہونے کی بشارت دیدی تھی ۔

اور اس خبر سے اونکو امن ہوگیا تھا ۔ مع ہذا اونکے دین مین کچھ فتور نہین ہوا

یہان پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ عشرہ مبشرہ کو وحی کے ذریعہ سے معلوم ہوا تھا - ولی کے حق مین ایسا کیونکر کہا جا سکتا ہے کیونکہ وحی منقطع ہے - آسکا جواب یہ ہو کہ اگرچہ وحی منقطع ہو گئی ہے لیکن حدیث باقی ہے یعنی الہام اوسکی جگہ پر ہے - پس الہام سے معلوم ہو جاتا ہے مگر اس مین اوسقدر صحت کا یقین نہین ہے - کیونکہ یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ کیونکر یہ معلوم ہوا کہ یہ رحمانی ہے یا شیطانی - اور اگرچہ اسکا جواب یہ ہے کہ نور معرفت و ولایت سے یہ امر معلوم ہوتا ہے اور اسکی تمیز ہو جاتی ہے کہ ایا یہ رحمانی ہے یا شیطانی - مگر پھر بھی یہ قطعی نہین ہے کیونکہ نور ولایت و معرفت انکو استدراج و مکر سے باہر نہین لیجا سکتا - پس جو شخص جانتا ہے وہ علامات و امارات سے جانتا ہے اور اوس سے قطعی طور پر ثابت نہین ہوتا - کیونکہ استدراج و مکر باقی رہتے ہین - اسکی وجہ یہ ہے کہ علامات و امارات استدراج و مکر سے باہر نہین نکال لیتے کہ قطعاً معلوم ہو جا ئے" پھر مخدوم فرماتے ہین کہ ولی کے الہام مین خطا و غلط کو مدخل نہین ہے - کیونکہ باطن مین جو نور ہے وہ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ہے - اس نور سے البتہ جان سکتے ہین کہ یہ مِنَ اللہ ہو یا نہین - پھر جسکو من اللہ پاتے ہین اوسکو قبول کرتے ہین اور جسکو مِنَ اللہ نہین پاتے اوسے چھوڑ دیتے ہین - علاوہ برین ولی کو قوت کشفیہ

قوت کشفیہ

بھی حاصل ہوتی ہے۔ حقیقت کشف کی یہ ہے کہ صاحب کشف حجاب سے باہر آجاتا ہے اور وہ اوس چیز کا ادراک کرنے لگتا ہے جسکا قبل اسکے اوسنے ادراک نہین کیا تھا۔ جیسا کہ آیا ہے فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ کشف کی مختلف قسمین ہین۔ کشف نظری۔ کشف دلی۔ کشف الہامی کشف روحانی۔ کشف خفی۔

کشف کی قسمین

کشف نظری سے یہ مراد ہے کہ سالک کا دیدۂ عقل بقدر رفع حجاب کے کشادہ ہوجاے اور معقول کے معنے اوسپر ظاہر ہون اور اسرار معقولات اوسپر منکشف ہونے لگین۔

کشف نظری

جب سالک کشف معقولات سے گزر جاتا ہے تو اسکو کشف شہودی ہوتا ہے۔ اسمین اوسکو انوار مختلف کشف ہوتے ہین۔ اسیکو **کشف دل** کہتے ہین۔

کشف دلی

اسکے بعد اوسکو مکاشفات سری ہوتے ہین۔ اسکو **کشف الہامی** کہتے ہین کہ ہر چیز کی حکمت وجود اور اسرار آفرینش ظاہر ہوتی ہے۔ رباعی

کشف الہامی

ای کردہ غمت غارتِ ہوشِ دلِ ما ÷ دردِ تو شدہ خانہ بدوشِ دلِ ما
سرّیکہ مقدسان ازان بیخبرند ÷ عشقِ تو فرو گفتہ بگوشِ دلِ ما

اسکے بعد مکاشفات روحی ظاہر ہوتے ہین اونکو **مکاشفات روحانی** کہتے ہین۔ اس مقام مین بہشت و دوزخ دکھلائی دیتے ہین اور

کشف روحی

ملائکہ نظر آتے ہین اور اونسے گفت و شنید ہوتی ہے ۔یعنی جب روح
کلی طور سے صفائی حاصل کرلیتی اور کدورت جسمانی سے بالکلیہ پاک
ہوجاتی ہے تو عالم نامتناہی کا کشف حاصل ہوتا ہے ۔ازل وابد کا دائرہ
اوسکی آنکھون کے سامنے ہوتا ہے اور زمان و مکان کا حجاب اوٹھ جاتا
ہے ۔ماضی و حال و مستقبل ہویدا ہوجاتے ہین ۔ اور جب مکان و
زمان دنیاوی کا حجاب اوٹھ جاتا ہے تو زمان و مکان اخروی کشف
ہوجاتے ہین ۔اور اسی مقام مین حیات کا پردہ بھی اوٹھ جاتا ہی ۔

کشف خفی — کشف روحی کے بعد **کشف خفی** ہوتا ہے ۔ اسمین صفت
سمعی ۔صفت بصری ۔صفت جمال ۔صفت جلال اور صفت قیومی
مکشوف ہوتی ہے ۔صفت سمعی مین سماع کلام و خطاب ظاہر ہوتا
ہے ۔ اور صفت بصری مین رویت مشاہدہ ہوتی ہے ۔صفت جمال مین
ذوق شہود و جمال حضوری ظاہر ہوتا ہے ۔ اور صفت جلال مین فنائے
حقیقی حاصل ہوتی ہے ۔ اور صفت قیومی مین بقائے حقیقی نصیب
ہوتی ہے ۔

خرق عادت — اس زمانہ مین لوگون نے بڑی شناخت ولی کی یہ ٹھہرا رکھی ہے
کہ کوئی ایسا کام اوس سے سرزد ہو جو طاقت بشری سے پرے سمجھا جاتا
ہو اور جب تک یہ بات اوس مین نہو وہ ولی نہین ہوسکتا ۔مخدوم فرماتے ہین

کہ ہان ولی کو خرق عادت بھی ہوتا ہے مگر یہ لازمی نہین ہی۔ اور "اظہار جائز نیست کتمان فرض است"۔ اور اسیلئے حتی المقدور یہ لوگ اسکے کتمان کی کوشش کرتے ہین۔ کیونکہ "ترک فرض ایشان بر خود گزردا دارند"۔ اور بزرگون سے جو اکثر خوارق منقول ہین وہ "در گرمی وقت بود یا در حالت سکر یا ترغیباً للمریدین۔ بیت سرے است مرا با تو کہ کس محرم آن نیست ٭ گر سر برود سر تو با کس نکشایم ٭ اما جز این اگر کسے از بزرگے نقل کردہ باشد و از قانون و اصول بیرون باشد بدانند کہ از ان بزرگ نیست۔ مریدان نادان از خود چیزے بستہ اند و بران بزرگ پرداختہ"۔ اس کتمان کی فرضیت مین کیا حکمت مضمر ہے اسکی نسبت مخدوم فرماتے ہین کہ:۔ "ایمان آوردن برایشان فرض نیست تا برای صحت آن اظہار کرامت کنند۔ چنانکہ در حق پیغمبران براے صحت دعوی نبوت برایشان اظہار معجزہ فریضہ شدہ است۔ و دیگر اگر ایشان اظہار کنند در شہرت افتند از انجا احتمال دارد کہ فتنہ خیزد و عجب ہم تواند بود کہ در آید"۔ اسپر ایک مرید بول اوٹھا کہ اولیاء اللہ کو تو ایسی قوت حاصل ہے کہ عجب و خود بینی سے اپنے کو بچا سکین۔ مخدوم نے جواب دیا کہ:۔ "با این ہم ممکن کہ در عجب افتند زیرا کہ عصمت نیست"۔ سائل نے پھر پوچھا کہ مرید گری کے لئے بھی کبھی ظاہر کرتے ہین یا نہین مخدوم نے فرمایا۔ کہ "این روا نیست اما اگر صادق باشد و بلاہا و آفتہا کہ دران گفتہ اند ہیچ نباشد روا باشد"۔

اس مسئلہ کی نسبت کہ اگر کسی ولی نے کوئی ایسا فعل کیا جسکی تائید مین

افعال ولی جو بظاہر خلاف روایت وحدیث ہون

توکوئی روایت مذکور ہے اور نہ کوئی حدیث تو وہ فعل بدعت سمجھا جائیگا یا نہیں۔ مخدوم کی یہ راے ہو کہ:۔ "درین صورت جواب بدو وجہ آید یکے آن ہست کہ اینجا چون عصمت واجب نیست بلکہ جائز ہست۔ پس از روی ابتلا و امتحان افتادن در بدعتے محال نہ بود۔ امّا چون ایشان را بارتکاب خطائے و معصیتے اصرار نیست مقرون بود بہ توبہ۔ و بدین صفت نیز از ولایت بیرون نیایند۔ وجہ دیگر آن ہست کہ چون علم نزدیک این طائفہ منحصر بر منقول و مسموع نیست و او از اصحاب ولایت و ارباب قلوب ہست شاید کہ یکے از مفہومات و اسرار کتاب و سنت بود۔ و این از شرع درست ہست۔ کہ اِنَّ لِلقُراٰنِ ظَهرًا وَّ بَطنًا۔ مر قرآن را ظاہر و باطن ہست۔ اگر جز ترجمۂ منقول و مفہوم دیگر نبودے۔ معنیِ ظَهرًا وَبَطنًا انگاہ چہ آمدے ....

ازینجا ہست تفاوت خلق در فہم معانی و اسرار قرآن بعد از اشتراک در ظاہر تفسیر۔ چون این ثابت شد و او یکے از ارباب ولایت و اصحاب قلوب ہست۔ اگر بمفہومے از مفہومات قرآن کہ برو کشادہ ہست کارے کند ہر آئینہ بینندہ را چون این مقام نبود بر ایشان اقرار ندارد۔ جز بدعت چہ گوید۔ و او خود کار بکتاب و سنت کردہ ہست"۔

اولیا کو نوشتہ لوح محفوظ سے اطلاع

اولیا کو لوح محفوظ مین مسطور ہے اوس سے مطلع ہوتے ہین یا نہین اسکے بارے مین مخدوم فرماتے ہین کہ:۔ "اولیا را نظر بر لوح محفوظ باشد۔ امّا اطلاع بکلّی بر آنچہ در لوح محفوظ ہست آن از کجا۔ مگر بدان مقدار یکہ اطلاع دہند۔ و بدان مقدار یکہ ایشان را اطلاع باشد باطلاع اللہ تعالےٰ تواند بود۔ اما در جمیع امور نہ تواند بود کہ اسرار خداوندانہ نہایت ست کہ لانہایۃ لہا ...... بر حسب مقامات و درجات اولیا را اطلاع بود۔ چنانکہ یکے را

برسرے اطلاع دادند و دیگرے را بر دو سر و دیگرے را بر سہ سر و دیگرے را بر چہار سر ہمچنین تا آخرہ برحسب درجات "۔

بلاعلم ظاہری کے ولی ہونا ممکن ہے یا نہین۔

اندنون اکثر لوگون کا یہ خیال ہے کہ بلاعلم ظاہری کے کوئی شخص دولت ولایت سے مشرف نہین ہوسکتا اور گویا امی کا ولی ہونا ناممکن ہے۔ حضرت مخدوم الملک علیہ الرحمۃ **خوان پُر نعمت** کی مجلس اول مین فرماتے ہین کہ: "ایشان نیک بغیر علم مشغول شدہ اند و اولیا گشتہ اند۔ اول علم در ایشان نہادہ اند انگاہ ولایت دادہ اند۔ **نعوذ باللہ منہا** کہ ہیچ ولی بے علم باشد **مَا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلِیًّا جَاھِلاً** وآنکہ اول علم در ایشان نہادہ اند علم معرفت و علم راہ در ایشان بغیر کسب ایشان نہادہ اند ولے این نادرست و این را فیض گویند و ایشان را فیضی گویند و فیض رحمت خاص است وخواص بدان مخصوص اند "۔

سماع

سماع کا مسئلہ بھی صوفیون کے درمیان مختلف فیہ ہے۔ مخدوم فرماتے ہین کہ "یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ چونکہ ظاہر اسکا فتنہ و فسق ہے اسلئے نہ تو علی الاطلاق اسکو حلال کہہ سکتے ہین اور نہ علی الاطلاق حرام مگر باطناً محمول بر وجوہ ہے "۔ اسکے بعد وہ اپنے کلام کی تائید مین صاحب **احیاء العلوم** کا قول نقل کرتے ہین کہ "اگر کسی پر محبت خدا اور اوسکی لقا کا اشتیاق غالب ہے تو اوسکے حق مین سماع اوسکے شوق کا محرک ہے اور اوسکی محبت کا موکد اور اوسکے آتش دل کو بھڑکانیوالا اور احوال شریف کو اوسکے دل سے مکاشفات و ملاطفات کے ذریعہ سے کہ لا تعد و لا تحصلے

ہین - اور صوفیون کی زبان ہین اوسکو وجد کہتے ہین باہر لانیوالا ہے"
پھر مخدوم فرماتے ہین کہ ایسے شخص کے لئے سماع حلال ہی کیونکہ ایسے شخص کے
دل ہین کہ اوسپر خدا کی محبت غالب ہے وصال کے ذکر سے دیدار خدا یاد آتا ہی
اور فراق کے ذکر سے حجاب من اللہ یاد آتا ہے - اور اس ہین وہ اس کا
محتاج نہین ہے کہ استنباط اور تفکر کے ذریعہ سے اسکی تطبیق کرے بس
بمجرد سننے کے الفاظ اون معانی کے مفہوم پر جو اوسکے دل پر غالب ہین
سابق ہو جاتے ہین - سلف صالح اور مشائخ کبار نے لحن کے ساتھ اشعار
سنے ہین - اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی اشعار پڑھے گئے ہین
اور آپ نے منع نہین کیا ہے -

لیکن ایسے شخص کے لئے سماع حرام ہے جس کے دل ہین محبت اور
عشق اوس مخلوق کا جسپر نظر کرنا حرام ہے غالب ہو - اور جو کچھ یہ سنتا ہے
بس اوسی پر بیٹھا لیتا ہے - اسی اصول پر ایسا سماع حرام ہے اسلئے کہ داعی
الی الحرام ہے - اوستاد **ابو علی دقاق** کہتے ہین اَلسَّمَاعُ حَرَامٌ
لِلْعَوَامِ لِبَقَاءِ نُفُوْسِهِمْ - وَمُبَاحٌ لِلزُّهَّادِ لِحُصُوْلِ مُجَاهِدَتِهِمْ
وَمُسْتَحَبٌّ لِاَصْحَابِنَا لِحَيٰوةِ قُلُوْبِهِمْ - یعنی سماع حرام ہے عوام
کے لئے - اسلئے کہ اونکے نفس باقی ہین - اور مباح ہے زاہدون کے لئے
اسلئے کہ اونھین مجاہدہ اور تزکیۂ نفس حاصل ہے - اور مستحب ہی ہمارے اصحاب

یعنی صوفیونکو اسلیئے کہ انکے قلب جاگ اوٹھے اور زندہ ہو گئے ہین۔ اور سماع کی نسبت جتنی وعیدین اور حرمت سماع کی جتنی دلیلین ہین وہ سب ایسے ہی شخص کے بارے مین ہین جسکے حق مین اوسکی اپنی زبونی حالت کیوجہ سے سماع حرام ہے

سماع کی عادت

جو شخص کہ اوراد و وظائف کو ترک کرکے سماع کو اپنی عادت بنالیتا ہے ایسا شخص سفیہ کہلاتا ہے۔ اور شرع مین ایسے لوگون کی گواہی مسموع نہین ہے

اقسام سماع

بعضے مشائخ نے سماع کی چار قسمین کی ہین۔ حلال۔ حرام۔ مباح۔ مکروہ

وہ سماع کہ جسکے سننے مین دل کلی طور سے مشغول بحق ہو جاوے اور مجاز کے ساتھ مشغولی نرہے حلال ہے۔

اور وہ سماع کہ جس کے سننے مین دل پوری طرح پر مجاز اور دوسرے فسق و فجور کے خیالات مین مشغول ہو جاے وہ حرام ہے۔

اور وہ سماع کہ جسکے سننے مین بطریق مساوات دل کچھ تو مشغول بحق ہو اور کچھ مشغول بمجاز وہ مکروہ ہے۔

اور وہ سماع کہ جسکے سننے مین دل مشغول بحق و بمجاز دونون ہی لیکن حق کی مشغولی مجاز کی مشغولی سے بڑھی ہوئی ہے یہ از قسم مباح ہے۔

شادی کی تقریبون مین جو سماع ہوتا ہی اوسکی حالت یہ ہی کہ اگر وہ شادی مباح ہے اور سماع اوسکا موکد ہے تو سماع بھی مباح ہے جیسا کہ عیدین اور عرائس اور بچھڑے ہوون سے ملتے وقت اور لڑکے کی پیدایش کے وقت

اور فتنہ۔ اور ختم حفظ قرآن کے وقت کا سرود۔ اسکی دلیل یہہ ہو کہ پیغمبر علیہ السلام ایک غزوے سے لوٹتے وقت جب مدینہ کے کنارے پر پہونچے تو آپ کو آگے آگے ایک شخص دف بجاتا اور یہہ شعر گاتا جاتا تھا شعر طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ ۞ وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا ۞ مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ ۞

رہا بیگانہ عورت اور امرد کا گانا سننے مین فتنہ کا خوف ہے۔ اسلئے حرام ہے اور اسبارہ مین حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے جو حکایت کیجاتی ہے وہ ہملوگون کے احوال سے مطابقت نہین رکھتی۔ آہنگرون کی جماعت کا ملائکہ سے مقابلہ کرنا صحیح نہین ہے۔ بیگانہ عورت اور امرد کا گانا سننا حرام ہے ۱۲

مریدونکو پیر کی ریس کرکے سماع سننا نہین چاہیے۔ کیونکہ وہ پختہ کار راہ پر چلا ہوا۔ اور منزل کی راہ ورسم سے باخبر ہوتا ہے۔ اپنی حالت کو اوسکے حال پر قیاس کرنا بالکل بے جوڑ ہے۔ اور وہ مرید جسکو احوال دل ظاہر نہین ہوئے ہین اور سیواے معاملت یعنی بجا آوری اعمال کے ابھی کچھ اوسکو معلوم ہی نہین ہوتا یا یہہ کہ احوال دل تو ظاہر ہو گئے ہین لیکن اوسکی شہوۃ ابھی شکستہ نہین ہوئی ہے۔ پیر کو چاہئے کہ ایسے مرید کو سماع سے منع کرے کیونکہ اوسکے حق مین سود سے زیادہ زیان ہے۔ مریدونکو پیر کی ریس پر سماع سننا نہین چاہیے

جس مجلس سماع مین درویشون اور اہل اللہ سے کوئی ہنو وہان نہین مجلس سماع جو اہل اللہ سے خالی ہو ۱۲

آداب سماع

جاناچاہیے۔

سمع کے لئے آداب مقرر ہین - وہ تین ہین :- مناسبت اخوان - مناسبت زمان - مناسبت مکان -

مناسبت اخوان و زمان و مکان

مناسبت اخوان کے معنے یہ ہین کہ سب ایک دل اور ایک خیال اور ایک حال کے ہون - یعنی سب درویش ہون - یا اونکے مرید و معتقد - اور کوئی قرائی یعنی متشرّد نہو - اور کوئی متکبر و منکر نہو - یعنی کوئی ہنسنے والا - اور بُرا جاننے والا اور مضامین کو خراب پہلو پر لیجانیوالا نہو -

صاحب قیل وقال ۱۲ — ظاہر پرست علماء ہین ۱۲

مناسبت زمان سے مراد یہ ہے کہ ایسا زمانہ ہو جسوقت کوئی تعلق و شغل نہو اور تعلقات سے فراغت حاصل ہو یعنی اگر وہ وقت طہارت - یا نماز یا طعام کا ہو - یا کوئی ایسا وقت جسوقت دل پراگندہ ہو - تو سماع ان تعلقات کے باعث کوئی فائدہ نہ دیگا - اور اسی لئے وقت شب کو اولے کہتے ہین - کیونکہ عادت یہی ہی کہ شب کے وقت دل کو جمعیت اور مشاغل سے فراغت حاصل ہوتی ہے -

مناسبت مکان یہ ہے کہ مکان خوب خوشبو اور مروّح یعنی ہوادار اور عافیت کا ہو - اور صلحا و مشائخ کی جگہ ہو - ناخوشش اور تاریک جگہ نہو - اور کسی ظالم کا گھر نہو - اور راہ گذر نہو -

رقص اور اسکی اصل

رقص - حضرت مخدوم نے اسکی بھی تین قسمین لکھی ہین :- اوّل اسکا

محرک حلال ہے تو رقص بھی حلال ہے۔ اور اگر اسکا محرک حرام ہے تو رقص بھی حرام ہے۔ اور اگر محرک مباح ہے تو رقص بھی مباح ہے۔ اور اسکی اصل یہان سے ہی کہ ایک روز حضرت رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ (یعنی تو میرا ہے اور مین تیرا ہون) فَحَجَلَ۔ یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ اسکو سنکر حرکت مین آئے۔ اور حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ اَشْبَهْتَ خَلْقِیْ وَخُلُقِیْ۔ (یعنی تو مجھ سے صورت و سیرت مین مشابہ ہے) فَحَجَلَ یعنی حضرت جعفر رض حرکت مین آئے۔ اور اسیطور سے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ اَنْتَ اَخُوْنَا وَمَوْلَانَا فَحَجَلَ۔

وجد اور اسکی وجوہ

وجد کی نسبت مخدوم فرماتے ہین کہ "وہ حزن و اندوہ کہ جس سے سوزش و الم ہو اسکو صوفی وجد کہتے ہین۔ اور یہ مختلف وجوہ سے ہو سکتا ہی خوف عذاب۔ درد فراق۔ سوزش شوق و محبت۔ و ازین قبیل۔"

معدن المعانی کے باب شصت و دوم مین مخدوم فرماتے ہین کہ

ادب جوارح

"ہر جارحہ را ادبے ست کہ بدان مخصوص ست۔ بعضے مشائخ رحمہم اللہ میگویند کہ حسن ادب با خداوند آنست کہ ہیچ جارحہ از جوارح تو در غیر رضائے خداوند نجنبد۔ پس ادب زبان*

* یہ تو حضرت مخدوم علیہ الرحمۃ نے زبان کی ادب تعلیم فرمائی۔ اور افسوس ہے کہ بعض لوگون کا حال یہ ہے کہ صرف کلمہ گو نہین بلکہ پابند شریعت نبوی کو بھی جزوی اختلافات کے سبب گمراہ و کافر کہنے لگتے ہین اور اپنی سی لکھکر حرم شریف سے فتوے بھی منگوا لیتے ہین۔ افسوس مسلمانون کا کیا حال ہوگیا اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور بزرگان دین کی سکھائی ہوئی تعلیم کی کیا کیا خونریزی کیگئی۔ حضرت مخدوم معدن المعانی کے باب اول مین فرماتے ہین "برائے حکم اسلام مجرد قول می باید در رسول علیہ السلام گفت"

این است که همیشه بذکر خداوند تر بود و ذکر برادران بخیر کند و دعا کند مر ایشان را و نصیحت
کند و پند دهد و نگوید چیزی که ایشان را کاره باشد۔ و در مکانی سخن موافق حال کند
که بزرگان گفته اند لِکُلِّ مُقَامٍ مَقَالٌ۔ و ادب سمع آنست که استماع فحش و سرود
و غیبت و هر منکری که هست نکند بلکه آنچه ذکر خداوند هست و وعظ و نصیحت و حکمت است
و آنچه بدان فائده دین و دنیا حاصل شود۔ و آداب نظر آن است که از دیدن نامحرم
بپوشد و از عیب مردمان و برادران و از جملهٔ محرمات و منکرات پوشیده دارد۔ و ادب
دست آنست که به بذل و احسان کشاده دارد و بخدمت برادران نیز۔ و بدان استعانت
نکند بمعصیت خداوند۔ و آداب پای آنست که بدان سعی نماید بر طاعت خداوند و صلاح
نفس خویش و برادران خود و استعانت نکند بدان بر معصیت حق۔ و آداب دل اعمال
احوال محموده است و نفی خواطر مذمومات و تفکر کردن در آلاء و نعمای خداوند در عجائب
خلق خداوند۔ و از آداب دل است که گمان نیک کند بخداوند و بجملهٔ مومنان و پاک کردن
او از غل و غش و حسد و خیانت و از عقیدهٔ بد که این همه از حجابات دل است"

پھر اوسی معدن المعانی کے باب شصت و دوم میں مخدوم سے

٢ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ و نگفت حتّٰی یَعْلَمُوْا
و هم ازینجاست که [illegible] از علماء در حق مجسمیه یعنی کسانیکه خداوند را جسم میگویند حکم بکفر نمی کنند۔ میگویند
که معرفت و تنزیه اگر شرط صحت ایمان بودے بر رسول واجب بودے که حکم بایمان بیکے نکردے
مگر بعد از تفحص که او را معرفت خداوند تعالی و صحت تنزیه هست یا نه و
چون حکم کرد بایمان خلق بغیر این تفحص بدانستم که این شرط نیست ١٢

مروی ہے کہ ”صلاح ہمہ اعضا بربستہ بصلاح دل ست و فساد ہمہ اعضا بفساد دل است و شرع برین وارد ہست اَلَا اِنَّ فِی الْجَسَدِ لَمُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ بِصَلَاحِهَا وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ بِفَسَادِهَا سَائِرُ الْجَسَدِ اَلَا وَهِیَ الْقَلْبُ ...... کار دل مشکل ہست و راہ یافت او دشوار و دل گنجے است کہ درین خاک مدفون ہست۔ و خواجہ نظامی را اشارۃ برین ہست۔ مثنویات

خاک تو آمیختہ رنجہاست ؛ بر سر این خاک بسے گنجہاست ...... دل ہست کہ آئینۂ دیدار خداوند ہست چنانکہ در مثنویات خواجہ عطّار رحمۃ اللہ علیہ مثنویات

پادشاہ خویش را در دل ببین ؛ عرش را ذرۂ حاصل ببین ؛ ہست دل آئینہ در دل نگر ؛ تا ببینی روے او بر دل نگر ؛ گر تو میداری جمال یار دوست ؛ دل بدان کائینۂ دیدار او ہست ؛ این خود اشارتے ہست کہ بر دل کردہ اند و در حقیقت دل کرا زہرہ است کہ چیزے تواند گفت و یا چیزے تواند نوشت۔ خواجہ حسن را درین بیتے خوب ہست بیت۔ اے حسن این چہ مینویسی تو ؛ قلم آہستہ دار فرمان نیست ؛ ......

خواجہ سری رحمہ اللہ میفرماید کہ دل ناشہ است۔ یکے ہمچون کوہ ہست کہ او را ہیچکس نتواند جنبانید و دیگر چون درخت ہست کہ اصلش اگرچہ ثابت بود اما باد او را اسنا و چپا بجنباند۔ و دیگر دلے ہمچون پر مرغ ہست افتادہ در صحراے باد ہر طرف کہ خواہد بجنباند و او را اقرار نہ“۔

اس مسئلہ مین کہ زن و فرزند۔ باپ ماں زر و سیم وغیرہ کی محبت سے

زن فرزند وغیرہ کی محبت سے طاعت کو زیان کا خوف ہے یا نہیں

طالب کو زیان کا خوف ہی یا نہین۔ مخدوم سے معدن المعانی کے باب سی ودوم مین منقول ہی کہ "اگر کسے مادر و پدر را دوست میدارد بدین دوست داشتن خللے در محبت حق نباشد مگر آنکہ محبت ایشان بر محبت حق غالب آید آنگاہ زیان دارد، ہمچنین زن و فرزند و آنچہ محبت آن مشروع ہست اگر با این ہمہ محبت میکند جائیکہ مشروع ست دران مثاب ہست و خللے در محبت حق نباشد و ہمچنین اگر کسے را محبت بزر و سیم باشد براے آنکہ میداند اگر این برمن باشد دل من فارغ باشد و عبادت بے وسوسہ و تشویش آید مضر نیست ...... زیرا کہ محبوب لذاتہ روا باشد کہ یکے باشد و چیزہاے دیگر محبوب بود بتبعیت آن محبوب ......

اما محبت غیر اصلا این زیان دارد و این نشاید و از ینجا ست کہ اہل محبت جملہ مصنوعات و مخلوقات را دوست میدارند ازین جہت کہ فعل و صنع و خط و دستکاری اوست پس این عین محبت دوست بود نہ محبت آن چیز بعینہ"

مسائل تصوف کی تحقیقات سے مخدوم کی تحریرات بھری پڑی ہین کن کن باتون کا ذکر کیا جاے ؎ ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ مینگرم ؛ کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجا ست ؛ صرف بڑے بڑے مسئلون ہی کا اگر ذکر کیا جاے تو کتاب بڑھ جائیگی اور لوگون پر اچیرن ہو جائیگی۔ اسلئے اس سلسلہ کو مین یہین پر ختم کئے دیتا ہون۔ اگر کسی کو پوری طرح اونسے اطلاع حاصل کرنی منظور ہو تو مخدوم کے کلمات کیطرف رجوع کرے اور اونکے ملفوظات و مکتوبات اور رسائل کو بالاستیعاب دیکھے۔

حصۂ سوم

مخدوم کے دوہے

جسطور سے حضرت امیر خسروؔ کے دوہے اور دوہرے زبان زد خاص
عام ہین اوسی طور سے بہت سے دوہے اور دوہرے مخدومؔ سے بھی
منقول ہین - انکے مضامین مختلف ہین - کچھ تو امراض کے نسخے ہین اور کچھ
معرفت وحقائق کے بیان - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جوش کی حالت
مین یہہ سب کہے گئے ہین - ان کی زبان پورے طور سے اپنے زمانہ کو
بتا رہی ہے اور اردو زبان کس درجہ پر تھی اسکا بھی پورا پتا انسے ملتا ہے -
جو دوہے نسخون سے متعلق ہین اونکی نسبت یہہ کہنا ہرگز بیجا نہو گا کہ یہ مخدوم
کی اعلےٰ لیاقت کے شاہد عادل ہین - انکے تجربے اسکو ظاہر کرتے ہین
کہ جسطرح سے وہ امراض اخلاقی کے طبیب تھے اوسی طرح سے وہ امراض
بدنی کے بھی طبیب تھے - یہ نسخے اکثر ہا تجربہ مین لائے گئے اور تیر بہدف
نکلے - صوبہ بہار مین شاید ہی کوئی مقام نکلے جہان ان نسخون مین سے ایک آدھ
بھی مشہور نہو - آئے دن غربا و امرا مین انکا تجربہ ہوا کرتا ہے - لیکن مین افسوس
کرتا ہون کہ یہ صرف زبان ہی پر اپنا قبضہ رکھتے ہین - شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ یہ
مخدوم کی زبان کا اثر تھا کہ ان کو اکسیر کا خاصہ ملا اور چونکہ زبان ہی سے نکلے تھے

زبان ہی کو انھون نے اپنا مسکن بنایا یہی بڑی وجہ اسکی ہے کہ کسی شخص کو باوجود تفحص و تلاش کے بھی یہ مجتمع حالت مین نہین ملتے ۔ مجھے بھی باوجود تفحص بلیغ کے چند ہی دستیاب ہوئے کہ ذیل مین درج کرتا ہون ۔

۱

"پات کسونجی بکھ ہرے اور پھول رتوندھی جاسے
جڑ کسونجی باگھ روئین ۔ بیج سے ، بیچ ناسے"

۲

"تل تیسی ۔ دانا ۔ تیکھ تال کھانا
گھی شکر مین سانا ۔ کھاے زنانہ ہو مردانا"

۳

"دودھ پھٹکری مرداسنگ	ہلدی زیرا ایک ایک ٹنگ
افیم چنے بھر ۔ مرچین چار	ابرا و برابر تھوتھا ڈار
پوست کے پانی سے پوٹری کرے	نین کا بیدا اترتے ہرے"

۴

"نون مرچ مجیٹھ لے آوے	نیلا تھوتھا آگ جلاوے
دودھ چیانی کتھ پا پڑیا	پیس برابر منجن کریا
منجن کر کے پان چباوے	دانت کا پیرا کبھو نیاوے"

۵

"ہڑ بہیڑا اونلا اور چیتا		ٹنگ سونٹھ ملادے میٹا پیتا
کھالنی سالنی سب جرجاے		اَن نہ جانوں کتنا کھاے"

۶

"جی مگن مین ہے کہ آئی ہین سُہانی رتیان
پیَ جنکے کارن تھے بہت دنسے بنائی گتیان"

مخدوم کی تصنیفات

مخدوم کی تصنیفات کی تعداد کثیر ہے۔ مگر افسوس ہو کہ ایک بڑا حصہ زمانہ کی ناقدردانی اور مسلمانون کی عام جہالت و افلاس کے نذر ہوگیا۔ عتیق سے عتیق نسخہ بھی اکثر کا اب نہین ملتا۔ نہایت کوشش وتلاش سے ذیل کے چند رسالے مجھے ہاتھہ لگے جنکے سہارے پر اس سیرۃ کی بنا قایم کی گئی۔

مکتوبات صدی۔ مکتوبات دوصدی۔ مکتوبات بست وہشت۔ اجوبہ فوائد رکنی۔ ارشاد الطالبین۔ ارشاد السالکین۔ رسالہ مکیہ معدن المعانی۔ لطائف المعانی۔ مخ المعانی۔ خوان پر نعمت۔ تحفۂ غیبی۔ ملفوظات زاد سفر۔ عقاید شرفی۔ شرح آداب المریدین۔

ان مین کچھ تو مکتوبات ہین اور کچھ ملفوظات اور کچھ رسالجات اور ایک شرح۔ ملفوظات کو بھی مخدوم کی تصنیفات ہین مین اسلئے داخل کرتا ہون کہ جتنے جامع

ملفوظات کے ہین وہ اپنے ملفوظ کی آغاز مین اسکا اعتراف کرتے ہین
کہ ساری ملفوظ گویا بلفظہا مخدوم کے کلام ہین۔ اور بعد اختتام مخدوم کی نظر
سے گذرانے گئے ہین اور جہان کہین کوئی شعر یا عبارت اصل تقریر سے
اولٹ پلٹ ہوگئی تھی مخدوم نے خود درست فرمایا ہے۔ مین پہلے فرادیٰ
فرادیٰ انکی وجہ و زمانہ تحریر کا ذکر کرونگا اور پھران پر ایک بسیط اور عام بحث

مکتوبات صدی

(۱) **مکتوبات صدی**:۔ اسمین جتنے مکتوبات ہین اونکا زمانہ
تحریر ۷۴۷ہجری سے شروع ہوتا ہے۔ انکی تحریر کا باعث یہ ہوا کہ قاضی
شمس الدین حاکم قصبہ چوسہ جو اس زمانہ مین ضلع شاہ آباد
علاقہ کمشنری پٹنہ کا ایک غیر مشہور دیہات ہے مخدوم کے مریدون مین سے
تھے۔ اونھون نے کرات و مرات عرض کیا کہ بوجہ موانع روزگار و زمانہ غدار
مجلس کی حاضری سے قاصر ہون اگر بذریعہ تحریر مسائل تصوف سے اطلاع
دیجاے تو مین بھی فیض مخدوم سے محروم نہ رہون۔ مخدوم نے اونکی
استدعا منظور فرمائی اور یہ مکتوبات لکھی گئی۔ حضار مجلس نے انکی نقلین
رکھنا شروع کین کہ یہہ مجموعہ جمع ہوگیا۔ **شعر**۔ قاضی بسر نشانہ شد و خود
جہانیان ؛؛ سرمایہا برند ہمہ زین نقود غیب۔ ان مکتوبات مین قدر حصول
حاجت اور سائل کے سوال کے تطابق کا بہت خیال رکھا گیا ہے۔

مکتوبات دو صدی

(۲) **مکتوبات دو صدی**:۔ ان مین سے کوئی ڈیڑھ سو مکتوب

لوگون نے الگ چھاپ دئے ہین اور مکتوبات یکصد و پنجاہ کے نام سے مشہور کر رکھا ہے۔ حقیقتاً وہ کوئی مستقل رسالہ نہین اسی مکتوبات دوصدی کا ایک حصہ ہے۔ اس مجموعہ مین جتنے مکتوب ہین وہ ماہ جمادی الاول سے اول ماہ رمضان ۷۶۹ھ ہجری تک کے لکھے ہوئے ہین۔ اور انکے مکتوب الیہم شیخ عمر۔ قاضی شمس الدین۔ قاضی زاھد۔ مولانا کمال سنتوسی۔ مولانا صدرالدین ملک خضر۔ امام تاج الدین۔ رضی الملک ملک محمود۔ مولانا محمود ستگائین۔ شیخ محمد ظفرآبادی المعروف بدیوانہ۔ امام سلیمان۔ مولانا مظفر۔ شیخ مغربی۔ داور ملک اماد سلطان محمد۔ مولانا قیام الدین باین دید۔ ملک الامرا الملک سفرح۔ سلطان الشرق فیروزشاہ۔ ہین۔ یہہ مکتوبات اوقات مختلفہ مین بعض مریدون اور معتقدون کی عرضداشت پر جو مخدوم کی خدمت و مجلس سے دور پڑے تھے اور کلام لطیف کو سنکر فائدہ اوٹھانے سے محروم تھے لکھے گئے ہین۔ لیکن اسمین جتنے مکتوب ہین اون مین اپنے اندازۂ علم کو نظرانداز کیا گیا ہے اور سائل کے قدر فہم کا بہت خیال رکھا گیا ہے۔ اسلئے طرز بیان مسائل ایسا صاف اور دقت سے بری ہے کہ تھوڑی استعداد کا آدمی بھی اون سے فائدہ اوٹھا سکتا ہے۔

(۳) **مکتوبات بست و ہشت**:۔ اس مین اون مکتوبون کے پس ماندہ ہین جو بیس برس کے عرصہ مین مخدوم نے مولانا مظفر کو لکھے تھے اور جنکو

مکتوبات بست و ہشت

مولانا نے اپنی رحلت کے وقت اپنی قبر مین رکھ دینے کی وصیت کی تھی - چند جو بچے بچائے چھوٹ گئے تھے وہ یہ ہین - ان مین اکثر مکتوب ۷۶۶ھ کے بعد کے ہین - کیونکہ مکتوب شانزدہم مین اسکا ثبوت موجود ہے - آپ مولانا مظفر کو لکھتے ہین " آنکہ نوشتہ بود این زمان مطالع شرح آداب المریدین طاقت ندارم الخ" شرح آداب المریدین ۷۶۶ھ ہجری مین ختم ہوئی ہے اسلئے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہہ مکتوب سن مذکور سے بعد کے ہین -

اجوبہ (۴) **اجوبہ**:- یہہ رسالہ ان سوالات وجوابات کا مجموعہ ہے جو زاہد بن محمد بن **نظام** اور دوسرے اعزہ واحبا جو رات دن مخدوم سے کرتے رہتے تھے - اسمین سوال و جواب کے طور سے اہم اہم مسائل کا بیان ہے - ہر سوال کا مخدوم نے جو جواب دیا ہے وہ اسکو بتا رہا ہے کہ وہ ہر مسئلہ کے مالہ و ماعلیہ پر کیسے حاوی تھے اور انکو کس خوبی سے سمجھاتے ہین - اگر کوئی شخص تصوف کے مسائل سے واقف ہونا چاہتا ہو تو اوسکے لئے اس رسالے سے عمدہ اور فائدہ بخش کوئی دوسرا رسالہ ملنا مشکل ہے - زبان بھی نہایت سلیس اور تقریر بھی نہایت چست ومدلل -

فوائد رکنی (۵) **فوائد رکنی**:- یہہ رسالہ حاجی **رکن الدین** زائر الحرمین کی التماس پر اس غرض سے کہ سفر و حضر مین انکا مونس روز کا ہو لکھا گیا تھا - اسکے اکثر مضامین مکتوبات سے لئے گئے ہین -

(۶) **ارشاد الطالبین** :- اس رسالہ مین اسکا بیان ہے کہ طالب کو کیسا ہونا چاہیئے اور اوسکی کیا غرض او علت غائی ہونی چاہیئے - یہ چند ورقون کا رسالہ ہے اور اسمین بھی داد قادر الکلامی دی گئی ہے -

ارشاد الطالبین

(۷) **ارشاد السالکین** :- اسمین مسئلہ وحدت وجود سے بحث کی گئی ہے -

ارشاد السالکین

(۸) **رسالہ مکیہ** :- اسمین ذکر و مراقبہ سے بحث کیگئی ہے -

رسالہ مکیہ

(۹) **معدن المعانی** :- اسمین ۱۵ شعبان ۱۴۷۶ھ کے قبل تک کے ملفوظ ہین - اسکے جامع **زین بدر عربی** ہین - اسکی صورت پذیر ہونے کی حالت جامع کتاب یہ بیان کرتے ہین کہ " در ہر مجلسے و محلتے البتہ از طالبان صادق و مریدان واثق و بندگان موافق کہ حاضر بودند ہر کسے درخور حال و کار خود ایراد سوالے از طریقت و التماس بیانے از شریعت و درخواست اشارتے از حقیقت عرض میداشتند - بندگی مخدوم نامور شیخ زمین پرور در مقابلہ سوال سائل جوابے شافی و بیانے کافی بعبارات دلپذیر و اشارات بے نظیر ارزانی میداشت.......... بقدر وسع و اجتہاد خود انچہ یاد توانست داشت بہ توفیق ازلی و عنایت لم یزلی آنرا جمع کرد - مہما امکن رعایت عین لفظ نگذاشت مگر بنا بر عجز و نقصان خود اگر عین عبارتے یاد نماندے و معنی آن تمام و سالم در خاطر ماندے ضرور تے بعبارت مناسب آن معنی را درآوردے کہ از عبارت معنی مقصود ست - اما در معنے بہیچ وجہ و حالے تصرفے و تغیرے نکردہ تا اگر معنی یاد نماندے ورق سادہ گزاشتے و در محلے

معدن المعانی

دیگر عرض داشتے بعد آنکہ بجواب مشرف شدے یادداشتے و باتفاق مجلسے تمام در کتابت آوردے ہمبرین بنا کہ نباید غلطے و نسخے جاے رفتہ باشد از جمع کردن این مجموع بجناب رفیع شیخ بزرگوار خود عرضداشت و التماس نمود کہ در مجلس شریف ہر چہ بندہ خاکپای درویشان در کتابت آرد بگزرد از کمال عاطفت ملتمس بیچارہ را باجابت مقرون گردانید تا من اولہ الی آخرہ باحتیاط در مجلس شیخ بگزشت سبقاً بعد سبق و کلمۃً بعد کلمۃ و حرفاً بعد حرف قرات کرد و چند جا کہ بیچارہ را در کتابت سہوے رفتہ بود بلطف اصلاح فرمود و در بعضے محلہا کہ در وقت قرات حکایتے یا مثالے مناسب تقریر و بیتے و رباعی مناسب تحریر میفرمود و ایرادے و جوابے کہ بر تقریر بندگی مخدوم را فراہم می آمدے یعنی ہم خود بیان میکرد آنرا نیز درج کردہ تا عالم و عالمیان را حظے و نصیبے از وقت پاک ایشان بمطالع ملفوظ مرغوب ایشان حاصل آید و بیچارہ را سبب ثبات ایمان و آمرزش گناہان و دریافت مراد ہر دو جہان گردد"

لطائف المعانی (۱۰) **لطائف المعانی**:- یہ ماخوذ ہے معدن المعانی سے۔

مخ المعانی : (۱۱) **مخ المعانی**:- اسکے جامع سید شہاب الدین عمادی حالفی ہین۔ اسکا سن تالیف معلوم نہین۔ یہ بھی جیسا کہ اسکا نام ظاہر کرتا ہی مخدوم کے ملفوظات سے مستخرج ہے۔ جامع اسکے لکھتے ہین کہ "این چند ذکر خوب و عبارات مرغوب .... از ملفوظات استخراج کردہ و مہما امکن رعایت عین لفظ نگزاشت مگر بنا بر تکرار و باطول حکایات اما ہیچ وجہے و حالے فرقے و تغیرے

نکردہ یا اگر لفظے یا معنی مفہوم نشدے آن را فہم کردے بعدہ باتفاق تمام در کتابت آوردے ہمبرین نیاید کہ غلطی یا نسخے جاے رفتہ باشد از جمع کردن مخ المعانی بجناب رفیع شیخ بزرگوار خود بواسطہ مولنٰا خواجہ عرضداشت والتماس بنود کہ نظر مخدوم جہان بگزرد از کمال شفقت ملتمس بیچارہ باجابت مقرون گردانید۔ من اولہ الی آخرہ مطالعہ کردہ و چند جاے کہ بیچارہ را سہو و خطائے رفتہ بود بلطف قدیم اصلاح فرمود و بعضے محلہا مناسب تقریرتیے دربابے مناسب تحریر بود آنرا نیز درین درج کرد تا عالم و عالمیان را حظے و نصیبے حاصل آید"۔

(۱۲) **خوان پُر نعمت** :- اسمین از ابتداے ۱۵ شعبان ۷۴۶ھ لغایت ۷۵۱ھ کے ملفوظ ہین۔ یہ گویا معدن المعانی ہی کا ضمیمہ ہے اسکے بھی جامع زین بدر عربی ہی ہین۔ خوان پُر نعمت

(۱۳) **تحفۂ غیبی** :- اسمین از ابتداے ۷۵۹ھ لغایت ۷۷۰ھ کے ملفوظ ہین۔ اسکے جامع بھی زین بدر عربی ہین۔ یہ زین بدر عربی کے سلسلۂ ملفوظات کا چوتھا ملفوظ ہے جیساکہ اونکی ابیات ذیل سے ظاہر ہوتا ہی تحفۂ غیبی

قطعہ "شد تمام این تحفۂ غیبی و ملفوظات قدس ٭ در سہ شنبہ وقت ظہر از عون لطف پیر پاک ٭ چار زین بحر ست از بہر لقاے لفظ پیر ٭ باد شائع در ہمہ عالم بعون اصطفاک ٭ ہفصد و ہفتاد سال از ہجرت مقصود گفت ٭ ہم بدست زین کہ آمد در روش کمتر زخاک" ٭

افسوس درمیان کا تیسرا ملفوظ مجھے نہ ملا۔ زین بدر عربی نے اسکی آغاز

مین چند ابیات اسکی تعریف مین لکھی ہین اور وہ یہ ہین۔ **مثنوی**

"این بحر الٰہی ست درین کان معانی ست	اینجا ہمہ قوت دل و ہم قوت جانی ست
اینجا ہمہ اسرار الٰہی ست دگر نیست	اینجا ہمہ وحدت صرف ست و خبر نیست
اینجا ہمہ چیزے کہ ازین پیش نیابند	اینجا ہمہ نوش ست دلا نیش نیابند
درسے طلبم زین کہ بدارین نگنجد	عیشے طلبم زین کہ درو ترین نگنجد
درہر دو جہان خادم مخدوم جہاندار	اورا بعموم کرم اے پیر جہان دار

شرح آداب المریدین

(۱۴) **شرح آداب المریدین**:- یہ کتاب آداب المریدین مصنفہ حضرت ضیاء الدین نجیب سہروردی کی شرح ہے۔ روز جمعہ وقت اشراق ماہ ربیع الاول ۷۶۵ھ مین شروع ہوئی اور روز سہ شنبہ ماہ ذی الحجہ ۷۶۶ھ مین ختم ہوئی۔ اسکی وجہ تصنیف کو مخدوم آخر رسالہ مین یون تحریر فرماتے ہین۔

"می گوید مستعمل درویش احمد یحیٰی منیری الملقب بشرف غفر اللہ لہ ولوالدیہ ولاصحابہ ولجمیع المومنین والمومنات کہ یارے از یاران این درویش مسمّٰے بقاضی اشرف شرفہ اللہ تعالےٰ بین اصحاب ہذا العلم کہ محب این طائفہ وقابل فن ایشان بود ازین درویش التماس نمود کہ کتابہا در علم سلوک ہرچہ محتاج الیہ ست و طالب دین بدان راہ راست یابد و بمطلوب رسد بیشتر ازان ست کہ کسے آنرا تواند خواند و یا تواند نوشت۔ ہر یکے برائے مریدان و معتقدان خویش بروقت آنکہ ہم اشفق الناس علی الخلق بودہ اند براندازہ فہم نبشتہ اند لیکن بعضے نسخہ عربی افتادہ ست اگرچہ ایشان ازمقام خویش نزول کردہ اند و در قلم آوردہ

یا این ہم بہ نسبت مبتدی معانی والفاظ آن اغلاقے والتواے تمام دارد آنرا فہم کردن علم لغت
و تصریف و نحو باید تا کسے ازان بہرہ گیرد۔ و آن ہمہ را اگر کسے تحصیل کند عمر خود از میان
گزشتہ باشد۔ . . . . . . خصوصاً نسخہ آداب المریدین کہ از تصنیف شیخ المشائخ
. . . . . امام المتقین ضیاء الحق والدین ابو نجیب عبد القاہر محمد سہروردی . . . . . .
کہ دران خدمت شیخ تمسک بآیات قرآن و احادیث کردہ ست و از کلمات فضل آمیز ش
وازان مشائخ سلف رضوان اللہ علیہم نیز آوردہ می خواہم کہ آنرا بخوانم اگر در حالت خواندن
ترجمہ سود و دران اطمینانے رود بمنزل شرح گردد۔ برین نادان و دیگر مسلمانان ادراک
آن آسان شود ہر خاص و عام را ازان نصیبے و حظے بود و طالبان الہی و دا ہردان نا متناہی را
کہ پس روان نبوی و محبان مصطفوی اند دستوری گردد۔ بنا بران باعث و بسبب این
قضیہ مرضیہ برخود التزام مخدوم و چنانچہ مفہوم گردد در سلک کتابت آوردن گفتم تا او را
و مسلمانان دیگر را در مطالعہ آن منفعت دینی بحاصل آید۔ و باشد کہ کسے نظرے بران
نوشتہ کند و او را آنجا کشایش بود یا وقت کسے بمطالعہ آن خوش گردد۔ حق سبحانہ
تعالے این درویش را در کار وے کند"

عقاید شرفی

(۱۵) عقاید شرفی :- اس مین اہل تصوف کے عقائد کو بیان کیا ہے۔

مخدوم کی انشا پردازی

مخدوم منشیون سے اوس طبقہ کے لوگون مین ہین جنکی تحریر دن پر خامہ فرسائی

کرنی علے العموم بے ادبی سمجھی جاتی ہے اور جنکی خوبیان زیادہ تر معنی سے متعلق ہین۔ الفاظ سے انکو بذاتہا کوئی غرض نہین ہوتی۔ اور انشا انکا مایۂ افتخار و امتیاز نہین۔ انکے دربار مین الفاظ کی صرف اوسیقدر وقعت ہی جسقدر کہ کسی مقصد کے آلہ کی ہونی چاہئے۔ یعنی وہ اظہار معنے کے آلہ ہوتے ہین اور انشا ز آنکے معنوی سافرو نگارین تاہم یہ کہنا کہ انکی تحریرین پایۂ ادب سے گری ہوئی ہین سراسر انصاف کا خون کرنا اور حق سے چشم پوشی کرنی ہے۔ الفاظ کی صحت بندش کی نفاست۔ ترکیب کی خوبی۔ جملون کی چسپیدگی۔ بیان کی سلاست ادا کی شوخی۔ زبان کی برجستگی اور بیساختہ پن۔ الغرض فصاحت و بلاغت کے سارے مراتب ان مین پائے جاتے ہین۔ البتہ لفاظی و قافیہ پیمائی اور بیکار کی ذق ذق وبق بق انکے یہان تحریر کی علت غائی نہین سمجھی جاتی۔

انسان کے جذبات و خیالات اوسکی ہر حرکت و سکنت سے کچھ نہ کچھ ضرور ٹپکتے ہین اور اونکا پرتو ہر قول و فعل مین نمایان ہوتا ہے۔ اسی لئے یہ لازم ہے کہ ہر منشی کی انشائین اوسکے جذبات و خیالات کا اثر کبھی پوشیدہ اور کبھی نمایان ضرور پایا جاتا ہو۔ بیہودون کا لایعنی پن۔ فلسفیون کا فلسفہ منطقیون کی منطق۔ مورخون کی تاریخ دانی۔ ادیبون کی ادب۔ مدبرون کے خیالات مدن دہریون کی دہریت۔ خداشناسون اور خداترسون کی خداشناسی و خداترسی صوفیون کا تصوف۔ الغرض ہر خیال والے کا خیال اوسکی تحریر و تقریر مین

ضرور اثر پزیر ہوتا ہے۔ اور جسکا خیال جتنا گہرا ہوتا ہے اوتنا ہی اوسکا رنگ بھی زیادہ گہرا ہوتا ہے۔ مخدوم کی تحریرون کو اوٹھا کر دیکھو تصوف اور خدا ترسی اور انہماک وشغف بخدا کا وہ گہرا رنگ پاؤ گے جسکا حاصل البتہ اوسی رتبہ کے لوگون مین پایا جانا ممکن ہے جو مخدوم کا تھا۔ مین یہان پر آپ کی ایک مناجات نقل کرتا ہون اسمین عجز و درماندگی۔ تمامی مسلمانون کے ساتھہ ہمدردی۔ اپنی طاعت کا قصور جس خضوع وخشوع سے ادا کیا گیا ہے وہ پورے طور سے میرے دعوے کو ثابت کر رہا ہے۔ مخدوم فرماتے ہین۔ "الٰہی انتَ ربّی وقوی وانا عاجزٌ۔ الٰہی انت مالکٌ وانا مملوکٌ۔

الٰہی عاجز ترین عاجزانم۔ الٰہی جاہل ترین جاہلانم۔ الٰہی نمیدانم تاچہ گونہ رضاے تو جویم۔ الٰہی نمیدانم تاچہ گویم۔ الٰہی عجز و درماندگی من تو می بینی۔ الٰہی حاجت من تو میدانی الٰہی من بیچارہ و عاجز ہیچ حیلہ و قوت و وسیلہ ندارم وانچہ جز تست ازان بیزارم۔ الٰہی من ضعیف درماندہ را و من نحیف درہاے راندہ را و من مدہوش سیاہ کار گناہگار را و من بدکار را و من دلدار فرمان شیطان را و من اوستاد مکتب عاصیان را و من مدہوش سرگشتہ و من عاجز در بدر گشتہ را و من گناہگار بدافعال را و من خاکسار بداعمال را و من تائب ناتمام را و من عہد شکن خودکام را و من گندم نماے جوفروش را و من زنّار دار خرقہ پوش را و من سیاہ رو نامہ سیاہ را و من منافق تباہ کار را بالفضل عمیم ولطف قدیم خود از بند نفس امارہ خلاص دہ و توبہ نصوحا عطا کن کہ طاعت حضرت عدل تو ندارم۔ الٰہی مرا

توفیق ده که ترا به پرستم که بے توفیق تو ترا نتوان پرستید - الٰہی مرا تعریف ده که ترا
بشناسم که بے تعریف تو ترا نتوان شناخت - الٰہی ضائع کردم عمر خویش بدان چیز
که رضائے تو نبود و من ندانستم ازان توبه کردم و بیزار گشتم - اے دستگیر ہر شکسته
و اے دلیل ہر درمانده و اے فریاد رس ہر دشوار و اے چاره ساز بیچارگان و اے
قبول کننده توبه عاصیان و اے پذیرنده گریختگان اے حلیمے که حلم تو مارا گستاخ
کرد اے رحیمے که رحم تو مارا بیباک گردانید این گستاخی و بیباکی از ما عفو کن واز
خلعت معرفت ہمه اعضائے مارا بپوشان - الٰہی بحق تہلیل و تسبیح و تحمید و
تمجید جمله روحانیان و کروبیان - الٰہی بحرمت عابدان و زاہدان الٰہی بحرمت خاصگان
درگاه تو الٰہی بحرمت لواحقان حضرت تو الٰہی بحرمت غریبان و شہادت جوانان
الٰہی بحرمت آب دیدهٔ عاصیان - الٰہی بحرمت عفو تو که بر عاصیان درگاه تست - الٰہی بحرمت
عز و جلال تو - الٰہی بحرمت عظمت و کمال تو که حاجات من و جمله مسلمانان روا کنی
و ایمان مارا در دنیا و آخرت برما ارزانی داری - الٰہی چون دران حجرهٔ تنگ و تاریک
بے شمع مارا مبتلا کنی ایمان را چراغ لحد گردانی بحق لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه لَا معبودَ
اِلَّا اللّٰه لَا محبوبَ اِلَّا اللّٰه لَا مطلوبَ اِلَّا اللّٰه لَا مقصودَ اِلَّا اللّٰه
لَا موجودَ اِلَّا اللّٰه لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه محمّدٌ رّسول اللّٰه واشهد ان محمّدًا
عبدهٗ و رسوله صلی اللّٰه علیٰ خیر خلقه سیدنا محمّدٍ وّ اٰلِهٖ وَ
اصحابه اجمعین برحمتك یا ارحم الرّاحمین ہ"۔

علاوہ برین تہذیب جسکو بہت کچھ انسان کی تربیت سے تعلق ہے وہ
ہر وقت مخدوم کی تقریر و تحریر مین جلوہ ریز پائی جاتی ہے۔ کبھی تہذیب کا
دامن ہاتھ سے نہین چھوٹتا۔ اور بیہودہ الفاظ اور خلاف تہذیب جملون سے
اونکی زبان یا اونکا قلم ناپاک نہین ہوتا۔ کسی مسلمان پر باوجود اقرار اسلام ذرہسی
لغزش بیہودہ الفاظی لشکر کا دھاوا نہین بولتے اور اختلاف آرار کی وجہ
سے سب وشتم کا ڈرہ نہین لگاتے۔ البستہ جہان کہین پایہ شرع سے
گرا پاتے ہین۔ وہان قلم کی سنے سے شرعی الکٹریسیٹی کا کرنٹ پہونچا کر چونکا
دیتے ہین جسکا اثر غضب کا دیرپا ہوتا ہے۔ لیکن وہان بھی حد سے تجاوز کرجانے
کو جائز نہین رکھتے اور تعمیم سے تخصیص کا کام لیتے ہین اور اپنی قادر الکلامی کا
جوہر دکھاتے ہین۔

کسی مصنف کی قبولیت عام کی بڑی دلیل یہہ ہے کہ اوسکا کلام ضرب المثل
کے طور پر استعمال ہوتا ہو اور اوسکی قادر الکلامی کا یہ ثبوت ہے کہ ہر قسم کے
مضامین اونی وا علےٰ اوسکے پامال معلوم ہوتے ہون اور وہ بلا آورد
اونکو نہایت صاف اور سلجھی عبارت مین ادا کرسکے۔ مین اون جملون اور فقرون
کو اور اون عبارتون کو جو مخدوم کی قادر الکلامی کا جوہر ظاہر کرتی ہین مخدوم کی
تحریرات سے جستہ جستہ التقاط کرکے ناظرین کی تفریح طبع کے لئے ہدیہ ناظرین
کرتا ہون و ہو ہذا۔

"تا در بینائی در بنیابی"

"شکسته ہیچ چیز قیمت ندارد مگر دل ہر چند شکسته تر با قیمت تر"

"راہ حق نه در آسمان و نه در زمین و نه در مغرب و نه در مشرق بلکه نه در عرش و نه در کرسی نه در لوح و نه در قلم راہ بحق سبحانه تعالیٰ درون تست"

"دنیا مکار و غدار است بوقلمون روزگار است - شہد نما زہر دار است - ہر کرا با مداد نوازد شبانگاہش بگزارد - ہر کرا صبحدم بدارد نماز شامش از پاے در آرد - کاسں او بے خس نباشد و کاسۂ او بے خشیت مگس نباشد"

"با خداے دیوانه باش و با شریعت ہوشیار"

"کلمات مشائخ بر روے زمین لشکر خداست اگر خواننده مرد بود او را شیر مرد گرداند و اگر نامرد بود مرد گرداند"

"بعدد ہر ذرّه از ذرات موجودات راہیست بخدا وند جل و علا - اما ہیچ راه نزدیکتر و پُر فائده تر از راحت رسانیدن بدلہا نیست"

"ہر کسے را در خورِ خود کار باید کرد"

"قوت تن عارف خدمت ہست و قوت دل محبّان قربت ہست و قوت روح مشتاقان مشاہده ہست و قوت سر عاشقان وصلت ہست - تن چون قوت خدمت استیفا کند به سدرة المنتہٰی بر آید - و دل چون قربت استیفا کند در خلوت خانه عند ربی یُطعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ در اید - و روح چون بغرت مشاہده

عزیز گردد از عرش مجید قدمگاه مسازد۔ و سرچون بہ تشریف وصلت مشرف شود بجود شود و نیاز عاشق گوید"۔

"ہرچہ بندہ را از حق حجاب گردد و از آنحضرت بندہ را بخود مشغول کند در نظر طالبان حق این بُت ست ہرچہ خواہی گو باش"

"ہرکہ از ما در برابر این جہان ما بیند و ہرکہ از خود برابر آنجہان را بیند"

"۔ میانہ علائق بود و تفرید از خود۔ نہ در دل غبار سے نہ بر پشت بارے۔ نہ با کس شمارے نہ در سینہ بازارے۔ نہ با ہیچ مخلوق کارے۔ ہمتش از ذروۂ عرش بر گزشتہ و از کونین رسیدہ و با مراد آرمیدہ۔ و با وجود کونین بے دوست خوشی نہ و بے وجود عالمے با دوست ناخوشی نہ"

یہہ بہت کم مصنفون اور مقررون کو نصیب ہوا ہی کہ ہر دلعزیزی اونکو حاصل ہو اور لوگونکی توجہ کو کوشش کرکے محویت کے ساتھ تفحص کے مادہ کو اپنی جانب مائل کرسکیں۔ یہ کہنا ہرگز بیجا نہوگا کہ مخدوم شاذ و نادر بلکہ کبھی نہین دلچسپی سے خالی ہوتے ہین۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ جس مسئلہ پر وہ تقریر یا تحریر کرتے ہین اوس پر وہ خوب حاوی ہوتے ہین اور اونکی یہ خواہش کہ جس مسئلہ کو وہ لین اوسکو وہ پورے طور سے صاف کردین اور اوسکے متعلق لبقدر انداز سائل اپنی واقفیت و علم کا بہ تمامہا اظہار کرین افسون کا کام کرجاتی ہے۔ اونکی روش نہایت آزاد بے ریا اور اسوجہ کر دلچسپ ہی۔ اور جو اونکے دل مین ہوتا ہے

وہی اونکی زبان و قلم پر- پھر چونکہ یہہ لازمی ہے کہ "آنچہ کہ از دل خیزد بردل ریزد"۔ اونکی بات دل مین گھر کرجاتی ہے ؎ بدل می رود ہر چہ ریزد زدل ٭ اثر دارد آنے ہے کہ خیزد زدل ٭ دوسرے یہ کہ اونکو خاص اسکی قدرت حاصل تھی کہ اپنے مخاطب اور پڑھنے والے کا پورے طور سے اپنے کو ہمرتبہ بناکر اوسکی تشفی کرین- دیکھو اسیلئے جہان کہین مبتدی سے سابقہ ہے وہان نہ تو حد سے زیادہ بلند پروازی ہے نہ دقت خیالات بلکہ غایت درجہ کا اعتدال ہے اور جہان کہین منتہی سے کام ہے وہان وہ بلند پروازی دقت نظری تعمق خیالات اور فراخ سخنی ہے کہ متوسط درجہ کے دل و دماغ کی سمجھ مین جیساکہ سمجھنے کا حق ہے نہین آتا- وہ صرف زبان و عبارت ہی کی صفائی کا خیال نہین رکھتے بلکہ وہ اپنے خیالات کا ایسا سلسلہ اختیار کرتے ہین جسمین ابہام و اشتباہ کا ہرگز گزر نہین ہوتا- اونکو جہانتک غباوت طبع کا ازبس خیال تھا اسلئے اہم سے اہم خیالات کو بھی اونھون نے ایسا سادہ لباس پہنایا ہے کہ غبی سے غبی بھی اون سے دلچسپی حاصل کرسکے- مگر جاپہ ہے کہ اسوجہ کر آپکے خیال مین پستی ہو ہرگز نہین- اون مین بڑی خوبی یہ ہے کہ اونکے خیالات اونکے پیش پا افتادہ ہوتے ہین جنکو وہ پوری قدرت اور آسانی سے وسعت دیتے ہین اور جو ہرگز مبہم- تاریک اور نامکمل نہین ہوتے علاوہ اونکے خیالات مین ہرگز گنجلک نہین پایا جاتا ہے جس سے پڑھنے والے کو اولجھن سی پیدا ہوسکے۔

جہان مخدوم تمثیلات - اشارات - استعارات سے کام لیتے ہین وہان
وہ اپنے طبقہ کے سارے مصنفون کو شکست فاش دیتے ہین - مخدوم کے جملے
نہین ہوتے ہین بلکہ عندلیبان ہزار داستان کی صفین سامنے کھڑی ہوکر
نہایت دردناک و موثر لہجہ و آواز مین ترنم ریزیان کرتی ہین - مین کچھ عبارت اسکے
ثبوت مین مخدوم کی ایک تصنیف سے درج ذیل کرتا ہون "اے تن خدمت کن و چشم
از خدمت بردوز - اے دل پروانہ شو و خود را بر شمع قربت بسوز - اے روح در دریای
مشاہدہ غرق شو - اے سر بدوست مشغول شو - اے تن چون چشم از خدمت در عین
خدمت بردوختی قدم بر فرق صورت مخلوقان زن - اے دل چون پروانہ وار خود را بر شمع قربت
بسوختی خیمہ ہمت بر تارک درجات زن - اے روح چون در دریاے مشاہدہ غرق شدی
سلطانی بجوئی - اے سر چون بدوست مشغول شدی سبحانی بگوئی - اے تن ترا برای
سلطانی آوردہ اند بپاسبانی راضی مشو - اے دل ترا برای انا الحق و سبحانی آوردہ اند
بہر سو مرو - اے روح بر اوج جلال شمعے ہست تو پروانہ شو - اے سر در قعر بحر شہود صدفے
ہست تو در رو بر و باد ہم خانہ شو" (فوائد رکنی)

بیان مسائل تصوف کی روش و صورت مین مخدوم نے جو انقلابات پیدا کیے
وہ ضرور قابل ستایش ہین - اونھون نے کوئی ایجاد خاص نہین کی بلکہ پرانے
ہی وسائل کو وسعت و ترقی دی - مخدوم نے آغاز مین اون وسائل کو نکما اور
نارسان حالت مین پایا اور اپنے ارتحال کے وقت اونکو ایک چیز مصرف اور منفعت

کی بنا کر چھوڑ گئے۔

مخدوم کے قبل ملفوظات اور مکتوبات کا دستور تھا مگر نہایت محدود اور غیر طمانینت بخش۔ ملفوظات اکثر ایسے اذکار سے بھرے ہوتے تھے جو فلسفی اور آزاد خیال رکھنے والون کے نزدیک محض پوچ و لچر معلوم ہوتے تھے۔ جس مسئلہ پر بحث کیجاتی سیوائے دلائل منقولی کے دلائل معقولی کا گزر نہین ہوتا کہ عقلی دلائل کے بندون کا کچھ نہین تو آنسو پچھ جاتا۔ مخدوم نے ملفوظات مین بیان مسائل کی کایا ہی پلٹ دی جس سے ہر قسم کے خیال والون کی تشفی ہوگئی۔ باقی رہے مکتوبات انکو تو ہند مین اوسوقت تک بیان مسائل کے ذریعہ ہی ہونے کا شرف حاصل نہوا تھا۔ یہ صرف اطلاع و ادراک خیریت و کوائف دیار و امصار و اظہار حاجات ظاہری ہی پر محصور تھے۔ مخدوم نے ان سے آرٹیکل اور اِیسے کا کام لیا اور ایک نہایت باوقعت مجموعہ دنیا مین بطور یادگار کے چھوڑ گئے۔

ملفوظات اور مکتوبات کی خصوصیات مین نیرنگی و اختصار مضامین ہین انکا مستقل تصانیف مین ہونا غیر ممکن ہے۔ ضخیم کتابون مین اگرچہ مضامین دلچسپ ہون مگر ضرور پڑھنے والون کے دماغ پر گران بار ہونگے۔ ایک بڑا طبقہ پڑھنے والون کا وہ ہے جو دل بہلانے اور اوقات گزاری کے خیال سے کتابون کا مطالعہ کرتا ہے۔ وہ بڑی بڑی مجلد کتابون سے ضرور بہ تنگ آجاتے ہین

اوسکی بجھی ہوئی اور کمزور دماغی اشتہا فزونی مین تبدیل اغذیہ اور ہلکی غذا کی
محتاج ہے - ایک ہی کام روزانہ کرنا اوسکے لئے وبال جان ہوجاتا ہے
اور وہ مضامین جنکا سمجھنا اوسکی دماغی قوت سے باہر ہوتا ہے اون سے
اوسکو ایک کبیدگی سی ہوجاتی ہے - ایسے مصنفین سے جو اوسکی دماغی
تبدیلیون اور قوت کا ساتھ نہین دیتے اوسکو نفرت سی ہوجاتی ہے -
علاوہ برین طوالت بھی ایسی چیز ہے جس سے وہ کانپ اوٹھتا ہے - اور
جسکو وہ سب سے زیادہ ناپسند کرتا ہے - ایسے شخص کے نزدیک نظم کی بھی
اعلے سے اعلے تصنیفین جو فطرتی طور پر انسانی طبائع کو پسند ہین جیسے
شاہنامہ - سکندر نامہ وغیرہ وغیرہ قریب قریب ناپرسان کے ہوجاتے ہین
پس ایسے ناظرین کے لئے ملفوظات اور مکتوبات اونکی مُنہ مانگی مرادین ہین
دونون مین وہ باتین جنکا یہ طبقہ طالب ہے موجود ہین - اسیلئے مخدوم کے
ملفوظات اور مکتوبات انکی مستقل تصنیفات سے زیادہ ترشائع ہوئے -
چونکہ ملفوظات روزمرہ کے تذکرے ہین اور مکتوبات فطرتی طور سے مختصر
اسلئے اول مین سہولت بیان اور دوسرے مین اختصار ہے - برخلاف اسکے
مستقل تصنیفون مین ان باتون کا لحاظ قریب قریب ناممکن کے ہے -
ان مین مخدوم کی ذکاوت کی برتری نہایت خوبی سے نمایان ہے -
اور آپ کے خیالات کا اچھوتاپن اور گہراپن دقت مسئلہ کی پوری مکافات

کرتا ہے۔ انکو آغاز سے اختتام تک تھوڑی دیر مین پڑھ جا سکتے ہین مگر جب پڑھو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی نئی بات ایسی معلوم ہوئی جو پہلے نہین سمجھی تھی۔

کسی مشہور لیکن ادق مسئلہ کو تصوف کا ہو یا عموم علوم کے متعلق لینا اور اوسکی تصویر کھینچنی اور اوسکو عام فہم بنانا اور پھر اوسکے صفحۂ بیان کو نقلون کی ضیا بخشی اور طلاقت کی موثر رنگ آمیزی اور نصوص کے تقدس اور واقعات مورخانہ کے اجتماع سے صنم خانہ بنانا مخدوم ہی کا حصہ تھا مکتوبات اور ملفوظات کو اوٹھا کر دیکھو کہ مخدوم کی یہ خصوصیتین اون اوّلی کاغذ اور قلمی کتابون مین کیسی درخشان نظر آتی ہین۔ اور اسوقت تک نہ صرف بہار بلکہ تمام ہندوستان مین اولیت کا تمغہ پائے ہوئے ہین۔ مخدوم کا ایک ایک مکتوب اور مخدوم کے ملفوظات کی ایک ایک بحث بڑی بڑی ضخیم کتابون کا کام دیتی ہے۔ اس آزادی۔ شوخی اور قوت کے ساتھ بیان کا حق ادا کیا گیا ہے کہ یہہ خاصہ طور سے کہا جا سکتا ہے کہ اس طرز بیان کا مخدوم بلا اشتراک اجارہ لئے ہوئے تھے۔

میرے خیال مین مخدوم کے مکتوبات کا طرز انشا نہایت ہی مکمل ہے اور حقیقتاً یہ مکتوبات اعلےٰ مضامین کو سہل اور روزمرہ کی روش تحریر مین ڈھالدینے کے عمدہ نمونے ہین۔ اس مین شبہہ نہین کہ یہہ طرز انشائ

ایسا نہین ہے جس مین ہمارے مصنفین کو علے العموم بڑی کامیابی ہوئی ہے
اور جس مین حق تو یہ ہے کہ ہمارے وہ نامی مصنفین بھی جنھون نے دوسری
روش مین بین کامیابیان حاصل کی ہین زایدتر ناکامیاب ہوئے ہین
اور یہ ہو سکتا ہے کہ انکی یہ ناکامیابیان انکے عمدہ لکھنے کی سعی بلیغ کا نتیجہ ہون
خیر کچھ ہی کیون نہ ہو میرا تو یہ خیال نہین ہے کہ ایسے مکتوبات جو صریحاً اشاعت
کے خیال سے لکھے جاتے ہین مجمل کامیابی ہین - وہ طرز جو سہل - جبلی اور
انبساط افزا ہو اور وہ عبارت جو روان ہو اور دقیق نہو اور کم از کم جو زیادہ
تکلف سے بھری ہوئی نہو انکی اوس شخص کو جو عمدہ محرر مکتوبات ہونا چاہتا ہے
ازبس ضرورت ہے - میرے خیال مین مخدوم کو ان تمام باتون مین علے العموم اپنے
طبقہ کے سارے مصنفون پر ترجیح ہے -

انکی زبان بے تصنع و بے تکلف ہے اور انکی نکتہ پردازی جبلی اور بے دقت
ہے بلکہ اکثر انکے عمیق ریمارک جو جبلت انسانی اور اخلاق اور خالق و مخلوق
کے متعلق ہوتے ہین اور جو انکی تحریرات مین افراط سے پائے جاتے ہین
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بالارادہ انکے مضامین سے اوبلے پڑتے ہین اور ہر
موقع کے ضمن مین پیدا ہوتے جاتے ہین - مخدوم کی تعلیم - انکا درجہ -
انکا شغف بخدا - انکے جلیس اور انکی مخصوص قوت بیان نہایت عمدہ اجزا
تھے جو انکے مکتوبات کو تکمیل کے درجہ تک پہونچا سکے - اور پھر انکی زندگی کا

سارا رنگ اسکو واضح طریقہ سے بتا رہا ہے کہ ایسی تحریرات کی انکو پوری قابلیت تھی

اگر ان مکتوبات کے مضمون کو خیال کرو اور انکی غرض کو سوچو تو تمکو معلوم ہو جائیگا کہ سارے مکتوبات کا مضمون رشتہ خداوندی و بندگی ہے۔ اور انکی تحریر کی غرض اس رشتہ کی توضیح اور بندہ کا اپنے خداوند کے ساتھ کیسا اور کیا برتاؤ ہونا چاہئے اور بندگیت کے کیا فرائض ہین انکا بیان ہے۔ یہی باتین ہین جو مختلف پیرایون مین مختلف پہلوؤن سے دکھائی گئی ہین۔ ضمنی طور سے اس مین شبہہ نہین کہ اور بھی بحثین آتی گئی ہین۔ مگر ایک ہی روح ہے جو سارے مکتوبات مین حلول کئے ہوئے ہے۔ فقہ۔ حدیث۔ قرآن۔ تفسیر۔ سیر۔ تاریخ۔ منطق۔ فلسفہ وغیرہ وغیرہ۔ جس جس سے بحث کی گئی ہے سب اوسی اصل کی تنقیح۔ توضیح۔ تشریح اور اثبات کی غرض سے۔ دنیا کی خرابی یا دنیا کی عمدگی۔ حق العباد۔ یا حق النفس۔ معاشرت یا تمدن۔ علم یا جہل غرض سب کی بازگشت اوسی اصل کی طرف ہے اور غرض اصلی کبھی فوت نہین ہونے پائی۔

مخدوم شاعر نہ تھے مگر نکات شاعری و ماحصل کو اوسکے بالہا و ما علیہا کے ساتھ پورے طور سے سمجھتے تھے۔ نظم کے فوری اور بیچین کر دینے والے اثر کی جسقدر ضرورت امور دنیاوی مین ہے اوس سے کہین زیادہ تہذیب نفس و ہضم نفس و بیان مسائل تصوف مین۔ مخدوم چونکہ تعلیم تصوف کا بیڑا اوٹھائے ہوے تھے اسلئے اونکو آئے دن اظہار اسرار و رموز تصوف مین مختلف مضامین کے

اشعار کی بخیال ؎ خوشتر آن باشد کہ سر دلبران ۞ گفتہ آید در حدیث دیگران ۞
حاجت رہا کرتی تھی - اور نیز بوجہ وسعت نظر مختلف اشخاص کے کلام آپ
کی نظر سے گزرے ہوئے تھے - اسوجہ سے سیکڑون بلکہ ہزارون اشعار آپکو
از بر تھے - چنانچہ اسکا ثبوت آپکی تحریرات و تقریرات مین پورے طور سے ملتا ہے
مگر نظم کے بحر بیکنار سے اچھوتے اور انمول موتی چن لینا آپ ہی جیسے آنکھ والے
کام تھا - فوائد رکنی مین جتنے اشعار ایک جگہ آپ نے چنکر مشتے نمونہ
از خروارے جمع کئے ہین وہ حقیقتاً ریزگان جواہر ہین -

مخدوم کی تحریرات کے دیکھنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ نے
بہت کچھ بزرگان سلف کے کلام سے فائدہ اوٹھایا ہے اور اونکی تحریر دنکو
بالاستیعاب مطالع کیا ہے - قدم قدم پر اپنے کلام کے ثبوت مین اپنے اگلون
کے کلام پیش کرتے ہین اور اکثر اونھین مضامین کو بیان بھی کرتے ہین لیکن خاص
اپنے طرز مین - خواجہ ابن عطار - خواجہ جنید بغدادی - مولانا شمس الدین یحیےٰ -
امام ثوری - امام سبکی - سلطان العارفین - ابن جلا - خواجہ ردیم - خواجہ فضیل عیاض
سعید جبیر - شیخ ابو یعقوب یوسف ہمدانی - قاضی القضات ہمدانی - ابو الحسن
سالم - شیخ ابو طالب مکی - شرف الدین کرمانی - شیخ مجد الدین بغدادی -
خواجہ ابو سعید ابو الخیر - امام قشیری - حارث محاسبی - اوستاد ابو علی دقاق -
ابن مبارک - خواجہ یحیےٰ معاذ رازی - خواجہ ابراہیم ادہم - امام قتادہ - امام اعلیٰ

خواجہ ابوسعید خرازمی ۔ شیخ الشیوخ ۔ خواجہ ضیاء الدین ابونجیب ۔ شاہ
شجاع کرمانی ۔ خواجہ شقیق بلخی ۔ ابو تراب نخشبی ۔ خواجہ معروف کرخی
عبداللہ رازی ۔ خواجہ ابوعثمان مغربی ۔ ابوبکر قحطی ۔ خواجہ عثمان خیری ۔
محمد علی ترمذی ۔ ابوبکر وراق ۔ صالح حمدون قصار ۔ خواجہ سہیل تستری ۔
امام ابوالحسن ثوری ۔ خواجہ عطار سلمی ۔ خواجہ ذوالنون مصری ۔ خواجہ
منصور مغربی ۔ خواجہ احمد قلانسی ۔ ابوحفص نیشاپوری ۔ خواجہ ابوبکر کلمستانی
خواجہ داود طائی ۔ خواجہ محمد جریری ۔ امام خضری ۔ ابراہیم خواص ۔
شیخ جمال ۔ خواجہ حسن بصری ۔ شیخ ابومسلم فارسی ۔ خواجہ سلیمان دارانی
خواجہ بشر حافی ۔ شیخ ابوالعباس قصاب ۔ سری سقطی ۔ ابوعلی رودباری
عبداللہ خفیف ۔ بشر حارث ۔ ممشاد دینوری ۔ خواجہ محمد مقدسی ۔ ابوعمر
اصطخری ۔ ابوبکر جعفر ۔ خواجہ ابراہیم تیمی ۔ رابعہ بصری ۔ امام عبدالرحمن ارکانی
شیخ ابوعلی سیاہ ۔ محی الدین عربی ۔ امامان غزالی ۔ شیخ عبدالقادر
جیلانی ۔ ملا عراقی ۔ کے نام بار بار آپ کی تحریرات مین پائے جاتے ہین ۔

ایک جماعت کا یہ خیال ہے کہ تصنیف مثل ایک مورت کے ہوتی ہی
جسکو خالصاً صنعت سے تعلق ہوتا ہے اور حسن اوسکے خصوصیات مین سے ہی
جسکا اوسکے پڑھنے والے کو ضرور علم ہونا چاہیے ۔ مگر خوبصورتی کلیتاً خیالی شئ ہی
یعنی غیر محسوس صفت ہی جسکو شخص ۔ وقت اور احوال سے کوئی واسطہ نہین ۔

اور تبدیل زمنہ کے ساتھ اسکا مذاق بھی بدلتا رہتا ہے۔ ایسے پڑھنے والون کو اس زمانہ مین البستہ مخدوم کی تصنیفین پھیکی۔ بے معنی اور آورد معلوم ہونگی اور اس اونیسوین صدی کی نظر مین یہ بالکل بھدی دکھائی دینگی جسکی قدر اس زمانہ کے خیال کے موافق صرف جہالت کرسکتی ہے اور جسکی تعریف صرف دقیانوسی خیال۔ لیکن برعکس اسکے اگر یہہ اپنے زمانہ کی تاریخ کا ایک صفحہ سمجھکر دیکھی جائین تو نہایت اعلےٰ۔ مدلل۔ بامزہ۔ ایک پختہ دماغ کا نتیجہ اعلےٰ تہذیب کا آئینہ۔ خدا دانی و خدا ترسی کی شہادت۔ حقانیت کی تصویر۔ دقیقہ سنجی و دقیقہ رسی کا نمونہ ہین

اگر حق مجاز سے راست تر ہے تو اسرار حق واقعات مجازی سے دقیق تر اور پھر انکی ٹوہ لینے کے ذرائع اہم تر۔ نفس کشی کے سرشکن جھگڑون مین بڑی بڑی گھاٹیون کا سامنا ہوتا ہے جو بسا اوقات مہلک اور تباہ کن ثابت ہوتی ہین۔

وحدت۔ شہود و وجود۔ فنا و بقا۔ سلوک و وصول کے اسرار و کنائے مخدوم ہی جیسے لوگون کے آہستہ رو مگر باخبر قلمون کے حصے ہین۔ یہ رزم و بزم کی داستانین۔ یا مدح و ذم کے قصائد۔ یا گل و بلبل کی حکایتین۔ یا بادشاہون اور پہلوانون کے کارنامے۔ یا افسران و حکام کے فرامین۔ یا گل باصنوبر چہ کرد و چار درویش کی کہانیان نہین ہین جنکے لئے صرف جادو بیانی اور زبان دانی کی ضرورت ہو۔ انکے لئے جن چیزون کی ضرورت ہے وہ اوس ہی

خرقہ پوش فرقے پائے جاتے ہین جس سے مخدوم کو انتساب تھا۔

اس ناتکمل تشبیہ مین جو مین نے ان صفحون مین مخدوم کی تعلیم۔ ریاضات۔ مجاہدات۔ معاشرت۔ درس وتدریس۔ ارشاد وتلقین کی کھینچی ہے اوس حقانیت ودرد کے مادہ کی پرورش کے اسباب موجود ہین جو محرک مخدوم کی تصانیف کے ہوئے اور جن سے انسان اشرف المخلوقات کے معزز خطاب کا مستحق ٹھہرا۔

بپایان آمد این دفتر حکایت ہمچنان باقی
بصد دفتر نمی گنجد حدیث حال مشتاقی

خاتمہ

صد شکر کہ این نگارخانہ	بگرفت نگار جاویدانی
آن را کہ سرے بہ نکتہ دانی است	داند کہ چہ ریزش معانی است

ہندمین پچیس تیس برس قبل علمی مذاق صرف کتب متعارفہ وتداولہ کی تعلیم وتشریح تک محدود رہا۔ کبھی کسی نئے علم کیطرف توجہ نہین کی گئی اگر کسی نے کی بھی تو وہ علے السبیل الندرہ۔ یہہ کبھی نہوا کہ علوم وفنون کی مختلف شاخون مین تحقیق واز دیاد کے بعد تصنیفین کی جاتین کہ مصنف کو زمانہ والی اور آنے والی دونون نسلین مستفید ہوتین۔ جب علوم متعارفہ کا یہہ حال رہا ہو تو سیر وسوانح کا جو حال ہو سکتا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ میرے اس کلام کی تردید مین چند تصنیفین تذکرہ کی پیش کی جائینگی۔ مگر مین افسوس کے ساتھہ اس کہنے پر مجبور ہونگا کہ وہ زیادہ تر ایسی ہین جنکو سوانح کے نام سے موسوم کرنا برعکس نہند نام زنگی کافور ہوگا۔ کہان جھوٹی تعریفونکی خیال بندیا اور کہان تدقیق وتفحص کی انصاف پسندی کہان رائی کو پربت بنانا اور کہان دودھ کو دودھ اور پانی کو پانی کر دکھانا۔ سوانح کے ہرگز یہہ معنے نہین ہو سکتے کہ چند مجہول وبے سروپا روایتین موضوع لہ کی نسبت گڑھ دیجائین اور اوسکو جامع انسانیت سے مخلع کر کے

جامع ملکوتیت پہنا دیا جاے کہ اگر کوئی انسان اوسکی پیروی کرنا چاہے
تو اوسکی کمر ہمت ٹوٹ جاے اور وہ مغوٹوا دسکی نظر مین کلکتہ کا سنگی سیٹہچو
دکھائی دے کہ وہ غریب اوسکو چوم کر چھوڑ دے اور اصل مقصد و علت
غائی فوت ہوجاے - سوانح کے لکھنے سے اصل مقصد یہ ہونا چاہئے کہ پڑھنے والے کے دل
مین اسکی تحریک پیدا ہوجاے کہ جسکے سوانح وہ دیکھتا ہے اپنے کو کم سے کم اوسکا ہم جنس بنانے
کی کوشش کرے - اس سے بحث نہین کہ ضرور بالضرور وہ بھی ویسا ہی ہوجاے - اوسکی اتنی
کوشش ہی کیا کم ہے - ہونا یا نہونا یہ اوسکے اختیار کی بات نہین ہے - السعی منی و الاتمام
من اللہ - اسیلئے یورپ کے مصنفون کو دیکھو کہ جب وہ کسی کے سوانح
لکھتے ہین تو سچا سچا خاکہ اپنے موضوع لہ کا اپنی تصنیف مین کھینچتے ہین
بُری اور بھلی سب باتین ناظرین کے سامنے پیش کیجاتی ہین - نہ یہ کہ اوسکو
بے عیب و بے خطا صرف ملک سیرت و فرشتہ خصلت کر دیکھایا جسکو
عقل انسانی ہرگز باور نہ کر سکے اور ھٰذا شیٔ عُجَاب کہنے پر مجبور ہو -

ہند مین اول تو سوانح عمریان جیسا کہ مین نے قبل عرض کیا
لکھی ہی نہین گئین اور لو فرضنا اگر لکھی بھی گئین تو وہ بالکل مجہول - اصل
واقعات سے دور تواریخی درجہ سے گری ہوئی - اغلاط کا طومار - سہل انکاری
کا نمونہ - ایسی حالت مین اگر کوئی شخص اسکی خواہش کرے کہ سلف مین
سے کسیکے سوانح لکھے تو اوسکو جو جو دقتین پیش آئینگی وہ خیال کیجا سکتی ہین

بهتر اس سے کہ بیان کیجائین۔ اور اگر کہین وہ شخص جسکو سوانح لکھنا چاہتا ہو شیوایان مذہب
مین سے ہوا تو پھر دقتون کا کیا پوچھنا۔ بیچارہ مصنف کو دست و پا بستہ
دریاے تحیر مین ڈوبنے کے سوا کیا چارہ ہو سکتا ہے۔ اگر اوسکے خیالات
مذہبی کی نسبت کوئی راے اوسنے لکھی اگرچہ وہ اوس ہی کے کلام سے
مستنبط یا مستخرج ہوتی ہو تو بس لینے کے دینے پڑجائین۔ مگر الحمد للہ
کہ مین جسکے سوانح ہدیۂ ناظرین کرتا ہون وہ خود علمی دنیا کا مرد میدان ہے
اور بلا خوف و ہراس اپنے قلم سے صفحۂ قرطاس پر مخدرات معانی کی واضح اور
مین تصویرین کھینچ گیا ہے۔ اوسکے خیالات کے دربار سجانے مین میرا صرف
یہی کام رہا کہ اون تصویرون کو اوسکے مختلف محلات سے لاکر موقع موقع
سے دربار کے ہال مین رکھ دون۔ کیونکہ اوس آذر جہان شریعت و طریقت نے
ان تصویرون مین کوئی جگہ ایسی نہین چھوڑی تھی کہ کسی دوسرے کو گرفت
کی جگہ مل سکے۔ پھر اگر اوسکے دربار کی سجاوٹ اور صفا دوسرے دربارون
کو خیرہ و بیفروغ کرتے تو وہ اصل صاحب دربار کے باعث ہے نہ کہ میرے
کیونکہ نفس الامر یہ ہے کہ اس دربار مین جتنے اسباب ہین وہ سب مرصع
جنکی ترصیع مین جتنے جواہر ہین وہ ایسے بحر ذخار اور کان بے بہا کے نکلے
ہوئے ہین جنکا منبع ہے لولاک اور جنکا مصدر ہے وما ارسلناک
ہان البتہ دربار کی بیرونی سجاوٹ مین ہزارون دقتین پیش آئین کیونکہ اسکی

سجاوٹ کے لئے زیادہ تر ایسے اسباب کی ضرورت تھی جنکو بہت کچھ صاحب دربار کے ہمعصرون سے تعلق تھا اور وہ اونکے مہیا کرنے مین محض ہی قاصر نظر آئے۔ صرف معدودے چند نیک نفس اور برگزیدہ بزرگون سے مدد ملی مگر وہ بھی ناکافی اور آخرالامر صاحب دربار ہی کیطرف رجوع کرنا پڑا اور اوسی کے پریخانون سے استمداد کرنی پڑی کہ بالاخر یہ سوانح کا دربار بیرونی سجاوٹ وصفا مین بھی آپ اپنا نمونہ بنا۔

خداوندا! تو خوب جانتا ہے کہ مین نے ہرگز نفسانیت سے اسمین کام نہ لیا۔ اگر کہین سخن گسترانہ باتین آگئی ہون تو ہرگز مین جوابدہ نہین واقعات کی حقیت سے مین مجبور تھا۔ ورنہ **شعر**۔ آزادہ رو ہون مین میرا مسلک ہے صلح کل ؛ ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہین مجھے ؛

کردگارا! کہان مین اور کہان تیرے خاص بندے۔ یہ تیرا ہی فضل اور اونکی ہی برکت تھی کہ یہ کام انجام کو پہونچا۔ ورنہ مجھ جیسے ذلیل بیان کج مج زبان سے یہ کہان ممکن۔ اگر ان نفوس قدسیہ کا فیضان نہوتا تو میری کیا طاقت کہ یہ بیل منڈھے چڑھتی۔

بارالہا! صدقہ اپنے حبیب کا اور اپنے خاص بندون کا اگرچہ من از ایشان نیم ہم مرادر کار الیشان کن **بیت**۔ روزم تو بر فروز و شبم را تو نور بخش ؛ این کار تست کار مہ و آفتاب نیست ؛

رحیما! میرے حال زار پر رحم کر۔ جز تو مرا کسے نیست۔ مجھے اپنی تقصیرات کا اعتراف ہے مگر اسی کے ساتھ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ پر بھروسا۔ مین رحم کا امیدوار ہون نہ کہ عدل کا طالب۔ اگر تو عدل پر آوے تو میرا ٹھکانا کہان۔

یارب البیت! تیری بندون مین مین بھی ہون مجھے نچھوڑ۔ دین و دنیا کی صعوبتون مین نہ پھنسا۔ میرے ساتھ وہ کر جو تجھکو شایان ہے نہ کہ وہ جسکے لائق مین ہون۔

یاغافر الذنوب! میرے گناہون سے درگزر اور اپنے بندگان خاص کے صدقہ مین مجھے بخشدے۔ رباعی

دارم دلکے غمین بیامرز و مپرس	صد واقعہ در کمین بیامرز و مپرس
شرمندہ شوم اگر بپرسی عملم	اے اکرم الاکرمین بیامرز و مپرس

اَللّٰهُمَّ اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِی الْاُمُوْرِ كُلِّهَا وَاَجِرْنَا مِنْ خِزْيِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْاٰخِرَةِ ۵م

تمت

تصحیح اغلاط کتاب سیرت الشرف

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۷	۱	جامع اخبر	جامع ازخبر	۱۸۲	۶	لے	کے
۵۰	۲	فایدہ کثیر	فوائد کثیرہ	۱۸۳	۱۵	ہر محل ہر فعل	ہر محل و ہر فعل
۱۱۶	۷	متمع	متمتع	۱۹۴	۱۲	نادہ	نادرہ
۱۱۸	۶	بران	بدان	۲۰۹	۱۰	دومقام	ومقام
〃	۱۵	دوسروں	دوسرے	۲۱۵	۱۰	تسرّ	بسرّ
۱۲۸	۱۰	اتحاد	الحاد	۲۲۲	۲	رجبر	ہر چیز
۱۳۰	۳	عمل	علم	〃	۴	داور	دور
〃	۱۶	دیدیا	دیدین	〃	۱۷	وعصمہ	درعصمۃ
۱۴۴	۶	پٹیالہ	ٹپالہ	۲۲۸	۱	ھ۲	لف
۱۴۷	۱۲	بدربانی	بدربانی	〃	۲	ھ۱	
۱۵۱	۱۵	فرمائی	فرمایا	۲۵۱	۹	سد	چند
۱۵۴	۴	کارمرا	کاریرا	۲۶۳	۸	سعمت	عصمت
۱۶۱	۱۰	رباعی	ابیات	۲۷۶	۱۶	پہنانا	پہنایا
〃	〃	راہ	راست	۲۸۶	۱۵	ذرہ در	ذرہ ہر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۰۵	۵	تقرکردم	تقریرکردم	۳۴۲	۴	بست	بُت
۳۱۶	۱۳	اولیاکولوح محفوظمین	اولیالوح محفوظ مین جوکچھ	۳۴۰	۱۴	بالاراده	بلاارادہ

اشتہار

ہر خاص و عام کو اطلاع دیجاتی ہے کہ کتاب ہذا کے کل
حقوق تصنیف محفوظ ہین اور حسب قانون سرکاری اسکی حقوق
تصنیف کی رجسٹری ہوگئی ہے۔ بدون اجازت مصنف قصد
طبع نفرمائین جسقدر نسخے مطلوب ہون نقد قیمت بھیجکر
یا بذریعہ ویلو پے ایبل پارسل مشتہران سے طلب فرمائین

قیمت فیجلد عہ؍ علاوہ محصولڈاک

مشتہران

سید محمد عبدالحکیم۔ و شیخ منور علی

پٹنہ۔ صدر گلی۔ دولتکدہ جناب مولوی حاجی سید احمد حسین مرحوم

سنہ ۱۹۰۱ ع